اردو زبان کی تدریس

(Teaching of Urdu)

FIRST YEAR سالِ اوّل

SOURCE BOOK امدادی کتاب

ڈپلوما اِن ٹیچر ایجوکیشن (ڈی.ٹی.ای)

تملناڈو ٹکسٹ بک کارپوریشن
TAMILNADU TEXTBOOK CORPORATION.

اردو زبان کی تدریس

(Teaching of Urdu)

سالِ اوّل

امدادی کتاب SOURCE BOOK

ڈپلوما اِن ٹیچر ایجوکیشن DIPLOMA IN TEACHER EDUCATION

چھوت چھات ایک گناہ ہے
چھوت چھات ایک بڑا جرم ہے
چھوت چھات ایک غیر انسانی فعل ہے

تملناڈو ٹکسٹ بک کارپوریشن

کالج روڈ، چینئی-600 006

TAMILNADU TEXTBOOK CORPORATION,
COLLEGE ROAD, CHENNAI-600 006.

© Government of Tamilnadu
First Edition - 2008

Chairperson

Dr. Syed Sajjad Husain,
Professor in Urdu
University of Madras
Marina Campus
Chennai-600 005.

Reviewer

Dr. Hayath Basha
Reader and Head
Department of Urdu
Qaid-e-Millath College
Medavakkam, Chennai-600 100

Author and Coordinator

Mrs. S. Shameem
Senior Lecturer
District Institute of Education and Training,
Thirur-602 025, Thiruvallur District.

Authors

Mrs. E. Faizunissa
Principal
Sri Devi Teacher Training Institute,
Ponneri-601 204.

Mrs. Saleema Bi,
Supervisor, (Retd.)
Chennai Corporation Urdu Schools,
Chennai-600 003.

Mrs. Mumtaz Begum
Principal (i/c) Retd
Government Teacher Training
Institute for Women, Royapettah
Chennai - 600 014.

Price : Rs.

This book has been prepared by The Directorte of Teacher Education Research and Tranining on behalf of the Govt. of Tamilnadu

This book has been printed on 70 G.S.M. Paper

Printed by Offset at :

پیش لفظ

ریاست تمل ناڈو میں اردو ٹیچر ٹریننگ کے دوسالہ کورس کو شروع ہوئے تیس سال سے بھی زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔لڑکوں کے لئے ٹیچر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ طاہر صاحب اسٹریٹ چینئی اور لڑکیوں کے لئے احاطۂ گورنمنٹ ہوبارٹ اسکول فار مسلم گرلس، چینئی میں مذکورہ بالا کورس کا باضابطہ انتظام ہے ہر سال ان دونوں درس گاہوں میں اسّی طلباء اور اسّی طالبات داخلہ لیتے ہیں۔افسوس اس بات کا کہ یہاں پر زیر تربیت اساتذہ کے لئے اردو زبان اور دیگر اسباق کی نصابی کتابیں میسر نہیں تھیں۔الحمد لِلّٰہ اس مقصد کے تحت حکومت تمل ناڈو نے اردو کے تجربہ کار اساتذہ کی ایک نصابی کمیٹی تشکیل دے کر اُسے اردو زبان کی تدریس سے متعلق سال اوّل اور سال دوّم کے لئے نصابی کتابیں تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے۔امید کی جاتی ہے کہ اردو زبان کی نصابی کتابوں کی اشاعت کے بعد دیگر اسباق کے لئے بزبان اردو نصابی کتابیں تیار کرنے کا کام شروع ہو جائے گا۔

اس نصابی کمیٹی کے چیر پرسن ڈاکٹر سید سجاد حسین پروفیسر شعبۂ اردو مدراس یونیورسٹی اور معزز اراکین کی حیثیت سے ڈاکٹر حیات بادشاہ، صدر شعبۂ اردو، قائد ملت کالج، میڈاوا کّم چینئی، ایس۔شمیم، سینئر لکچرار DIET, TIRUR ممتاز بیگم وظیفہ یاب پرنسپل انچارج، ٹیچر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ فار گرلس، چینئی، ای۔فیض النساء پرنسپل۔سری دیوی ٹیچر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ پونیری اور سلیمہ بی وظیفہ یاب کارپوریشن اردو اسکولس سوپروائزر شامل ہیں۔

پیشِ نظر کتاب اردو ٹیچر ٹریننگ کے سال اول میں زیر تربیت اساتذہ کے لئے ترتیب دی گئی ہے۔اس میں اردو زبان کی بنیادی اور اعلیٰ صلاحیتوں سے متعلق اہم نکات اور اس کی تہذیبی شناخت اور خصوصی موقف کے علاوہ اردو زبان کی خصوصیات کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔اردو ادب کی مختلف اصناف کا تعارف کراتے ہوئے ہر ایک صنف کی تدریس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔اس طرح ہم نے شاعری کے تحت غزل نظم، مثنوی اور مرثیہ کو اور نثر کے تحت داستان اور ڈرامے کو شامل نصاب کیا ہے۔نیز نظم کی تدریس کے مقاصد پر اس لئے بھی روشنی ڈالی ہے کہ طلباء نظم کے اشعار کو موثر پیرایے میں ادا کر سکیں اور اُن خیالات سے متاثر ہو سکیں۔جن کا اظہار شاعر نے اپنے اشعار میں کیا تھا۔نظم کی تدریس کے ذریعہ طلباء میں خدا پرستی، ایثار و قربانی، رحم دلی، سچائی اور دیانت داری کا جذبہ پیدا کرنا بھی اس کا ایک اہم مقصد ہے۔نظم کے ذریعہ طلباء کے اندر حب الوطنی کا جذبہ بیدار کیا جاسکتا ہے اور فرحت، سکون اور اطمینان کے سامان بھی مہیا کئے جاسکتے ہیں۔مقاصد کے اعتبار سے غزل کی تدریس بھی نظم ہی کے تحت آتی ہے۔لیکن غزل کی ایمائیت اور اسلوب

کی انفرادیت کچھ خاص مقاصد کو پورا کرتی ہے اس لئے غزل کی تدریس کے دوران استاد کو خاص طور پر غزل کی شعری روایت کے مخصوص علائم اور رموز کو طلباء کے ذوق وفہم کی حدود میں لانا ضروری ہوتا ہے۔

اس کتاب میں ہم نے تدریس نثر پر بھی خصوصی توجہ دی ہے تاکہ طلباء زبان کے عملی پہلو یعنی بولنے اور لکھنے اور ادراکی پہلو یعنی پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیت پر قدرت حاصل کر سکیں۔ طلباء میں ذخیرۂ الفاظ، اسلوب بیان، ترتیب خیالات اور زور کلام کا اضافہ کرنا بھی تدریس نثر کا ایک اہم مقصد ہے۔

ہم نے اس کتاب میں تدریس قواعد کو اس لئے شامل کیا ہے کہ طلباء کو زبان کا صحیح استعمال یعنی صحیح بولنا صحیح لکھنا صحیح پڑھنا اور صحیح سمجھنا آجائے اور اس ضمن میں اُن سے سرزد ہونے والی لسانی لغزشوں کا ازالہ بھی ہو جائے۔

زیر نظر کتاب میں زبان کی تدریس کے مختلف طریقۂ کار اور نتائج کا جائزہ لیا گیا ہے اور زبان کے وسیلے سے علم لسانیات اور صوتیات سے متعلق طلباء کو جانکاری بھی دی گئی ہے۔ طلباء کو زبان کی بنیادی اور اعلیٰ صلاحیتوں سے روشناس کرانے کے لئے الگ سے ایک باب قائم کیا گیا ہے۔ نیز طلباء کے لئے تعلیمی سرگرمیوں کی ضرورت اہمیت وافادیت کو واضح کیا گیا ہے اور سبق کی تدریس کی منصوبہ بندی کے نکات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخر میں طلباء کی جانکاری کے لئے ضرب الامثال اور محاوروں کی فہرست اور ان کے محل استعمال کی صراحت بھی موجود ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب اردو ٹیچر ٹریننگ سال اوّل میں زیر تربیت اساتذہ کے لئے نہ صرف مفید اور کارآمد ثابت ہوگی بلکہ ان کی تعلیمی اور تدریسی ضرورتوں کو بھی پورا کرے گی۔

میرا یہ فریضہ ہے کہ میں نصابی کمیٹی کے معزز اراکین کا فرداً فرداً شکریہ ادا کروں جن کے پرخلوص تعاون اور اشتراک کے بغیر اس کتاب کی ترتیب وتدوین کا کام ممکن نہ تھا۔ میں DTERT کے ڈائرکٹر جناب پرومال سوامی کا ممنون ومشکور ہوں کہ آپ نے اردو ٹیچر ٹریننگ کے سال اوّل اور دوم کے لئے اردو زبان کی نصابی کتابیں تیار کرنے کی اجازت دیتے ہوئے ہمیں خصوصی سہولتیں بھی مہیا کیں۔

آخر میں ان تمام مصنفین اور اہل قلم حضرات کا منّت کش احسان ہوں جن کی کتابوں سے ہمیں اخذ واستفادہ کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

ڈاکٹر سیّد سجاد حسین
چیر پرسن، نصابی کمیٹی

ترانۂ اُردو

ہندوستان کی بیٹی محبوب کُل جہاں کی
پہلی پسند ہے یہ ہر پیر و نوجواں کی
باقی اسی زباں سے ہیں رونقیں یہاں کی
ہے ہرزبان سے پیاری اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

آغوشِ مادری میں سیکھا ہے ہم نے اس کو
دل کا لہو پلاکر پالا ہے ہم نے اس کو
سانچے میں دوستی کے ڈھالا ہے ہم نے اس کو
ہم سب کی ہے دلاری اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

سب کی پسند ہے یہ ہر دل کی جستجو ہے
چرچا اسی زباں کا دنیا میں کوبہ کو ہے
پھولے پھلے ہمیشہ ہم سب کی آرزو ہے
پھولوں کی جیسے کیاری اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

شاہوں کے تاج میں تھی جنتا کے راج میں ہے
ہر ملک میں ہے زندہ سارے سماج میں ہے
ہندوستاں کے ہراک رسم رواج میں ہے
ہے ہرزباں پہ جاری اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

جاتی نہیں یہ دل سے جب دل میں بیٹھ جاتی
دوری نہیں بڑھاتی قربت نہیں مٹاتی
جھگڑا نہیں کراتی نفرت نہیں سکھاتی
اک طرزِ انکساری ، اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

یہ کامیاب ہوکر نکلی ہر امتحاں سے
اس کو مٹانے والے مٹ جائیں گے جہاں سے
گر چھوڑ دو گے اس کو پاؤ گے پھر کہاں سے
کرتی ہے سب سے یاری اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

کہتے ہیں لوگ اس سے روزی ہے اور نہ روٹی
اپنوں کے دیس میں ہی اپنوں کے درمیاں ہی
حق اپنا مانگتی ہے چاہت کی ہے یہ پیاسی
پھرتی ہے ماری ماری اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

جائے پناہ مانگے جینے کی راہ مانگے
تھوڑی امان مانگے تھوڑی سی چاہ مانگے
اپنوں کی دشمنی سے ہر دم پناہ مانگے
میری ہے نہ تمہاری اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

آتی ہیں یہ دعائیں ہونٹوں پہ میرے ہر دم
یارب مری زباں کا چرچا ہو عالم عالم
باقی رہے ہمیشہ سارے جہاں میں اسلم
سب بولیں باری باری اردو زباں ہماری
اردو زباں ہماری ۔ اردو زباں ہماری

حکیم محمد یعقوب اسلم عمری، ایم۔اے

نصاب Syllabus

اُردوزبان کی تدریس Teaching of Urdu

تعارف:

انسانوں اور حیوانوں میں بنیادی فرق زبان کا ہے مادری زبان ترسیل وابلاغ کا بہترین ذریعہ ہے اور اسی سے تہذیب کی شناخت ہوتی ہے۔ایک مہذب انسان کے بنانے میں مادری زبان کی تدریس اہم رول ادا کرتی ہے۔دیگر علوم کو سیکھنے میں بھی زبان ہی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔زبان کی تعلیم چونکہ صلاحیتوں پر مبنی ہے۔ اس لئے یہ دوسرے علوم سے مختلف ہے جو بیشتر متن پر مبنی ہوتے ہیں۔زبان کی تعلیم میں صلاحیتوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔جبکہ دوسرے علوم میں معلومات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔متعلّم اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی مادری زبان میں ہی زیادہ سے زیادہ صلاحیتیں پیدا کر سکتے ہیں۔متعلّم اساتذہ خاص طور پر اُردوزبان کی تعلیم وتدریس کے سلسلے میں کوشاں رہیں تا کہ اُردو زبان کی اہمیت وافادیت ان پر پوری طرح واضح ہوجائے۔

اُردوتدریس کے مقاصد:

متعلم استاد کو حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

☆ ماحول اور موضوع کے مطابق زبان کا استعمال۔

☆متعلم استاد کو پانچویں جماعت تک کے نصاب سے بھر پور واقفیت ہونی چاہئے اور دسویں جماعت کے نصاب سے جزوی واقفیت کارآمد ثابت ہوگی۔

☆ متعلم استاد کے اندر پانچویں جماعت تک کے نصاب کو پڑھانے کی صلاحیت ہونی چاہئے۔

☆متعلم استاد کو چاہئے کہ وہ طلباء اور طالبات کے اندر بولنے، سننّے ، پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیتیں پیدا کرنی چاہئے۔

☆ متعلم اُستاد تحریری اور تکلمی زبان کے بنیادی حروف سے واقف ہونا چاہئے۔

☆متعلم اُستاد کو سبق کی تیاری کا منصوبہ بنانا ہوگا اور اس کا صحیح استعمال کرنا ہوگا۔

☆متعلم اُستاد اپنے عملی کام کے ذریعے لفظیات کے ذخیرہ میں اضافہ کرسکتے ہیں۔

☆ متعلم اُستاد پڑھنے اور پڑھانے کے لئے امدادی سامان تیار کریں اور اُس کا ٹھیک استعمال کریں۔

☆ متعلم اُستاد درسی کتابوں کا تجزیہ کریں۔

☆ متعلم اُستاد مختلف طرح کے سوالات ترتیب دیکر نمونۂ سوالات تیار کریں۔ جس سے اُردو زبان میں صلاحیتوں کی جا سکے۔

☆ متعلم اُستاد طلباء اور طالبات کی غلطیوں کی نشاندہی کریں اور اُس کے ازالہ کی تدبیر بتائیں۔

سال اوّل

حصّۂ اوّل۔ اُردو زبان کی صلاحیتیں

I شاعری

دسویں جماعت تک کی درسی کُتب میں شامل حصّہ شاعری سے متعلق جانکاری حاصل کرنا۔

<u>غزل</u> ا۔ غزل کی تعریف (ب) غزل کا موضوع (ج) غزل کی ہیئت اور ساخت یا غزل کا فن (د) غزل کی تدریس (ھ) غالبؔ (و) مومنؔ (ز) جگر مرادآبادی (ح) حسرتؔ موہانی

<u>مرثیہ</u> (ا) مرثیہ کی تعریف (ب) مرثیہ کے موضوعات (ج) مرثیئے کے اجزائے ترکیبی (د) مرثیئے کی تاریخ (ھ) مرثیہ کی تدریس (و) میرؔ انیس (ز) مرزا دبیرؔ

<u>مثنوی</u> (ا) مثنوی کی تعریف (ب) مثنوی کے موضوعات (ج) مثنوی کی ہیئت اور ساخت یا مثنوی کا فن (د) میر حسنؔ

II نثر

بیسویں صدی کے ادیبوں کی تصانیف کو پڑھکر اُس کے موضوع سے متعلق جانکاری حاصل کریں اور اس کی لفظیات واسلوبِ نگارش کے محاسن اُجاگر کریں۔

<u>داستان</u>

ا۔ داستان کی تعریف

ب۔ داستان کی خصوصیات

ج۔ اردو داستان کی تاریخ

III قواعد

ا۔لفظ کی تعریف اوراُس کی قسمیں

ب۔اسم کی تعریف اوراس کی قسمیں

ج۔ضمیراوراس کی قسمیں

د۔لوازمِ اسم کے تحت واحداورجمع

IV تخلیقی صلاحیتیں

ا۔ذیل میں دیئے گئے کہانی کے نکات پڑھ کر کہانی مکمل کیجئے۔

ب۔ذیل میں دیئے گئے مکالمے کے نکات کوغور سے پڑھئے اور مکالمہ نگاری مکمل کیجئے۔

ج۔مضمون نگاری

نوٹ:۔اس حصے میں متن پر سوالات نہیں پوچھے جائیں گے بلکہ زبان کی صلاحیت پر مبنی سوالات ہوں گے۔۔۔

(حصہ دوم) اُردوزبان کی تدریس کے طریقۂ کار

نمبر	عنوان	عملی کام
V	اُردو زبان کی خصوصیات	
	۔تکلمی اورتحریری زبان	جنس کے تعلق سے کچھ مثالیں
	۔اُردوزبان کا آغازاورارتقااورزبان سکھانے کے قاعدے	دیں۔
	روایات کی پاسداری	
	۔اُردو زبان اورادب کا جمالیاتی شعور	
	زبان اورقواعد کے اصول	
	۔زبان اورسماج	
	۔ زبان سے متعلق ذہنی روّیہ اوراُس کی ترغیب	

- زبان کی شناخت
- زبان اور جنس کے مسائل
- زبان اور اس کا استعمال
- زبان کے ذریعے ایک ذمہ دار شہری بنانا

تعلیمی سرگرمیاں

VI زبان کی تدریس

- صلاحیت ابھارنے والے اسباق
- زبان کی تعلیم اور زبان کے ذریعہ تعلیم
- زبان سے واقفیت اور زبان کا سیکھنا
- مادری زبان پہلی زبان
- مدرسے کو آنے والے طلباء میں زبان کی صلاحیت

طلباء کو تحریری زبان سے متعارف کرانا

زبان کے استعمال اور روزمرہ سے متعلق طلباء کو مثالوں کے ساتھ سمجھانا

ڈرامے کی تدریس

VII لسانیات اور صوتیات

لسانیاتی اور تعلیمی سرگرمیاں

VIII بنیادی اور اعلیٰ صلاحیتیں

سننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا

سننا

عملِ سماعت کے اجزاء

تلفظ

سننے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا

سماعت کی موثر تدریس
سننے کی مشق
بولنا
بولنے کی قسمیں
درس وتدریس کی مہارتیں
تدریسی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی
پڑھنا
خاموش مطالعہ
بلند خوانی
مطالعے کے تدریسی طریقے
لکھنا
تحریر کے اُصول
IX مبنی برعمل اکتساب
عمل کے ذریعے سیکھنے کے مدارج
بنیادی عمل سے سیکھنے کے امدادی اشیاء
مبنی برعمل کی اکتساب کا آغاز
اردو زبان سکھانے کے دوران استعمال ہونے والے نشانات
X سبق کی تدریس کا منصوبہ اور تعلیمی سرگرمیاں سبق کی منصوبہ بندی کی اہمیت
سبق کی منصوبہ بندی کی عمدہ خصوصیات، پہلی جماعت سے چوتھی جماعت تک کی منصوبہ بندی۔۔۔۔۔۔
پانچویں جماعت کے سبق کا منصوبہ
تعلیمی سرگرمیاں

XI اُردو زبان کی تدریسی صلاحیتوں میں اضافہ

تعارف - سیکھنے کے نتائج- مشاہدے کی اہمیت- انعکاسی اظہار- روایتی طریقہ تدریس کا مشاہدہ - عملی اکتسابی طریقہ کار کا مشاہدہ - مشاہدے کا فارم پُر کرنا - مواد کو اکھٹا کرنے کی صلاحیت- حوالہ جاتی کتب- لغات - اُردو کے جدید لُغات - دائرۃ المعارف- متضاد الفاظ - ہم آواز الفاظ- واحد جمع - مذکر مونث - ضرب الامثال مع مطالب- محاورے مع مطالب- محاورے اور مطلب-

خاکے: ا۔ مشاہدے کا فارم- ب۔ مشاہدے کے تاثرات

ج۔ مبنی بر عمل اکتساب کا خاکہ

د۔ روایتی تدریس کا خاکہ

عملی سرگرمیاں

متعلم اساتذہ کی زیر تربیت مدت کے دوران ہر روز اُن کے لئے سیکھنے کا دن ہوتا ہے۔ ہر کلاس میں عملی سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں ۔ان عملی سرگرمیوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے تمام متعلم اساتذہ کو چاہئے کہ وہ عملی سرگرمیوں کو انجام دیں۔ ذیل میں ہر سبق سے مجوزی عملی سرگرمی کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مذکورہ سرگرمیوں کے علاوہ حسب ذیلی سرگرمیوں کو بھی انجام دینا چاہئے۔ جو نصاب میں داخل ہیں۔ متعلم اساتذہ کو مواد کی فراہمی کتابوں کے نام اور ضروری ماخذ کی نشاندہی کرتے ہوئے عملی سرگرمیوں کو انجام دینے میں طلبہ کی رہنمائی کرنی چاہئے۔

حصہ اوّل

ابواب	عملی سرگرمیاں
باب ا	مترنم الفاظ کو یکجا کرنا
نظم	لفظوں کو علیٰحدہ کرنا۔ نظم کے اُصول ظاہر کرنا
	نظم کی شعری اصطلاحات کا مفہوم سمجھانا
	نظم کا مرکزی خیال واضح کرنا

نظم کا تنقیدی تجزیہ کرنا۔ لغات کا استعمال

	نظم کا تنقیدی تجزیہ کرنا۔ لغات کا استعمال
باب II نثر	نظم کو نثر میں ڈھالنا
	ادیبوں کے خیالات کی تحسین کرنا
	تشبیہ اور استعارات کا استعمال، ضرب الامثال اور محاورے ترتیب دینا، لغات کا استعمال
باب III	قواعد کے اُصولوں کو تحریر کرنا۔ - کتب خانہ سے حوالا جاتی کتب کی فہرست تیار کرنا
قواعد	نظم و نثر کے تحت قواعد کے اُصول بتانا۔ اور اُس کے مطالعہ کی نشاندہی کرنا۔
	-اپنے تیار شدہ مشاہدے کی وضاحت کرنا
	لفظوں کا محلِ استعمال۔ ادبی مضامین کو قواعد کے اُصولوں کے تحت واضح کرنا۔
باب IV	مضمون نگاری۔ مضمون کو مکالموں میں ڈھالنا
تخلیقی صلاحیتیں	مکالموں کو اخبار میں ڈھالنا

حصہ دوم

باب V	کہاوتوں کو ترتیب دینا
اُردو زبان کی خصوصیات	بول چال کے الفاظ اور ٹکسالی الفاظ کو ترتیب دینا۔
	علاقائی کہاوتوں اور روایتی محاوروں کو ترتیب دینا۔
	اردو الفاظ کو اکٹھا کرنا اور انکا محل استعمال دوسری زبانوں میں ظاہر کرنا
	الفاظ کی جنس ظاہر کرنا۔ ضمیروں کو اکٹھا کرنا
	دوسری زبانوں کے الفاظ کو ترتیب دینا جو اردو زبان میں مروج ہیں۔ ان کے لئے
	مناسب اردو الفاظ کو تلاش کرنا جیسے تکنیکی۔ ٹکٹ وغیرہ
باب VI	کسی عنوان پر فی البدیہہ تقریر کرنا
زبان کی تدریس	زبان کی ادائیگی اور عملی اظہار
	تدریس کے مختلف طریقوں پر مشتمل ریکارڈ تیار کرنا

	زبان کی تجربہ گاہ کا نقشہ ترتیب دینا
باب VII	علم صرف، علم نحو، علم معانی کے حوالے سے عملی لسانیات اور صوتیات کے
عملی لسانیات اور صوتیات	ماخذ کا ریکارڈ تیار کرنا
باب VIII	بچوں کے لئے کہانیاں اور گیت ترتیب دینا
بنیادی اور اعلیٰ صلاحیت	کلاس میں مخصوص عنوانات پر مکالمہ اور لسانی کھیل ترتیب دینا۔
	لسانی کھیلوں پر مشتمل ریکارڈ تیار کرنا۔ زبان توڑ جملے
	گیت گانا۔ خبریں پڑھنے کی مشق کرانا
	جذبات کے اظہار کے ساتھ کہانیاں کہنا۔ روزنامچہ (ڈائری) لکھنا
	روزانہ کی کاروائیوں کا ریکارڈ تیار کرنا
	سننے (سماعت) اور لکھنے (تحریر) کے لئے اقتباس تیار کرنا۔
باب IX	مبنی بر عمل اکتساب (ABL) کے کارڈس تیار کرنا
مبنی بر عمل اکتساب	حروف تہجی کے اعتبار سے الفاظ ترتیب دینا۔
	ہمہ جہتی تدریس کے لئے سبق کی منصوبہ بندی کرنا
	تصویری آلبم تیار کرنا۔ اشتہار تیار کرنا
باب X	سبق کے منصوبہ کا ریکارڈ تیار کرنا
سبق کی تدریس کی	تدریسی نوٹس کا ریکارڈ تیار کرنا
منصوبہ بندی	تدریسی اور اکتسابی مواد تیار کرنا
اور تعلیمی سرگرمیاں	اکتسابی گوشوں کا نقشہ تیار کرنا
باب XI اُردو زبان	متضاد الفاظ، ہم معنی الفاظ، ہم صوتی الفاظ، تشبیہات، محاورے، ضرب الامثال مع
کی تدریسی	مطالب کا ریکارڈ تیار کرنا
صلاحیتوں میں اضافہ	نمونے کے فارم پُر کرنا

فہرستِ مضامین

باب

صفحہ نمبر

حصّہ اوّل
اُردو زبان کی صلاحیتیں

I نظم

II نثر

III قواعد

IV تخلیقی صلاحیتیں

حصّہ دوّم
اردو زبان کی تدریس کے طریقۂ کار

V اُردو زبان کی خصوصیات

VI زبان کی تدریس

VII لِسانیات اور صوتیات

VIII بنیادی اور اعلیٰ صلاحیتیں

IX مبنی بر عمل اکتساب

X سبق کی تدریس کا منصوبہ اور تعلیمی سرگرمیاں

XI (i) اردو زبان کی تدریسی صلاحیتوں میں اضافہ

(ii) متضاد الفاظ

(iii) ضرب الامثال مع مطالب

(iv) محاورے مع مطالب

(v) خاکے

(vi) سوالات کے پرچے کا خاکہ

(vii) سوال کا پرچہ

(viii) ضمیمہ

(ix) کتابیات

سالِ اوّل

حصّہ اوّل۔اُردو زبان کی صلاحیتیں

باب ۱ نظم ۔I-Poetry

شاعری

شاعری ایک ذوقی اور وجدانی چیز ہے۔ذیل میں کچھ اشارات درج کیے جاتے ہیں۔جن کی مدد سے اس کا مفہوم کسی حد تک ذہن میں جا گزین ہو سکے گا۔

۱۔ شاعری۔نام ہے انسانی تجربات خیالات اور جذبات کے اظہار کا۔

۲۔ شاعری۔کہتے ہیں موزوں الفاظ میں حقائق کی تصویر کشی کو۔

۳۔ بقول میتھو آرنلڈ- شاعری، زندگی کی تفسیر ہے اور تفسیر یا ترجمانی میں شعریت اس وقت پیدا ہوتی ہے۔جب اس میں تخیّل اور جذبات دونوں موجود ہوں۔

۴۔ شاعری۔ادب کی سب سے زیادہ مقبول صورت ہے۔

۵۔ بقول شیلے۔شاعری، تہذیب، آئین اور مختلف علوم وفنون کا سر چشمہ ہے۔

۶۔ شاعری۔موزوں الفاظ میں جذباتِ قلبی کے اظہار کا نام ہے۔

۷۔ سر فلپ سڈنی کا قول ہے کہ شاعری جملہ علوم وفنون کی دایہ ہے۔

۸۔ بقول کیٹس۔شاعری ہمیں انتہائی درجہ کی حیرت سے ہم آغوش کر دیتی ہے۔

۹۔ بقول شبلی۔شاعری وہ فن ہے جس کی بدولت شاعر دوسروں کے جذبات اور احساسات برانگیختہ کر سکتا ہے۔

۱۰۔ شاعری وہ ملکہ فطری ہے جس کی بدولت ایک شخص معمولی سی بات کو ایسے مؤثر اور دلکش انداز میں ادا کر سکے۔جسے سن کر ہر صاحب دل بے اختیار تڑپ اُٹھے۔اور وہ شعر بلا کوشش اس کے صفحۂ دل پر نقش ہو جائے مثلاً ایک عاشق جو شاعر نہیں ہے، معشوق سے اپنے اتصالِ روحانی کی کیفیت زیادہ سے زیادہ ان لفظوں میں بیان کرے گا۔

”آپ میری حقیقت ہیں“

لیکن ایک شاعر اسی بات کو (جسے سُن کر سامع پر کوئی کیفیت طاری نہیں ہوئی) اس دلکش انداز میں ادا کر دے گا۔

کہئے کہ اب میں اپنی حقیقت کو کیا کہوں
جو سانس لی وہ آپ کی تصویر ہوگئی

ا۔غزل کی تعریف: غزل سے مراد، شعروں کا وہ سلسلہ ہے جو

ا۔ ایک ہی ردیف، قافیے اور بحر میں کہے گئے ہوں۔
۲۔ معنیٰ اور کیفیت کے لحاظ سے ہر شعر مکمل ہو۔
۳۔ طرزِ احساس اور اندازِ بیان کے اعتبار سے داخلیت سے عبارت ہو۔
۴۔ مخصوص لفظیات اور علامتوں میں لکھے گئے ہوں۔

غزل ہماری شاعری کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔غزل اردو شاعری کی آبرو ہے۔ ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب میں ڈھلی ہے۔دونوں کو سمت ورفتار، رنگ وآہنگ وزن ووقار ایک دوسرے سے ملا ہے۔یہی سبب ہے کہ ہماری تہذیب کی روح غزل میں اور غزل کی روح ہماری تہذیب میں بے نقاب نظر آتی ہے۔

اردو غزل کی ڈھائی سوسالہ روایت میں ہماری زندگی کا قافلہ جن راہوں سے بھی گذرا ہے ہماری تہذیب جن منزلوں سے بھی روشناس ہوئی ہے اس کی سچی اور صحیح تصویر ہماری غزل میں ملتی ہے۔اسی عرصے میں ہم نے جو کچھ بھی محسوس کیا ہے، جو کچھ بھی سوچا ہے، جو تصورات بھی قائم کئے ہیں، جن نظریات کی بھی تشکیل کی ہے، ان سب کی صحیح آئینہ داری جیسی غزل نے کی ہے۔شاید ہی کسی اور صنف ادب نے کی ہو۔

اصطلاحی معنوں میں غزل کو وارداتِ قلبی اور کیفیاتِ عشق کا نام دیا جاتا ہے۔غزل کی شاعری بڑی حد تک داخلی شاعری ہے یعنی شاعر اپنے موضوع کی تلاش خود اپنی ذات میں کرتا ہے۔غزل میں حد درجہ کی درون بینی پائی جاتی ہے۔یعنی غزل گو شاعر جو کچھ کہتا ہے وہ دل کی گہرائیوں سے کہتا ہے، اسی لئے غزل کے اندرونی تجربوں کے دل کش انداز کے اظہار کا نام ہے۔

ب۔ غزل کا موضوع: غزل کا سب سے اہم موضوع عشق ہے تمام غزل گو شعراء نے عشق ہی کی کیفیت کا بیان کیا ہے، مگر ہر شاعر کی افتادِ طبع، طرزِ فکر اور وارداتِ قلبی کی نوعیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔اسی لئے موضوع

کی یکسانیت کے باوجود ہر شاعر کا رنگ دوسروں سے جدا ہوتا ہے۔ حسرؔت موہانی، فانؔی بدایونی، اصغؔر گونڈوی اور جگر مرادآبادی چاروں غزل گو شاعر ہیں لیکن ہر ایک کا اسلوب بیان الگ ہے ۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

غزل کا سب سے اہم عنصر اس کا ایہام و اجمال ہے اور غزل کی یہی جان ہے ایہام کو رمز و ایما بھی کہتے ہیں ۔ کیونکہ غزل میں حسن و عشق کی داستان ایمائی انداز میں بیان کی جاتی ہے۔ چونکہ غزل میں تفصیل یا توضیح کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لئے شاعر مجبور ارمز وایما سے کام لیتا ہے۔ غالب کہتے ہیں۔

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام
چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

ج۔ غزل کی ہیئت اور ساخت یا غزل کا فن:

غزل چونکہ داخلی صنف سخن ہے اور اس میں شاعر زیادہ تر کیفیات عشق اور واردات قلبی کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس لئے غزل کی شاعری بعض اوقات غیر شعوری طور پر فلسفیانہ اور متصوفانہ شاعری بن جاتی ہے۔ چنانچہ بیدؔل، خواجہ میر دردؔ، غالبؔ، اقبالؔ اور اصغؔر کا کلام اس حقیقت پر شاہد عادل ہے۔ اسی لئے ناقدین فن کا نظریہ ہے کہ غزل شاعری کی شریف ترین اور پاکیزہ ترین صنف ہے۔ غزل کی دلکشی کا دارومدار زیادہ تر انداز بیان پر ہے۔ اسی کو طرفگی ادا بھی کہتے ہیں اسی انداز بیان کی بدولت غزل میں تغزل پیدا ہوتا ہے۔ جس کو بلاشبہ غزل کی روح کہہ سکتے ہیں۔ غزل اور تغزل لازم وملزوم ہیں۔ اگر غزل میں تغزل نہ ہوتو وہ جسم بے روح سمجھا جائے گا جسے "موج زندگی" بھی کہتے ہیں۔ وہ اسی تغزل کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔

اصغؔر غزل میں چاہئے وہ موج زندگی
جو حسن ہے بتوں میں جو مستی شراب میں

غالبؔ نے غزل میں محبوب کو بلائے جان قرار دیا ہے۔ اور اس کی شاعرانہ نظر نے اس کو تین اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

یہی تینوں اجزاء تغزل کے اصلی عناصر ہیں غزل محبوب سے اور محبوب کی گفتگو ہے۔ اس کی خوبی تاثیر میں منحصر ہے کیونکہ انسان کی ہر بات کا مقصد یا تو اطلاع دینا ہے یا اثر پیدا کرنا ہے، اول الذکر مقصد کے لئے نثر کافی ہے۔ لیکن آخر الذکر مقصد کے لئے شاعری وجود میں آئی اس لئے شعر کا سرمایہ تاثیر کے خمیر سے بنتا ہے۔

غزل میں اشعار کی تعداد زیادہ سے زیادہ اکیس ہوتی ہے اور کم سے کم غزل میں پانچ شعر ہوتے ہیں۔ غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔ جس میں دو مصرعے قافیہ اور ردیف کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

درد منت کش دوا نہ ہوا

میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

مطلع کے دونوں مصرعے ہم وزن ہوتے ہیں اور ان میں قافیہ اور ردیف کی پابندی کی جاتی ہے غزل میں قافیہ ہم وزن الفاظ کو کہتے ہیں جو غزل کے ہر دوسرے مصرعے میں لائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مذکورہ شعر میں لفظ دوا اور برا قافیہ ہیں۔ اسی طرح غزل کے ہر دوسرے مصرعے میں قافیہ اسی وزن پر لایا جاتا ہے۔ جیسے یہ شعر

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو

اک تماشا ہوا گلہ نہ ہوا

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں

تو ہی جب خنجر آزمانہ ہوا

ان اشعار میں گلہ اور آزما قافیہ ہیں اور جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ قافیے غزل کے ہر دوسرے مصرعے میں لائے جاتے ہیں۔ غزل میں قافیہ کے بعد جو الفاظ آتے ہیں ان کو ردیف کہا جاتا ہے۔ ردیف وہ مکرر الفاظ ہیں جو پوری غزل میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ مثلاً

درد منت کشِ دوا نہ ہوا

میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

اس شعر میں قافیہ کے بعد 'نہ ہوا' کے الفاظ دہرائے گئے ہیں اور پوری غزل میں بلا کسی تغیر کے 'نہ ہوا' کی ردیف استعمال ہوتی ہے۔

غزل میں جہاں شاعر کا تخلص استعمال ہوتا ہے۔اس شعر کو مقطع کہیں گے۔ مقطع کے معنی ہیں کاٹ دینے کے یعنی مقطع کے بعد غزل ختم ہوجاتی ہے۔عموماً شاعر حضرات اپنی غزلوں میں تخلص غزل کے آخری شعر میں استعمال کرتے ہیں۔مثال کے طور پر غالبؔ کا یہ مقطع ملاحظہ کیجئے۔

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالبؔ غزل سرانہ ہوا

اگر ایک غزل میں ایک سے زیادہ مطلع کے شعر استعمال ہوں تو ایسی غزل کو ذوالمطلعین کہتے ہیں۔

د۔ غزل کی تدریس: غزل کا لفظ عربی ہے اور عشق و رومان کے معاملات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔عربی قصیدہ کے اسی ابتدائی حصّے کو غزل (یا تشبیب) کہا جانے لگا جس میں عشق اور شباہیات کے مضمون باندھے جاتے ہیں۔ اور شاعر محبوبہ کے ساتھ گذارے ہوئے لمحوں کو یاد کرتا تھا۔جب عربی قصیدہ ایران پہنچا اور فارسی میں اسی طرز پر قصیدے لکھے جانے لگے تو کچھ ہی دنوں میں قصیدے کا یہ حصہ ایک علٰحدہ صنف ہی بن گیا اور عشقیہ مضامین کے لئے مخصوص ہوگیا۔اس کی اپنی علامتیں اور لفظیات وضع ہونے لگیں اور غزل ایک مستقل صنف بن گئی۔

غزل کی مخصوص لفظیات اور تمثیلی علامتیں اس کی کمزوری بھی ہیں اور اس کی طاقت بھی۔اسی لئے غزل پڑھاتے وقت یہ بات بار بار واضح کرنی چاہئے کہ غزل کی علامتوں کو لغوی معنی میں سمجھنا بڑی غلطی ہے۔گل کے معنی یہاں محض گلاب کے پھول کے نہیں ہیں۔اسی طرح بلبل کے معنی کسی پرندے کے نہیں ہیں بلکہ ان علامتوں کے پیچھے زیادہ گہری حقیقتیں چھپی ہوئی ہیں اور گل و بلبل کی علامتوں کے ذریعے انسانوں کے باہمی رشتوں کی کہانیاں بھی کہی گئی ہیں اور سیاست کی چیرہ دستیوں کا بیان بھی ہوا ہے۔

غزل کی بلند خوانی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی بتانی ہوگی کہ غزل چھوٹی چھوٹی تصویروں سے مرقع سجانے کا آرٹ ہے۔اس لئے غزل کے لفظ کی آڑ میں معنی، مفہوم اور کیفیت کی پوری دنیا چھپی ہوتی ہے۔اردو غزلوں کا پورا سرمایہ صرف عشق و عاشقی کے مضامین یا گل و بلبل کے قصوں ہی سے بھرا ہوا ہے اور اس میں سنجیدہ فکر کی کمی ہے یہ اور بات ہے کہ اس پیرائے کو اختیار کرلیا گیا ہے مگر باتیں ہر طرح کی ادا ہوئی ہیں۔ اخلاق، سیاست، فلسفہ، انسانی رشتوں کی پیچیدگیاں، روزمرہ کی زندگی کی جھلکیاں، زبان کے چٹخارے، گفتگو کی چاشنی، نشاط، زیست اور غم روزگار، سبھی کچھ ان علامتوں میں

ڈھالا گیا ہے۔ شرط ہے تو صرف اتنی کہ آہنگ داخلی رہے اور ذاتی احساس اور نجی سرگذشت کے لہجے میں سما جائے اور غزل کا پیرایۂ اظہار مجروح نہ ہو۔

اب غزل کی بلند خوانی کے بعد متن کی طرف توجہ کیجئے اسی سلسلے میں اہم بات وہی ہے کہ ہر شاعر کا مرکزی لفظ طے کر لیا جائے اور اسی کو پیش نظر رکھکر شعر کے مطلب کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

اگر کوئی ایسی غزل پڑھانی مقصود ہے جو اخلاق و موعظت اور پند و نصیحت کے مضامین پر مشتمل یا دور جدید کے فکری میلانات کی حامل ہے۔ تو یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ اولاً اور اصلاً غزل کس نوع کے مضامین کے لئے وقف تھی پھر بعد کے شعرا نے ان کو کن اضافوں یا جدتوں کا مورد بنایا اور اب موجودہ دور کے ذہنی و ادبی تحریکات نے اس کو کس تغیرات سے آشنا کیا ہے اگر کسی رجائی شاعر کا کلام زیر تدریس ہے تو رجائیت و قنوطیت کے مسئلے سے تعرض کر کے اردو کلام کے عام مشاہیر انداز کو زیر غور لایا جا سکتا ہے۔ غرض یہ کہ غزل سے متعلق ان گنت امور و سائل ایسے ہیں۔ جن سے ہم رجوع کر سکتے ہیں اور غزل کے اسباق میں تمہیدی پس منظر کا کام لے سکتے ہیں۔

یہاں سب سے پہلے زیر تدریس غزل کی تعارفی بلند خوانی ہونی چاہئے۔ جو بعض حالات میں ایک سے زیادہ مرتبہ بھی کی جا سکتی ہے اور جس کا مقصد ظاہر ہے۔ یہ ہوگا کہ طلباء کو غزل کی نوعیت اور مفہوم کا سرسری اندازہ ہو جائے (بعض اوقات خصوصاً مسلسل غزلوں کے پڑھانے میں بلند خوانی سے پہلے ایک مختصر سی تمہیدی گفتگو بھی ضروری ہوتی ہے۔ جس کی مدد سے غزل کے مرکزی خیال اور بعض دوسرے پہلوؤں کی طرف اشارے کئے جا سکیں اور غزل کی تدریس کے لئے ایک مناسب پس منظر فراہم کیا جا سکے) بلند خوانی کے خصوص میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ غزل یا نظم کی تعلیم میں بلند خوانی کی اہمیت نا قابل بیان ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی نظم یا غزل کے مطالعے سے طلباء جو فائدہ اُٹھائیں گے یا اُٹھا سکیں گے۔ اس کا انحصار دراصل استاد کی بلند خوانی کی نوعیت پر ہے۔

تعارفی بلند خوانی کے بعد اگلا قدم مختلف اشعار کی تشریح کی توضیح ہوگی۔ چنانچہ مطالب کے بارے میں سوالات کئے جائیں اور سوالات و جوابات کے دوران نہ صرف اشعار کے مفہوم کی توضیح کی جائے بلکہ اور ایک ثانوی عمل کے طور پر مشکل الفاظ وغیرہ کی تشریح کچھ اس طرح ہونی چاہئے کہ وہ توضیح مطالب نظم موضوعات اور ہیئتوں کے لحاظ سے اس قدر متنوع اور ہمہ گیر صنف ہے کہ اس کے ساتھ کسی ایک یا چند موضوعات کو مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی کے ہر واقعہ ہر

واردات ہر مہر، ہر جذبہ، ہر احساس ہر کیفیت کو نظم کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔

ذیل میں چند مشہور غزل گو شعراء کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

مرزا غالبؔ (۱۷۹۷ء - ۱۸۶۹ء)

غالبؔ کا اصل نام مرزا اسداللہ بیگ خان تھا۔ مرزا نوشہ عرف تھا۔ اور "نجم الدولہ دبیر الملک اسداللہ خان بہادر نظام جنگ" خطاب تھا۔ باپ کا نام مرزا عبیداللہ بیگ تھا۔ مرزا بیگ کی شادی آگرہ میں مرزا غلام حسین خان کی بیٹی عزت النساء بیگم سے ہوئی تھی۔ انھیں کے بطن سے غالبؔ پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت ۲۷ / دسمبر ۱۷۹۷ء ہے۔

غالب بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کی پرورش ان کے چچا مرزا نصراللہ بیگ خان نے کی۔ لیکن جب وہ آٹھ سال کے ہوئے تو چچا بھی فوت ہو گئے۔ مرزا غالب نے ابتدائی تعلیم آگرہ کے مشہور عالم مولوی محمد معظم صاحب سے حاصل کی۔ مرزا غالبؔ کے اخلاق نہایت وسیع تھے۔ وہ ہر ایک شخص سے جو ان سے ملنے جاتا تھا بہت کشادہ پیشانی سے ملتے تھے۔ اور دوستوں کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے تھے۔

مروت اور لحاظ مرزا غالبؔ کی طبیعت میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔ اگرچہ کہ مرزا غالبؔ کی آمدنی قلیل تھی مگر حوصلہ بلند تھا۔ کوئی بھی سائل ان کے در سے خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ مرزا کی طبیعت میں استقلال تھا اور ذہن میں وسعت اور سمجھ داری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کا حافظہ بھی نہایت قوی تھا۔ غالب کے شعر کہنے کا طریقہ نرالا تھا۔ اکثر وہ رات میں شعر کہا کرتے تھے اور جب کوئی شعر انجام پا جاتا تھا تو کمر بند میں ایک گرہ لگا لیتے تھے۔ اس طرح آٹھ یا دس گرہیں ہو جاتیں تو سو رہتے تھے۔ اور دوسرے دن ان گرہوں کو کھول کر اشعار قلم بند کر لیتے تھے۔ شعر فہمی اور کتاب فہمی میں وہ ایک مستثنیٰ آدمی تھے۔ کیا ہی مشکل مضمون ہو اکثر ایک ہی سرسری نظر میں اس کی تہہ تک پہنچ جاتے۔ حقائق اور معارف کی کتابیں اکثر مطالعہ کرتے تھے اور ان کو خوب سمجھتے تھے۔

مرزا کی تصنیفات: مرزا نے فارسی اور اردو نظم و نثر میں حسبِ ذیل تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ جن کی بدولت انھیں بقائے دوام کی نعمت حاصل ہوئی اور دونوں زبانوں کے ادب میں بیش بہا اضافہ ہوا۔

قسم اوّل (فارسی نثر) ۱۔ پنج آہنگ : یہ کتاب پانچ حصّوں پر مشتمل ہے۔ آہنگ اول میں القاب آداب۔ آہنگ دوم میں مصطلحات ولغات۔ آہنگ سوم میں اشعار منتخب از دیوانِ غالبؔ۔ آہنگ چہارم میں تقاریظ۔

آہنگ پنجم میں مکاتیب۔

قسم دوّم (فارسی نظم) ۱۔کلیات نظم فارسی: مرزا کا فارسی کلام میخانہ آرزو کے عنوان سے ۱۸۴۵ء میں مرتب ہوا۔

۲۔دعائے صباح: عربی زبان میں جو دعاء الصباح، حضرت علیؓ سے منسوب ہے۔ یہ مثنوی جس میں ۱۲۱ اشعار ہیں۔ مرزا کی زندگی میں لکھنوء سے شائع ہوئی تھی۔

۳۔متفرقات غالب: اس میں کچھ خطوط، کچھ نظمیں اور مثنوی باد مخالف جو مرزا نے کلکتہ میں لکھی تھی۔

قسم سوم (اردو نظم): ۱۔ دیوانِ اُردو: مرزا کو دراصل اپنے فارسی کلام پر ناز تھا۔جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

فارسی بیں تا بہ بینی نقشہائے رنگ رنگ

بگذر از مجموعہ اردو کہ بیرنگ من است

لیکن کرشمۂ تقدیر دیکھو کہ ان کی شہرت اسی مجموعہ اردو کی بدولت ہوئی جس کو وہ ''بیرنگ'' کہتے ہیں۔

قسم چہارم (اُردو نثر): ۱۔ عود ہندی: یہ مرزا کے اردو خطوط کا مجموعہ ہے۔ ۲۔اردوئے معلیٰ: یہ بھی ان کے اردو خطوط کا مجموعہ ہے۔ ۳۔ مکاتیب غالبؔ: دربار رامپور سے مرزا کی خط وکتابت بارہ سال تک رہی۔مولانا امتیاز علی خان صاحب عرشی ناظم کتب خانۂ ریاست رامپور نے ان تمام خطوط کو ''مکاتیب غالب'' کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۷ء میں شائع کیا۔

۴۔ نادرات غالبؔ: یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو مرزا نے اپنے دوست منشی بنی بخش حقیر کے نام لکھے تھے۔

۵۔ نکات غالبؔ و رقعات غالبؔ: نکات غالبؔ میں فارسی حرف کے قواعد اردو میں لکھے تھے اور رقعات میں اپنے پندرہ فارسی مکتوب، پنج آہنگ سے منتخب کر کے درج کئے تھے۔

۶۔ قادرنامہ: عارف کے بچوں کے لئے مرزا نے آٹھ صفحہ کا یہ مختصر رسالہ تصنیف کیا تھا۔جس میں خالق باری کی طرز پر فارسی لغات کا مفہوم اردو میں واضح کیا ہے اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

قادر اللہ اور یزدان ہے خدا

ہے نبی مرسل پیمبر رہنما

یہ سچ ہے کہ غالبؔ مسلمانوں میں پیدا ہوئے تھے مگر مذہب کی قبا ان کے جسم پر کبھی موزون نہ ہو سکی تشکیک کا جذبہ رہ

رہ کران کی زندگی کی گہرائیوں سے ابھرتا رہا۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

غالبؔ کی شاعری اور ان کے خطوط میں خدا سے تمسخر اور استخفاف عقائد کا جو رنگ جھلکتا ہے۔ وہ اسی ذہنیت کا نتیجہ یا ثمرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سرمہدی کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ''اگر آدمی بننا چاہے تو منطق اور فلسفہ پڑھ۔ قرآن اور فقہ پڑھ کر کیا کرے گا''۔ ۱۸۶۶ء سے مرزا کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ وفات سے ایک دن پہلے دماغ پر فالج گرا اور اسی بے ہوشی کی حالت میں ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء کو ان کا انتقال ہوا۔

مومن خان مومن

نام مومن خان اور تخلص مومنؔ تھا۔ ۱۸۰۰ء میں محلّہ کوچہ چیلان دہلی میں پیدا ہوئے مومنؔ کے آباواجداد کشمیر سے دہلی آئے۔ طب انکا خاندانی پیشہ تھا۔ ان کے والد کا نام حکیم غلام نبی خان تھا۔ جو اپنے زمانے کے مشہور طبیب تھے۔ مومنؔ ۲۶ برس کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ مومنؔ کی زندگی پر ان کی ذات اور شخصیت پر گہرا اثر تھا۔ تعلیم کا آغاز گھر پر ہوا جب کچھ بڑے ہوئے تو شاہ عبدالعزیز کے مدرسے میں داخل ہوئے اور یہیں عربی کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے اپنے زمانے کے مشہور عالم دین عبداللہ خان علوی سے فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ فن موسیقی میں مہارت کی وجہ سے مومنؔ مشاعروں میں ترنم سے غزل پڑھتے تھے۔ علم ریاضی میں وہ خواجہ نصیر کے علاوہ کسی کو اپنا ہم پلّہ نہیں سمجھتے تھے۔ مومنؔ نہایت نازک مزاج اور خوددار انسان تھے۔ ۵۲ برس کی عمر میں ۱۸۵۲ء میں انتقال ہوا۔ شاعر مومنؔ نے شاہ نصیر سے تلمذ اختیار کیا تھا۔

مومنؔ کی تصانیف میں ''کلیات مومن اردو'' (اس میں غزلیں، قصائد، مثنویاں، قطعات اور رباعیاں شامل ہیں) دیوان فارسی (جو غزلوں، قصائد، مثنویوں اور رباعیات پر مشتمل ہیں۔ مومنؔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اس صنف کو انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے برتا ہے۔ مومنؔ کے اشعار کی بلندی اور خوبی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے ایک شعر ۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مومنؔ کی شاعری کا بنیادی موضوع حُسن و عشق ہے۔ مومنؔ کی غزلیں صنف غزل کے مزاج سے بہت قریب ہیں۔ ان میں روایت کا رچاؤ ہے۔ علامتوں اور اشاروں کی نیرنگی ہے۔ رمزوایما کی فسوں کاری ہے۔ زبان کی سادگی اور بیان کی رنگینی ہے۔ نازک خیالی اور معنی آفرینی، لب ولہجہ کا بانکپن اور آہنگ کی پُر کیف نغمگی نے مل کر ایک ایک حسین اور لطیف امتزاج پیدا کیا ہے۔ کہ یہ غزلیں شاہ کار بن گئی ہیں۔

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا، تمھیں یاد ہو کہ نہ یا دہو

ہجر پردہ نشیں میں مرتے ہیں
زندگی پردہ در نہ ہو جائے

حالِ دل یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

مومنؔ نے غزل کی روایت کو ایک نئے رنگ وآہنگ سے آشنا کیا۔ اور اس نے ایک نئی زندگی پیدا کی۔

جگرؔ مرادآبادی

نام علی سکندر اور وطن مرادآباد تھا۔ ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ جگرؔ نہایت شگفتہ اور رنگیں مزاج آدمی تھے۔ انھیں معاشقہ کا بھی طویل تجربہ حاصل تھا۔ شاعری انھیں ترکہ میں ملی تھی۔ چودہ برس کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا تھا۔ ابتداء میں اپنے والد سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ ان کے بعد داغؔ کو کلام دکھانے لگے۔ جگرؔ کی قدیم شاعری پر سب سے زیادہ اثر داغؔ کا نظر آتا ہے۔ جگرؔ کی شاعری میں کیف، وارفتگی اور بے خودی قریب قریب ہر جگہ ہے۔ جو کلام میں امتیازی شان اور شاعر کے انہاک ذوق وجوش فکر کا پتہ دیتی ہے۔ ان کی آنکھیں حسن کی اداشناس ہیں اور ان کا دل لذتِ عشق کا سرمایہ دار ہے۔ جس کے اثر سے کلام میں رنگینی اور دل کشی کا ایسا اضافہ ہوجاتا ہے جس سے پڑھنے والے پر ایک خاص محویت طاری ہوجاتی ہے۔ جگر کے کلام کی ایک نمایاں خصوصیت سادگی اور روانی ہے۔ وہ ثقیل الفاظ کبھی استعمال نہیں کرتے۔ جو فارسی ترکیبیں کام میں لاتے ہیں وہ عموماً مناسب اور دل نشین ہوتی ہیں۔ جس سے روانی اور لطف میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ محاورات کے برمحل استعمال سے کلام میں برجستگی اور ایک خاص مزہ پیدا کرنے میں جگرؔ کو ایک اچھا سلیقہ

حاصل ہے۔

جگر کی شاعری ایک زندہ و بیدار دل کی آتش فشانیوں سے بھری پڑی ہے۔ان کے کلام میں جوش بیان، جدّت ادا، حُسن خیال، شدّت احساس، تخلیل اور سوز واثر کے علاوہ ایک ایسی دلآویز اور مسحور کن نغمگی اور غنائیت موجود ہے۔ جو انہیں دوسروں سے ممتاز بناتی ہے۔ان کے غزلوں کے ترنم کی اساس اُس والہانہ پن پر ہے۔جس کی تعبیر عشق اور رومان کے ملے جلے جذبات سے ہوتی ہے۔انہوں نے اپنی غزلوں میں الفاظ صوت، ردیف اور قافیے کی جھنکار، شعری فضا اور خیال کی تابناکی کے ساتھ ساتھ زمانے کے راگ ورنگ اور چلن سے جو نغمگی اور ترنم پیدا کیا ہے۔وہ مجموعی طور پر کانوں سے سُننے کا نغمہ نہیں ہے۔بلکہ محسوسات کے ساتھ دل میں اتر جانے والا نغمہ ہے۔ جگر کی شاعری اور شخصیت کی اُن کی حیات ہی میں کافی قدر ہوئی۔مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے انہیں ڈاکٹر کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ساہتیہ اکاڈمی نے ان کے کلام پر پانچ ہزار روپے کا انعام عطا کیا۔ جگر کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہوا۔جگر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں
آئے تھے دل کی پیاس بجھانے کے واسطے
اک آگ سی وہ اور لگا کر چلے گئے

حسرت موہانی

سید فضل الحسن نام اور حسرت تخلص تھا لیکن بہت کم لوگ ان کے نام سے واقف ہیں۔چنانچہ ایک جگہ خود فرماتے ہیں۔

جب سے کہا عشق نے حسرتؔ مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

ان کا وطن موہان (ضلع) تھا لہٰذا حسرت موہانی مشہور ہوگئے۔ان کی پیدائش موہان میں 1881ء میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم گھر پر۔اعلی تعلیم کے لئے علی گڑھ آئے اور بی۔اے۔کیا شعروادب کے ساتھ ساتھ حسرت کو سیاست سے بھی کافی دلچسپی رہی اور اُنھوں نے علی گڑھ کی سیاست میں حصّہ بھی لیا۔یونیورسٹی کے انتظامیہ کی ناخوشی نے حسرت پر بار عتاب نازل کیا۔حسرت نے تسلیم کو اپنا اُستاد بنایا۔تسلیم کے اُستاد نسیم اور نسیم مومنؔ کے شاگرد تھے۔حسرتؔ نے

سلسلہ پر ہمیشہ ناز کیا ہے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

حسرتؔ تری شگفتہ کلامی پر آفرین
یاد آگئیں نسیمؔ کی رنگین بیانیاں

حسرتؔ یہ وہ غزل ہے جسے سن کے سب کہے
مومنؔ سے اپنے رنگ کو تو نے ملا دیا

حسرتؔ شاعر و ادیب اور سیاستدان ہیں بے باکی اور صاف گوئی اُن کے مزاج کا حصّہ ہے۔ شاید اس لئے کسی سیاسی پارٹی نے اُنھیں برداشت نہیں کیا۔ لیکن اُنھوں نے اپنا راستہ نہیں چھوڑا۔ علی گڑھ کے اس مردِ مجاہد نے مکمل آزادی کی قرار داد پیش کرنے کی جرأت کی تھی۔ حسرتؔ جنگِ آزادی کے نڈر سپاہی تھے اور ان کی کھری باتیں اپنی حکومت کو بھی ناگوار گذرتی تھیں۔ حسرتؔ نے نظمیں لکھیں لیکن بنیادی طور پر وہ غزل گو تھے۔ اُس زمانہ میں حالیؔ اور دیگر لوگوں کے غزل پر سخت اعتراضات کے باوجود حسرتؔ کی نظر اس صنف سخن پر ٹھہری۔ حسرتؔ کی شاعری میں اساتذہ کا رنگ نظر آتا ہے۔ مگر اُن کی اپنی آواز ہے وہ حُسن کے پرستار اور عاشق مزاج ہیں اور اُن کا عشق خالص عشق مجازی ہے۔ اُن کی شاعری کا سب سے جاندار پہلو عشق ہے اُن کی حُسن پرستی کی حد کوئی حسین و جمیل چہرہ نہیں ہے بلکہ اُنہوں نے خوبصورت الفاظ، دلکش تراکیب اور مترنم بحروں کو بھی ایک عاشق کی نظر سے دیکھا ہے۔ حسرت موہانیؔ کا انتقال ۱۲ر مئی ۱۹۵۱ء کو ہوا۔

مثنوی

مثنوی کی تعریف: مثنوی کا مادّہ ثنیٰ یا ثنا ہے اور عربی میں ثنا ان چار دانتوں کو کہتے ہیں جو دو اوپر اور دو نیچے الگ الگ دوسرے دانتوں کی بہ نسبت بڑے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے مثنوی کے ہر شعر کے قافیے الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس صنف شاعری کو مثنوی کا نام دیا گیا۔ اس طرح مثنوی کا ہر شعر ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے۔ مثنوی وہ صنف ہے جس میں داخلیت اور ہار جیت کی دوری مٹ جاتی ہے۔ داستانی عنصر کی وجہ سے واقعہ کا بیان اور عشق کی وجہ سے جذبے کا اظہار مثنوی کی صنف میں اہم اجزاء قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اسی کی بنا پر اس کی مختصر ترین تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ مثنوی ایک طرح کی منظوم داستان ہوتی ہے۔ وہ داستان جو عشق کے جذبے پر مبنی ہو۔

مثنوی اردو شاعری کی چار بڑی مقبول اصناف میں سے ایک ہے۔مثنوی ایک طویل نظم ہوتی ہے۔جس میں کئی ہزار اشعار تک ہو سکتے ہیں۔مثنوی میں عام طور پر کوئی داستاں یا قصہ بیان کیا جاتا ہے۔اردو کی پرانی شاعری میں داستان ہی کی طرح مثنوی کو بڑی مقبولیت حاصل تھی۔مثنوی وہ صنف ہے۔جس میں داخلیت اور خارجیت کی دوئی مٹ جاتی ہے۔داستانی عنصر کی وجہہ سے واقعہ کا بیان اور عشق کی وجہ سے جذبے کا اظہار مثنوی کی صنف میں اہم اجزاء قرار دیئے جاسکتے ہیں۔اسی کی بناء پر اس کی مختصر ترین تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ مثنوی ایک طرح کی منظوم داستان ہوتی ہے۔وہ داستان جو عشق کے جذبے پر مبنی ہو۔

ب۔مثنوی کے موضوعات:

چونکہ مثنوی ایک طویل قصہ ہوتا ہے اور ایک خاص زمانے سے متعلق ہوتا ہے۔اس لئے علاوہ مناظر کے مقامات کا بیان،افرادِ قصہ کے حالات وکردار اسی مقام کے رسم ورواج۔عوام وخواص کی زبان،لباس،طرز رہائش،معاشرت،پیشے سبھی کا بیان تفصیل سے ہوتا ہے۔ان سب کو بیان کرنے کے لئے زبان وبیان پر بڑی قدرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے مثنوی کی بڑی کامیابی یہ ہے کہ ہر بیان حقیقت سے قریب فطری اور قدرتی ہو مبالغہ اور لفظی صناعی مثنوی میں اگر کثرت سے ہوگی تو اس کے حسن میں فرق آجائے گا۔سب سے اہم چیز واقعہ نگاری اور تاثیر ہے۔اگر مثنوی کو مختلف اور متنوع خارجی موضوعات کے لئے برتا جائے یا عشقیہ داستان کے بیان میں محض واقعات کے بیان کو تمام تر اہمیت تفویض کردی جائے تو اس سے مثنوی کا اصل مزاج مجروح ہوتا ہے۔کیونکہ کسی صنف کے وجود کا راز محض اسی بات میں ہے کہ وہ انسانی شخصیت کے کسی خاص پہلو کو دوسری اصناف کی بہ نسبت بہتر طریقے سے سامنے لاسکتی ہے۔

قدیم دور کی مثنوی میں ایک طرف مذہبی مسائل پند ونصائح،وعظ وموعظت،رموز تصوّف وغیرہ نظر آئیں گے۔تو دوسری طرف حُسن وعشق کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتی ہوئی مثنویاں ملیں گی۔مثنوی میں موضوع کی بھی کوئی پابندی یا قید نہیں ہے۔معمولی سی معمولی چیز اُس کا موضوع بن سکتی ہے۔مرزا سوداؔ کی لاٹھی ہو یا میرؔ کا گھر حامد اللہ افسر کے گھر کا صحن کا نیم ہو یا دیا شنکر نسیم کی شہزادہ تاج الملک اور بکاؤلی کی داستان عشق یا میر تقی میرؔ کے شکارنامے۔مثنوی کے مضامین میں بڑی وسعت اور ہمہ گیری ہے پھر بھی مثنویاں زیادہ تر ان مضامین سے وابستہ ملتی ہیں۔

مذہبی: مذہب ہمارا اُوڑھنا بچھونا ہے ہم اُسی کی اشارے پر چلتے ہیں۔انھیں نماز کی فضیلت اور اُس کے اُصول سکھانا۔

مذہبی درویشوں اور بزرگانِ دین کے پند و نصائح بتانا۔

اخلاقی: اخلاقیات کا رشتہ اگرچہ مذہب سے ہے لیکن اُردو میں ایسی مثنویاں ملتی ہیں جو بین الاقوامی اخلاقیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ جھوٹ بولنا اور ان پڑھ رہنا ہر قوم اور ہر مذہب میں بُرا ہے۔

عشقیہ: مثنویوں کا بہت بڑا حصہ عشقیہ داستانوں پر مشتمل رہا ہے۔ مرزا شوق کی زہرِ عشق۔ میر حسؔن کی سحر البیان۔ میرؔ کی شعلۂ عشق۔ دیا شنکر نسیم کی گلزارِ نسیم وغیرہ۔

رزمیہ: اردو میں مرثیوں میں شہدائے کربلا کے بے مثال شجاعانہ کاموں کی ستائش ملتی ہے۔ جنگ کے منظر فوجوں کی آمد و رفت اِدھر اُدھر کوچ کرنا۔ شمشیر زنی اور تیر زنی اور نیزہ بازی کے بڑے خوشنما خاکے پیش کیے گئے ہیں۔

ہجویہ: شاعر ایسے لوگوں کی ہجو کرنے پر آمدہ ہو جاتا ہے جو صحیح معنوں میں نا اہل ہیں۔ میرؔ کی کئی ہجویہ مثنویاں خصوصاً ہجو آکول۔ ہلاس رائے۔ انشاؔ کی در ہجو گیاں چند ساہوکار وغیرہ۔

واقعاتی: جس میں شاعر اپنے ذاتی حالات اور واردات یا گرد و پیش کے واقعہ کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس ضمن میں میرؔ کی مثنویوں کو بڑی فوقیت حاصل ہے۔ خصوصاً وہ مثنویاں جو شکارناموں کے عنوان سے انھوں نے نواب آصف الدولہ کے شکارنامے لکھے ہیں۔ صحرائی فضا، جانوروں کی کلیلیں، درختوں کا جھرمٹ، پھولوں کی بہار، نواب بہادر موصوف کے خیموں اور ملازمین وغیرہ کے نہ صرف خوبصورت بلکہ حقیقی بیانات دیئے ہیں۔ ہمارے یہاں کے موسموں میں برسات کا موسم سچ پوچھئے تو بہار کا موسم ہے۔ مولانا حالؔی کی برکھارُت، مرزا سوداؔ کی درِ شکایت موسمِ گرما اور زمستان، بارانِ رحمت کبھی کبھی زحمت بن جاتی ہے۔ اگر اس زحمت کی سچی اور بھرپور تصویریں دیکھنا ہو تو میرؔ کی مثنوی در مذمت برشگال ہے۔

ابر رحمت ہے یا کہ زحمت ہے ایک عالم غریقِ رحمت ہے
بوند تھمتی نہیں ہے اب کے سال چرخ گویا ہے آب در و بال
جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہیں یاں سو پرنالے چلتے دیکھے ہیں

وطنی اور قومی: اس قسم کی بے شمار نظمیں ہیں مگر ان کی ہیئت مثنوی کی نہیں ہے۔ اس قسم کی مثنویاں لکھنے کا خیال اُس وقت سے پیدا ہوا جب ہندوستانیوں میں ہوم رول اور حصولِ آزادی کے جذبات بیدار ہوئے اور فرقہ وارانہ فسادات ہونے لگے۔ مولانا حالؔی کی مثنوی ''حُبِ وطن'' ہے۔ اس مثنوی میں مولانا حالؔی نے اپنے وطن اور اہل و عیال کی یاد میں کڑھنے ہی

کو وطن کی محبت نہیں ٹھہرایا بلکہ حُبِ وطن سے ان کا منشا یہ ہے۔

قوم سے بڑھ کے جان تک عزیز نہ ہو   قوم سے بڑھ کے کوئی چیز نہ ہو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ   ورنہ کھاؤ پیو اور چلے جاؤ

مثنوی کی ہئیت اور ساخت یا مثنوی کا فن:

مثنوی کی تعمیری تشکیل میں اس کے مخصوص موضوع اور مزاج کے علاوہ اس کی مخصوص ہئیت کو بھی مساوی اہمیت حاصل ہے۔ مثنوی کے لغوی معنی ہیں۔ ''دو دو'' یا ''دو جز والی چیز'' یعنی اسی کا مفہوم ہے۔ ''دوہرا کرنا'' اس سے واضح ہوتا ہے کہ ظاہری ہئیت کے لحاظ سے مثنوی ایک ایسی شعری تخلیق ہے جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں۔ یعنی ہر شعر کا قافیہ پچھلے شعر کے قافیے سے مختلف ہو مثلاً دیا شنکر نسیم کی مثنوی ''گلزار نسیم'' سے چند شعر ملاحظہ ہوں

پوچھا پریوں سے کچھ خبر ہے   شہزادی بکاولی کدھر ہے
منہ پھیر کے ایک مسکرائی   آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی
چتون کو ملا کے رہ گئی ایک   ہونٹوں کو ہلا کے رہ گئی ایک

مثنوی میں ردیف کا استعمال نسبتاً کم ہوتا ہے ایک اندازے کے مطابق ہر مثنوی میں دس فی صد ہی اشعار مردف ہوتے ہیں اور باقی غیر مردف۔ اوپر دی ہوئی مثال میں تین میں سے دو اشعار مرڈف ہیں اور ایک غیر مرڈف پہلے شعر میں ''ہے'' ردیف ہے۔ قافیے ''خبر اور کدھر'' ہیں۔ تیسرے شعر میں ردیف ''کے رہ گئی ایک'' ہے اور قافیے ''ملا'' ''ہلا ہیں'' اور دوسرا شعر غیر مردف ہے۔ مثنوی کا ایک اہم جز واقعہ نگاری ہے جب شاعر کو اپنے کرداروں کی حیثیت اور ان کے آپس کے تعلقات کو نمایاں طور پر واضح کرنا ہوتا ہے۔ تو یہیں پر شاعر کو موقع ملتا ہے۔ جہاں وہ انشاء پردازی کے جوہر دکھاتا ہے۔ حالؔی نے مثنوی کے لئے جن چند چیزوں کو لازمی قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

1. ربط کلام کا خیال رکھنا خصوصاً اس وقت جب کے مثنوی میں کوئی قصہ مذکور ہو۔
2. جو قصہ مثنوی میں بیان کیا جائے۔ اس کی بنیاد ما فوق العادت اور غیر ممکن باتوں پر نہ رکھی جائے۔
3. مبالغہ کو اہل بلاغت نے صنائع معنوی میں شمار کرلیا ہے۔ مگر اس قدر نہ ہو کہ کلام کو بے قدر و سبک بنادے۔
4. مقتضائے حال کے موافق کلام کا پیش کرنا خصوصاً جب کوئی قصہ بیان کرنا مقصود ہو۔

5. جو حالت بیان کی جائے وہ لفظاً اور معناً عادت کے موافق ہو۔

6. قصہ میں اس بات کا لحاظ رکھنا کہ ایک بیان دوسرے بیان کی تکذیب نہ کرے۔

7. اہم واقعات جن پر قصہ کی بنیاد رکھی گئی ہے نہایت صراحت سے بیان کرنا۔ اسی طرح ضمنی باتوں کو رمز و کنایہ میں ادا کرے۔

میر حسنؔ

اردو شاعری کے عہد زرین کے ایک اہم شاعر میر حسنؔ جن کا پورا نام غلام حسن تھا، دلی میں پیدا ہوئے اور تعلیم و تربیت بھی وہیں پر ہوئی۔ ان کے والد کا نام میر غلام حسن تھا۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی غربت میں گذاری۔ زندگی میں کئی عشق بھی کیے۔ ان کے ہاں تصوف اور رومانیت ملتی ہے۔ میر حسنؔ کی اردو شاعری کا آغاز فیض آباد میں ہوا۔ انہوں نے غزلیں کہیں، قصیدے لکھے میر حسن کو زندہ جاوید نہ تو غزل نے کیا اور نہ ہی قصیدے نے۔ بلکہ مثنوی میر حسنؔ کی حیات جاودانی کی باعث ہے۔ مثنوی ''سحر البیاں'' جیسا شاہکار میر حسنؔ کی جدتِ طبع کا نتیجہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۷۸۵ء میں آصف الدولہ کے عہد میں تصنیف ہوئی۔ اس مثنوی کی وجہ سے میر حسنؔ کو اردو شاعری میں بہت اہم اور عظیم مرتبہ ملا ہے۔ یوں تو میر حسنؔ نے کُل بارہ مثنویاں لکھی ہیں۔ لیکن ''سحر البیان'' اردو شاعری میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ یہ صرف میر حسنؔ کا ہی نہیں بلکہ اردو کا زندہ جاوید شاہکار ہے۔

''سحر البیان'' اپنے بیان کی صفائی اور سلاست کے ساتھ وہ تمام شاعرانہ خوبیاں جیسے منظر نگاری، کردار نگاری جذبات نگاری، تسلسل بیاں، بیان کی چستی، طرز اظہار کی رعنائی روزمرہ اور محاورے کی خوبی شامل ہیں۔ ''سحر البیان'' میر حسنؔ کی آخری عمر کی تخلیق اور ایک ایسا فن پارہ ہے جو اس سے پہلے نہ اس طور پر لکھا گیا اور نہ اس کے بعد اس طور پر کوئی مثنوی لکھی گئی۔

جو مصنف سنیں گے کہیں گے سبھی — نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی
نہیں مثنوی ہے یہ ایک پھلجھڑی — مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی
نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں — نہیں مثنوی ہے یہ ''سحر البیان''
رہے گا جہاں میں میرا اس سے نام — کہ ہے یادگارِ جہاں یہ کلام

دنیا اور زمانہ بہت بدل گیا ہے، سوچنے کے انداز اور عشق کے تصور میں بھی تبدیلی آگئی ہے لیکن میر حسنؔ کی مثنوی ''سحر البیان'' جس میں شہزادے بے نظیر اور شہزادی بدر منیر کی عشق کی داستان بیاں کی گئی ہے۔آج بھی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔اس مثنوی میں ۲۱۷۹ اشعار ہیں اور اس میں وہ تمام خصوصیات یکجا ہوگئی ہیں جو ایک مثنوی میں تصور کی جاسکتی ہیں۔

میر حسنؔ کی مثنوی میں داستان بھی ہے اور ترتیب و رنگ قوتِ تخیل، شاعرانہ صفات، توازن اور اختصار، تہذیب ومعاشرت، منظر کشی و کردار نگاری، سلاست و روانی، زبان و بیان بھی شامل ہیں۔ داستان کے اعتبار سے مثنوی میں بادشاہ، وزیر، شہزادے اور شہزادیاں، محلات، عیش وعشرت کے مناظر، خوبصورت باغ، دلکش نظارے وغیرہ شامل ہیں۔میر حسنؔ نے ''سحر البیان'' میں اپنے دور کی زندگی اور تہذیب کی ایسی زندہ اور جیتی جاگتی تصویریں پیش کی ہیں کہ یہ مثنوی اس دور کی زندگی اور تہذیب کی بہترین ترجمان بن گئی ہے۔میر حسنؔ کی مثنوی اس تہذیب کی روح، اس زمانے کے ماحول اور سماج کی حقیقی ترجمان ہے۔ مثلاً قدیم زمانے کا لباس، شادی بیاہ کی رسمیں، زیور، لوگوں کے رہنے سہنے کا طریقہ وغیرہ وغیرہ۔اس زمانے کے رسم و رواج میں برس گانٹھ، چھٹی، دودھ چڑھانے کی رسم کو ہندوستانی معاشرہ میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔میر حسنؔ نے ان رسوم کو اپنی مثنوی ''سحر البیان'' میں خاص اہتمام کے ساتھ پیش کیا ہے۔

برس گانٹھ جس سال اس کی ہوئی — دلِ بستگان کی کمر کھل گئی
وہ گل جب کہ چوتھے برس میں لگا — بڑھایا گیا دودھ اس ماہ کا
لگا پھرنے وہ سرو جب پاؤں پاؤں — کئے بردے آزاد تب اس کے ناؤں

میر حسنؔ نے اپنی مثنوی میں وہی زبان استعمال کی ہے جو اس وقت کی عام بول چال کی زبان تھی۔ وہ موقع و محل کے مطابق زبان استعمال کرتے ہیں۔ ہر طبقہ اور کردار کی زبان میں اس طبقہ کا مخصوص لہجہ اور مزاج بھی موجود رہتا ہے۔اس کے علاوہ طرزِ بیاں کی وجہ سے ان کے کئی اشعار ضرب المثل بن گئے ہیں۔

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن — جوانی کی راتیں مرادوں کے دن
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں — گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں — سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں

مثنوی ''سحرالبیان'' کی خوبیاں قابل ذکر ہیں:

۱۔زبان فطری سلاست رکھتی ہے۔

۲۔جو قصہ منظوم کیا گیا ہے اس کے اجزاء تناسب کے لحاظ سے خوب ہیں۔

۳۔تشبیہات واستعارات فطری انداز میں ہیں۔

۴۔مبالغے اناپ شناپ نہیں ہیں۔

۵۔رسم ورواج،سچائی اور صداقت کے ساتھ حوالہ قلم ہوئے ہیں۔

۶۔جہاں معاملہٗ خارجی بیان ہوا ہے تصویر کا حکم رکھتا ہے۔

۷۔تمام امور ذہنیہ اور واردات قلبیہ پیرایہ شاعری میں بڑی راستی اور پُر تاثیری کے ساتھ رقم ہوئے ہیں۔

۸۔ہر جُز وقصہ کچھ نہ کچھ اخلاقی یا تمدنی نتیجہ پیدا کرتا ہے۔

۹۔تمام امور ذہنیہ اور معاملات خارجیہ کے بیانات فطری اسلوب رکھتے ہیں۔

مجموعی طور پر میر حسن کی مثنوی اردو کا ایک عظیم شعری شاہکار کہا جاسکتا ہے جو اپنے موادِ زبان اور فنی چابکدستی کی وجہ سے اردو ادب میں ایک اونچے مقام کا حامل ہے۔

میر حسن کی مثنوی میں روز مرہ اور محاوروں کی صفائی۔قافیوں کی نشست،مصرعوں کی برجستگی اور ربط کلام کو خوشنمائی کے ساتھ اس طرح برقرار رکھا گیا ہے کہ سادگی اور صفائی کے باوجود تاثیر اور دلگدازی باقی رہتی ہے۔میر حسن کے ہاں روزمرّہ کلام اپنی فطری انداز میں پیش ہوا ہے اور ان کے اکثر اشعار اسی سلاست اور فصاحت کی وجہ سے ضرب الامثال میں تبدیل ہوگئے ہیں۔

میر حسن کے یہاں الفاظ نرم وملائم، بیان شگفتہ اور محاورے دل کش اور پاکیزہ ہیں۔روز مرّہ تشبیہات،استعارات اور محاورات کا لطیف امتزاج سحرالبیان میں کثرت سے ملتا ہے۔اس وجہ سے میر حسن کی مثنوی میں بے پناہ روانی آ گئی ہے۔میر حسن کی یہ مثنوی اس لئے بھی اردو ادب کا ایک معجزہ کہلائی جاسکتی ہے کیوں کہ ان کے سامنے اس طرح کی مثنوی کا کوئی نمونہ موجود نہیں تھا۔یہ مثنوی ان کی اختراع بھی ہے اور اپج بھی۔محمد حسین آزاد نے میر حسن کی مثنوی کی خوبیوں کا دل کھول کر اعتراف کیا ہے۔ مولوی حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے بھی ان کی مثنوی کی

خوب تعریف کی ہے۔ میرؔحسن نے مثنوی کے کرداروں کو زیادہ تر ایساہی پیش کیا ہے جیسا کہ انہوں نے لکھنو کے معاشرے میں ان کو دیکھا تھا۔ داستانی کردار ہونے کے باوجود ان کا ضمیر خاکِ لکھنو سے ہی اٹھا ہے اور وہ بڑی حد تک ان کی سچی اور حقیقی تصویریں پیش کرنے میں کامیاب معلوم ہوتے ہیں۔ غرض اپنے اسلوب بیان اور اپنی فصاحت وبلاغت، اپنے فطری روزمرّہ سلاست وسادگی بیان کی وجہ سے مثنوی ''سحرالبیان'' اردو شاعری میں ایک بلند مرتبہ پر فائز ہے اس مثنوی کی کامیابی کا سہرا میرحسؔن کے سر باندھا جاتا ہے۔

مرثیہ

مرثیہ کی تعریف مرثیہ وہ نظم ہے جس میں کسی شخص کے انتقال پر اظہارِ غم کے ساتھ اس کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ عام طور پر مرثیہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کربلا کے اندوہناک واقعات بیان کئے جاتے ہیں اور حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں کے شہید ہونے کا ماتم کیا جاتا ہے۔ ''مرثیہ'' عربی کا لفظ ہے جو ایک اور لفظ ''رثا'' سے مشتق ہے۔ ''رثا'' کے معنے ہیں ''مردے پر رونا اور آہ وزاری کرنا'' یہ صنف عربی شاعری میں رائج تھی۔ عزیزوں اور بزرگ وبرگزیدہ ہستیوں کی موت پر رنج والم کے جذبات سے لبریز جو اشعار کہے جاتے ہیں انہیں ''مرثیہ'' کہا جاتا ہے۔

مرثیہ کے موضوعات: مرثیے کی صنفی شناخت خاص طور پر موضوع پر مبنی ہے۔ یہ درست ہے کہ انیس اور دبیر کے مرثیوں کی بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے بڑی حد تک مسدس کی ہیئت اس کی پہچان میں داخل ہوگئی، لیکن ابتدا میں اس کی کوئی مخصوص ہیئت نہیں تھی اور یہ صنف کے بجائے محض موضوع ہی پر اپنی شناخت کی اساس رکھتی تھی۔ مرثیے میں کسی ہیئت کی تخصیص کے نہ ہونے کے سبب یہ صنف اقسامِ شعر کی فہرست سے خارج رہی۔ موضوع کے لحاظ سے اردو مرثیوں کو دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱) وہ مرثیے جو حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت اور کربلا کے دیگر واقعات پر مبنی ہیں۔

(۲) وہ مرثیے جو مختلف مشاہیر ملک وقوم یا اپنے اعزّہ کی اموات پر شاعروں نے لکھے۔

مرثیہ کے اجزائے ترکیبی:

مرثیہ میں اجزائے ترکیبی کا یہ سلسلہ میرؔضمیر نے قائم کیا۔ لیکن تمام مرثیوں میں ان تمام اجزاء کی موجودگی یا ترتیب لازماً نہیں پائی جاتی کیونکہ درج ذیل اجزائے ترکیبی کو قائم رکھنا اور ان کی ترتیب کو برقرار رکھنا کافی مشکل تھا۔

اوّل یہ کہ وہ مرثیہ طویل ہوجاتا ہے اور اپنا اثر کھو دیتا ہے۔ اور دوم یہ کہ مرثیہ گو اپنی تخلیقی قوت کا بھرپور اظہار نہ کر پاتے اس لئے مرثیے کی اصل تخلیقی قوت، جذبات نگاری، واقعات کی تصویر کشی اور رزم آرائی کے نہایت طاقت ور پُر تاثیر بیانات میں مضمر ہے۔

مرثیہ کے اجزائے ترکیبی حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ چہرہ: یہ مرثیہ کا ابتدائی حصّہ ہے جس میں شاعر کو ہر قسم کے مضامین یا قصے کی آزادی ہے۔ چہرہ یعنی صبح کا منظر۔ رات کا سماں، دنیا کی بے ثباتی، باپ بیٹے کے تعلقات کی دشواریاں۔

۲۔ سراپا: اس میں ہیرو کے قدوقامت، خط و خال، لباس وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔

۳۔ گریز: یعنی مرثیے کی اصل قصے کی طرف واپسی۔

۴۔ رخصت: اس حصّے میں اہلِ خاندان سے جنگجو ہیرو کے رخصت کا بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے خیمے سے جب کوئی بہادر میدان کی طرف کوچ کرتا ہے تو سب اہل خیمہ اسے بہ حسرت و یاس لیکن تر و تازہ قوت ایمانی کے ساتھ رخصت کرتے ہیں

۵۔ آمد: یعنی میدانِ جنگ میں ہیرو کی آمد کا بیان

۶۔ رجز: عرب میں رواج تھا کہ میدان جنگ میں حریفین ایک دوسرے کے سامنے للکارتے ہوئے آمادہ ہوتے ہیں۔ اس فخریہ اظہار کو اصطلاحاً ''رجز'' کہا جاتا ہے۔ مرثیہ گویوں نے اپنے اکثر مرثیوں میں اس موقع کی نہایت موثر اور جوشیلی تصویریں پیش کی ہیں۔

۷۔ رزمیہ: مرثیے کا یہ خاص الخاص حصہ ہوتا ہے۔ یعنی جنگ کی تفصیلات مثلاً جنگ کی عمومی ہنگامہ آرائی فوجوں کی تیاری اور سامان حرب، سپاہ کی جنگ کے لئے آمادگی اور بے چینی اصل معرکہ آرائی کی تصویر کشی اور فنونِ جنگ کا ذکر، گھوڑے کی تعریف، تلوار کی مختلف صفات کے نہایت پُر قوت بیانات شامل ہیں۔

۸۔ شہادت: حضرت امام حُسینؓ اور ان کے اہل کنبہ میدانِ جنگ میں بے مثال بہادری کے ساتھ حریفوں کے نرغے میں گھرے ہوئے معرکہ آرائی کرتے کرتے مجروح ہو کر گر جانے سے لے کر دم نکلنے تک کا عرصہ، مرثیہ میں شہادت کا حصّہ ہوتا ہے۔

۹۔ماتم وبین: یہ مرثیہ کا آخری حصہ ہوتا ہے اور رنج والم کی عکاسی کے لحاظ سے نہایت پُر اثر ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس خاکے میں ہر مرثیہ نگار اپنے طور پر رنگ بھرتا ہے اور نئے نئے مضامین اور نت نئے گوشے پیدا کرتا ہے۔

مرثیہ کی تاریخ:

وقت اور زمانے کے ساتھ ساتھ جوں جوں صنفِ مرثیہ کا ارتقاء ہوا اس کی تشکیلی ہیئتیں بھی بدلتی رہیں۔ابتدا میں مرثیے ''دوبیتی'' کی ہیئت میں لکھے گئے۔جس کی تشکیلی صورت یہ ہوتی تھی کہ تین مصرعہ بند کہلاتے تھے اور چوتھا ٹیپ کا مصرعہ۔ابتدائی زمانے کے مرثیے اور بھی کچھ ہیئتوں مثلاً غزل،مثنوی اور ترکیب بند میں موجود ہیں۔سوداؔ نے مخمس کی ہیئت میں ترکیب بند اور ترجیع بند مرثیوں کے علاوہ مسدس،منفرد،دوازدہ بند اور مستزاد کی ہیئتوں میں بھی مرثیے لکھے ہیں۔غالبؔ نے ''مرثیۂ عارف'' غزل کی ہیئت میں،حالیؔ نے ''مرثیۂ غالب'' ترکیب بند میں اور اقبالؔ نے اپنی والدہ کا مرثیہ مثنوی کی ہیئتوں میں لکھ کر مسدسی ہیئت سے گریز کیا ہے۔یہ ساری مثالیں اس بات کی شاہد ہیں کہ مرثیہ کسی مخصوص ہیئت کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے محدود مخصوص لیکن نہایت موثر اور پُر قوت موضوع کی بنا پر صنفی شناخت رکھتا ہے۔

شروع میں مرثیہ مختصر ہوتا تھا۔کوئی خاص شکل بھی معین نہ تھی۔کبھی کبھی مربع کی شکل میں رہا۔کبھی غزل کی شکل میں۔مضمون کے لحاظ سے زیادہ تر مصائب کے واقعات پر مبنی ہوتا تھا۔عموماً مذہبی نقطہ نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ثواب کے لئے پڑھا جاتا۔شمالی ہند میں میرؔ و سوداؔ کے مرثیے مشہور ہوئے اور اسی عہد میں اس کی شکل مسدس کی ہوگئی۔جو رفتہ رفتہ اتنی مقبول ہوئی کہ مستقل طور پر مسدس مرثیوں کے لئے مخصوص ہوگیا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ مرثیہ کو پہلی بار جس نے مسدس کی شکل دی وہ مرزا رفیع سوداؔ تھے۔بعد میں مرثیہ کی یہی ہیئت سب سے زیادہ مقبول رہی۔واقعاتِ کربلا کے علاوہ جو مرثیے لکھے گئے،انہیں ''شخصی مرثیے'' کہا جاتا ہے۔

اردو شاعری میں شخصی مرثیوں کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔خاص طور پر حالیؔ کا مرثیۂ غالبؔ،چکبستؔ کا مرثیۂ تلکؔ اور اقبالؔ کا مرثیۂ داغؔ۔شخصی مراثی کی اہم مثالیں ہیں۔شخصی مرثیوں میں بھی مرنے والے کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر ہوتا ہے۔

حالیؔ کے لکھے ہوئے مرثیۂ غالب کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

بلبلِ ہند مر گیا ہیہات
جس کی تھی بات بات میں ایک بات

نکتہ داں نکتہ سنج نکتہ شناس
پاک دل پاک ذات پاک صفات

شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج   رند اور مرجع کرام وثقات

لیکن اردو مرثیوں میں اہم ذخیرہ واقعہ کربلا سے متعلق مرثیوں کا ہے۔ یہ مرثیے نیم مذہبی اور نیم تاریخی ہیں۔ مرثیے کی تدریس مرثیہ پڑھانے سے پہلے واقعہ کی تفصیل ذہن نشین کرا دینا ضروری ہے اور اس واقعہ اور اس کے اہم کردار کا تعارف دل نشیں پیرائے میں کرا دینا لازم ہے تا کہ طالب علم مطالعے کے دوران الجھن میں نہ پڑیں۔ مرثیہ پڑھاتے وقت نظم کا ایک دوسرا تصور سامنے آتا ہے جس میں اس واقعے کو مربوط اور مکمل طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ مرثیہ میں کرداروں کے مکالمے اور ان کے حرکات وسکنات کا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر شاعر بھی خود بہت کچھ بیان کرتا جاتا ہے ،اسی لحاظ سے مرثیہ نیم ڈرامائی، نیم بیانیہ نظم کی مثال ہے۔ کسی واقعے کے بیان کرتے وقت مناسب فضا، واقعات کی صحیح ترتیب، کرداروں کے مناسب تعارف اور ان کے باہمی تعلق کا خیال رکھنا ہوتا ہے، میر انیس کے مرثیے اس کی واضح مثال ہیں۔ مرثیے کی فضا اور قصہ طالب علموں کو سمجھانے کے بعد ہر مرثیے کی وحدتِ تاثر اور اس کی ترتیب کو ذہن نشین کرانا مناسب ہوگا۔ طالب علم کو مرثیے کی مجموعی وحدت کا احساس ہونا چاہئے۔ مرثیہ نگار اس مجموعی وحدت کو مختلف مناظر اور کیفیات کی تصویر کشی سے حاصل کرتا ہے مثلاً واقعہ شہادت کی المنا کی کو اور زیادہ نمایاں کرنے کے لئے صبح کے منظر کی تصویر کشی۔ تین دن رات پیاسے رہنے والوں کے بیان سے پہلے صحرائے کربلا کا یہ بیان بعد میں آنے والے مناظر کی کیفیت کو کتنا المناک بنا دیتا ہے۔

کھا کھا کر اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا

تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

غرض مرثیہ پڑھتے اور پڑھاتے وقت مناظر کا یہ دروبست اور ربط بہت اہمیت رکھتا ہے اور مرثیے کے مجموعی تاثر میں اضافہ کرتا ہے۔ مرثیہ پڑھاتے وقت استاد کا فرض ہے کہ کردار کی خصوصیات طلباء کے ذہن نشین کرا دی جائیں۔ ہر کامیاب مرثیہ نگار کرداروں کے مکالمے، ان کی آمد اور ان کی جنگ وجدل نظم کرتے وقت اس مخصوص کردار کے مزاج کا خیال رکھتا ہے اور اس سے مطابقت رکھنے والے الفاظ استعمال کرتا ہے مثلاً حضرت عباس جوان، شجاع اور رعب داب والے تھے۔ حسینی فوج کا عَلَم بھی انہیں کو سونپا گیا تھا۔ اسی لئے میدانِ جنگ میں ان کی آمد کا بیان بھی شان وشوکت کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔

آیا وہ شیر خیمے سے باہر علَم لئے | صحرا کو آئی فتح سپاہ حشم لئے
جرأت نے بڑھ کے بوسۂ تیغِ دودم لئے | نصرت نے چومے ہاتھ ظفر نے قدم لئے
خورشید کا جلال نگاہوں سے گر گیا | اقبال سر کے گرد ہما بن کے پھر گیا

مولانا شبلی نے اسی نقطۂ نظر سے انیس اور دبیر کے مرثیوں کے بعض مکالموں کا موازنہ کیا ہے اور اسی بنا پر انیس کے مرثیوں کو فصاحت کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا ہے۔ ایک مقام پر ایک انجان قاصد حضرت امام حسین سے ان کا نام پوچھنا چاہتا ہے، دبیر نے اس موقعہ پر حضرت امام حسین کی زبانی یہ مصرعہ کہلوایا ہے۔

بولے کہ میں حسین علیہ السلام ہوں

لیکن انیس نے اسی صورتِ حال میں حضرت امام حسینؑ کے مکالمے کو اس طرح بیان کیا ہے۔

یہ تو نہیں کہا شہ مشرقین ہوں
مولا نے سر جھکا کے کہا میں حُسین ہوں

آخری مکالمے میں عاجزی اور انکساری کے وہ سبھی اجزاء شامل ہیں جو حضرت امام حسینؑ کے کردار میں شامل تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ سر جھکا کر نام بتانے کے عمل میں جو ڈرامائی تاثر پیدا ہو گیا ہے اس نے مصرعہ کو اور بھی زیادہ پُر اثر بنا دیا ہے۔ مرثیہ کا اہم ترین مرحلہ یہ ہے کہ مرثیہ نگار کو اپنے سبھی ممدوحین کو بہادر، شجاع، برگزیدہ اور نیک بندے ظاہر کرنے کے بعد باطل کے ہاتھوں ان کی شکست بھی دکھانی ہوتی ہے اور یہی مرحلہ مرثیے کا سب سے نازک مرحلہ ہے۔ مرثیہ پڑھاتے وقت مرثیہ نگار کو اس حکمت عملی پر خاص طور پر توجہ دلانا چاہئے۔ یہ بیان جس قدر موثر اور دل دوز ہوگا مرثیہ اتنا ہی کامیاب اور پُر اثر ہوگا۔ آخر میں مرثیے کے وحدت تاثر پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ مرثیے کے مختلف حصّوں میں مختلف اندازِ بیان کا بھی موازنہ کرنا چاہئے تا کہ طالب علم کو اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ شاعر نے چہرے میں جس طرح شگفتہ مضامین باندھے تھے وہ رخصت کا مضمون باندھتے وقت کس طرح گھریلو فضا میں ڈھل گئے۔ اور رزمیہ کے بیان میں کس طرح ان میں روانی اور شوکت آ گئی اور بین میں کس طرح یہی اندازِ بیان روزمرّہ کی زبان میں ڈھل گیا۔

انیسؔ

میر ببر علی نام اور انیسؔ تخلص فرماتے تھے۔انہوں نے صنفِ مرثیہ کو بام عروج پر پہنچانے کا اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔انیسؔ کے بعد کئی مرثیہ نگار پیدا ہوئے لیکن کوئی بھی اس صنف سخن میں اضافہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔

میر انیسؔ کے والد میر محمد مستحسن خلیق تھے۔انیسؔ کا پیدائشی مقام فیض آباد تھا۔لیکن بچپن ہی میں باپ کے ساتھ لکھنو آگئے تھے۔اس زمانے کے نامور علماء نے انہیں عربی و فارسی کی تعلیم دی۔شاعری اور زبان دانی دونوں انیسؔ کو ورثے میں ملے تھے۔اس لئے کم سنی میں شعر کہنا شروع کر دیا۔عام رواج کے مطابق شعر گوئی کی شروعات غزل سے کی۔لیکن والد صاحب نے جب عاقبت کی فکر کا احساس دلایا تو مرثیہ پر اپنی توجہ مرکوز کر دی۔مختلف علوم،گھوڑسواری اور سپہ گری سے واقفیت رکھتے تھے۔اس لئے مرثیہ گوئی میں ان کی کامیابی بے مثال ہے۔

میر انیسؔ اردو کے اولین رباعی گو شعراء میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں ۔ابتداء میں رباعی کو جن شعراء نے فکروفن کے اعتبار سے معراجِ کمال تک پہنچایا ان میں دبیرؔ اور انیسؔ کے نام بڑے ہی احترام کے ساتھ لئے جاتے ہیں۔

رباعی کو اپنا پورا رنگ و آہنگ سب سے پہلے میر انیسؔ کے ہاتھوں ملا۔میر انیسؔ نے سب سے پہلے رباعی کو مذہبی اور اخلاقی مضامین سے مالا مال کیا۔میر انیسؔ کی رباعیوں کا ایک خاص وصف جذبات نگاری ہے ۔وہ انسانی جذبے کو خوب سمجھتے ہیں اور ان جذبات کو اشعار کے روپ میں ڈھال کر سراپا بخشتے ہیں۔انیسؔ کا لہجہ نرم بھی ہے اور ترش بھی۔وہ انسانوں کی نفسیات کو سمجھتے ہیں۔اسی لئے اپنی رباعیوں میں نفسیاتی کیفیت کو ابھارنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔انیسؔ کی رباعیوں میں مذہبی اور اخلاقی مضامین کی یکسانیت کے باوجود ایک انفرادی مثال کا احساس ہوتا ہے جو ذہن کو لطیف بنا کر تہذیب نفس کرتا ہے۔انیسؔ کی رباعیاں اردو ادب کی عظمت کا ایک ناگزیر حصّہ بن گئی ہیں۔

میر انیسؔ کی مرثیہ نگاری،منظر کشی،جذبات، ڈرامائیت،شاعرانہ محاسن اور محاکات نگاری کے اعتبار سے ایک منفرد شان کی حامل نظر آتی ہے۔مراثی انیس کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ سوز و گداز اور رثائی تاثر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ زبان کی سلاست اور شیرینی نے انہیں ایک نئی دلکش گھلاوٹ عطا کی ہے۔میر انیسؔ کی زبان لکھنو کی ٹکسالی زبان ہے۔انہوں نے لکھنو کے محاورات و روز مرّہ اور مخصوص طرز تکلم کی اچھی نمائندگی کی ہے۔دبیرؔ اور انیسؔ نے اخلاقی اور مذہبی موضوعات پر رباعیاں بھی کہی ہیں اور سلام بھی۔

میر انیسؔ کے کلام کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اپنی مراثی میں وہ دلکش مناظر اور واقعات کی بڑی متحرک تصویریں کھینچ دیتے ہیں۔انیسؔ نے حضرت امام حسین کی زندگی کی اچھی مرقع کشی کی ہے۔وہ واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔وہ واقعات ہو بہو نقل نہیں کرتے بلکہ اپنے تخیل سے ان میں رنگ بھرتے ہیں۔میر انیسؔ کے تمام مرثیوں میں حرکت اور تسلسل سے متعلق بیانات کی کثرت ہے سراپا، چہرہ، واقعات رزم اور بین کے مختلف مراحل ہیں۔میر انیسؔ کی نظر حرکت پر ہوتی ہے۔تلمیحات، کنایوں اور تشبیہات استعارات کی مدد سے وہ سامع کے ذہن اور اس کی توجہ کو جس طرف چاہیں موڑ دیتے ہیں۔

مناظر قدرت کی تصویریں مرثیے کی ساخت میں اہم درجہ رکھتی ہیں۔خارجی شاعری میں اردگرد کے مناظر کی اس لئے اہمیت ہے کہ ان سے ماحول آفرینی میں بڑی مدد ملتی ہے۔انیسؔ نے ان مناظر کو اپنے مرثیوں میں پس منظر کے طور پر استعمال کیا ہے اور ان کی واقعہ نگاری میں جان ڈالنے کی کوشش کی ہے۔انیسؔ نے مرثیوں میں اخلاق کی تعلیم بھی دی ہے مثلاً نیکی، بلند کرداری، ایثار اور حق گوئی وغیرہ۔انیسؔ کو زبان پر عبور حاصل ہے۔وہ الفاظ کی موزونیت اور مناسبت سے بخوبی واقف ہیں۔انہوں نے اپنے مرثیوں سے اردو زبان کے دامن کو بہت وسیع کیا۔اگرچہ انیسؔ مرثیہ کے شاعر ہیں لیکن ان کا مرتبہ رباعی میں بھی اتنا ہی بلند ہے جتنا مرثیہ میں۔انیسؔ کا ہر مرثیہ رزمیہ (Epic) سے مشابہت رکھتا ہے۔کیونکہ ہر مرثیہ میں ایک مذہبی نوعیت کا ہیرو ہے وہ ایک مرثیہ میں کسی ایک ہیرو یا شہید کا احوال بیان کرتا ہے۔یہ تمام باتیں مرثیہ اور رزمیہ دونوں میں مماثلت رکھتی ہیں۔میر انیسؔ نے معرکہ آرائی کے لوازمات مثلاً، گھوڑا، اسلحہ اور میدان جنگ کے بے مثل مرقعے اپنے مرثیوں میں پیش کئے ہیں۔انیسؔ کے مراثی رزمیے کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔میر انیسؔ و دبیرؔ کے مرثیے رزمیے سمجھے جانے کے مستحق ہیں۔

مراثی انیسؔ میں ڈرامائی عنصر بھی موجود ہے۔میر انیسؔ نے مکالمہ نگاری کردار نگاری اور حرکت و عمل سے جو ڈرامے کے اہم اجزاء ہیں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ کام لیا ہے۔انیسؔ کی زبان دانی، قدرت بیانی، الفاظ پر ان کی مضبوط گرفت نازک سے نازک مسئلہ اور کیفیت کو بہ حسن و خوبی ادا کرنے کی غیر معمولی صلاحیت، لغات کا انتخاب، لفظوں کی جھنکار اور ان کے صوری آہنگ اور طرز ادا کی جاذبیت و جامعیت نے انیسؔ کے طرزِ اظہار کو ایک انفرادی شان بخشی ہے۔

مرزا دبیرؔ

اردو کے مشہور مرثیہ نگاروں میں دبیرؔ ایک اعلیٰ مقام کے حامل ہیں۔ انیسؔ کے کلام میں فصاحت اور دبیرؔ کے کلام میں بلاغت ہے۔ دبیرؔ کا پورا نام مرزا سلامت علی تھا اور باپ کا نام مرزا غلام حسین۔ پیدائش ۱۸۰۳ء میں ہوئی اور انہوں نے معقول تعلیم و تربیت بھی حاصل کی۔ ہوش سنبھالتے ہی انہیں ایک ایسا شاعرانہ ماحول نصیب ہوا جس میں مرثیے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ دبیرؔ مرثیہ پڑھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ مرثیہ اتنے جوش سے پڑھتے کہ مجلس پر خاموشی چھا جاتی۔ جب بین پر پہنچتے تو سامعین بے اختیار رو پڑتے اور اکثر روتے روتے بے ہوش ہو جاتے۔ مرزا نے ابتداء میں مختصر بیانیہ مرثیہ لکھے ان کا مشہور مرثیہ ''بانو پچھلے پہر اصغر کے لئے روتی ہے'' اسی دور کی یادگار ہے۔ مراثی کا بنیادی جذبہ محبت ہے جس میں دلوں کو متاثر کرنے کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے۔ اس لئے اپنے مرثیوں میں وہ حسب ضرورت، محبت، نفرت، غصہ، عبرت اور ایثار و قربانی کے جذبات کی بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مصوری کرتے ہیں۔ مراز دبیرؔ نے جذبات غم والم کی تصویر کشی کرتے ہوئے اپنے ہیرو کے اعلیٰ نسبی اور پیغمبر اسلام سے ان کی نسبت کو بھی واضح کر دیا ہے تاکہ سننے والوں کی روحانی عظمت وجلالت کا بھی اندازہ ہو جائے۔ شہادتِ حسین کے وقت ان کی بہن حضرت زینب کا یہ بین ملاحظہ ہو۔ جس میں مرزا دبیرؔ نے حزنیہ جذبات کی بڑی اچھی آئینہ داری کی ہے۔

وہ رونا بے کس کا وہ گھبرانا یاس کا
وہ تھرتھرانا دل کا وہ اڑنا حواس کا
کہنا بلک بلک کے یہ کلمہ مہر اس کا
اے شمر واسطے علی اصغر کی پیاس کا
للہ تین روز کے پیاسے کو چھوڑ دے
صدقہ نبی کا ان کے نواسے کو چھوڑ دے
تھم جا خدا کو مان حبیب خدا کو ماں
زہرا ؑ کو مان حضرت مشکل کشا کو مان
سوگند فقر فاقہ آلِ عبا کو مان

اپنی رسول زادہ کی تو التجا کو مان
سارے بزرگ مر گئے مجھ بدنصیب کے
میرا کوئی نہیں ہے سوا اس غریب کے

مرزا دبیرؔ کو واقعہ نگاری میں کمال حاصل تھا۔واقعہ کربلا تاریخ اسلام کا ایک مہتم بالشان کارنامہ ہے۔اور حق وباطل کی جنگ کا ایک ان مٹ نقش ہے۔شبلی نعمانی ”موازنہ انیسؔ و دبیرؔ“ میں لکھتے ہیں کہ دبیر کو واقعہ نگاری پر عبور حاصل تھا۔رزم نگار کی حیثیت سے بھی دبیرؔ کا ایک مقام ہے۔دبیرؔ کے کلام سے رزمیہ حصوں کا انتخاب کر کے سرفراز حسین خبیر نے ”رزم نامہ دبیر“ مرتب کیا ہے۔رزمیہ مضامین سے مرزا کی طبیعت کو مناسبت تھی اور وہ اس فن سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔فارسی شاعری سے واقفیت نے مرزا دبیرؔ کے کلام میں خیال بندی اور مضمون آفرینی کے جوہروں کو نکھار دیا ہے۔مضمون آفرینی سے طبیعت کی جولانی دکھانا دبیرؔ کا خاص فن ہے۔تشبیہات واستعارات کے استعمال میں بھی دبیرؔ نے جدت طرازی سے کام لیا ہے۔مراعات النظیر ،نیز تضاد، تجنیس، تنسیق الصفات، ردالعجز ،عالی الصدر ،لف ونشر کی سینکڑوں مثالیں دبیرؔ کے مراثی میں موجود ہیں۔۱۸۵۷ء کے حالات نے دبیرؔ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔وہ کئی جگہ پہنچے لیکن سکون نہیں ملا اور مصیبتیں بڑھتی گئیں۔ضعیفی میں ان کا جوان بیٹا انتقال کر گیا اور انہوں نے اپنی بینائی کھودی۔واجد علی شاہ نے کلکتہ بلا کر علاج کا انتظام کیا اور بینائی واپس آ گئی۔۱۸۷۵ء میں دبیرؔ کا لکھنو میں انتقال ہوا،اور انہیں اپنے مکان ہی میں دفن کیا گیا۔اردو مرثیہ نگاری میں دبیرؔ کا نام ناقابلِ فراموش ہے۔

مرثیہ

- عام موضوع
  - کسی بھی شخص کے انتقال پر اظہار غم
- خصوصی موضوع
  - واقعات کربلا اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا بیان

مرثیے کے اجزائے ترکیبی

- چہرہ
- سراپا
- گریز
- رخصت
- آمد
- رجز
- رزمیہ
- شہادت
- ماتم وبین

باب-۲- نثر II - Prose

داستان

داستان کی تعریف

داستان ایسی کہانی ہوتی ہے جس میں زندگی کا بیان تخیل کے ساز پر کیا جاتا ہے۔داستانوں میں ایک ایسی زندگی تخلیق کی جاتی ہے جو کہ حقیقت میں موجود نہیں لیکن حقیقی معلوم ہوتی ہے۔داستان کو دلچسپ بنانے کے لئے عموماً مافوق الفطری عناصر سے کام لیا جاتا ہے۔رومان دراصل ایسے قصے کو کہا جاتا ہے جس میں خیالی وجذباتی کہانی بیان کی گئی ہو اس لئے داستانیں ہمیشہ رومانی اور غیر اصلی ہوتی ہیں۔رومان یا رومانس سے حُسن وعشق مراد نہیں ہوتا بلکہ خارجیت مراد ہوتی ہے۔لیکن رومانس یا داستان میں عشق کا جذبہ شدید اور حاوی ہوتا ہے۔لیکن ہر داستان کے لئے یہ لازمی شرط قرار نہیں دیا جاسکتا۔داستانیں اخلاقی بھی ہوتی ہیں اور رومانی بھی۔

پروفیسر گیان چند جین جو کہ اردو داستانوں پر اکسپرٹ تسلیم کئے جاتے ہیں اردو داستانوں کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔رومانی داستانوں میں ایک خیالی دنیا اور خیالی واقعات کا بیان ہوتا ہے۔اس پر تخلیق کا رنگین مرمری بادل چھایا رہتا ہے۔اس میں کوئی فوقِ فطری مخلوق نہ بھی ہو تب بھی اس میں جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں وہ حقیقی سے زیادہ تخیلی ہوتے ہیں،فوق الفطرت کی تحیّر خیزی،حسن وعشق کی رنگینی،مہمات کی پیچیدگی لطف وبیان انہیں عناصر سے داستان عبارت ہے،ایک دل کو اٹکا لینے والی کیفیت اور اس کے بعد ایک فرحت وآسودگی کا احساس داستان اور داستان گو کا تحفہ ہے۔داستان سے ملتی جلتی کہانی کی ایک اور قسم بھی اردو میں مقبول ہے جسے ہم حکایات کے نام سے جانتے ہیں۔''حکایت'' میں بھی کہانی بیان کی جاتی ہے لیکن اس میں اخلاقی درس اور پند ونصائح مقصود بالذات ہوتے ہیں۔داستان میں پند ونصائح مطلق نہیں ہوتے۔پروفیسر گیان چند جین،حکایت اور داستان،حکایت نویس اور داستان گو کے رویہ اور فرائض کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''داستان کا مصنف واعظ اور ناصح نہیں ہوتا۔۔۔اس کا وار عقل سے زیادہ دل پر ہوتا ہے۔فکر سے زیادہ جذبہ کو بیدار کرنا ہوتا ہے۔جب کہ حکایت میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔حکایت میں (عموماً) ایک بوڑھا بچوں سے خطاب کرتا ہے۔ داستان میں ایک مست شباب دوسرے وارفتگان شباب کے سامنے میٹھی تانیں اڑاتا ہے۔ حکایت نویس

ایک حکیم بزرگ ہوتا ہے، داستان گوایک رند خانہ سوز ہے۔اردو میں حکایت اور داستانوں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے اور دونوں کی روایت ملتی ہے ۔حکایات میں ''حکایات لقمان'' ''حکایات سعدی''، حکایاتِ لطیفہ''،حکایات جلیلہ'' اور''حکایات سلمان''مشہور ہیں۔اسی طرح اردو کی مشہور داستانیں حسب ذیل ہیں:

سب رس، قصہ ملک محمود گیتی افروز، چار درویش، حاتم طائی، گلِ بکاولی، گل وصنوبر، فسانۂ عجائب، امیر حمزہ، بوستان خیال، سروش سخن اور طلسم حیرت ان کے علاوہ مختصر داستانوں میں ذیل کی داستانیں معروف ہیں۔

طوطا کہانی، سنگھاسن بتیسی، بیتال پچیسی، رانی کیتکی اور کنور اودے بھون وغیرہ

داستانوں کی خصوصیات: داستانوں میں عموماً کہیں نہ کہیں فوق فطرت کی کارفرمائی ضرور پائی جاتی ہے جس سے یہ غلط فہمی عام ہوگئی ہے کہ فوق الفطری عناصر داستانوں کا جزو لاینفک عنصر ہی نہیں بلکہ داستان کا اختیاری جزو ہے لیکن یہ حقیقت نہیں کہ فوق فطرت عناصر داستانوں کی جبلّت ، لازمی جزو ہیں۔فوق فطرت عناصر ہی کی طرح حسن وعشق کو بھی داستانوں کا لازمی عنصر سمجھ لیا جاتا ہے۔حسن وعشق داستانوں میں قدر مشترک کی حیثیت ضرور رکھتے ہیں، لیکن یہ بھی لازمی عنصر نہیں ہوتا عشق کا آفاقی اور دوامی جذبہ یقیناً داستان کا ایک اہم عنصر ہوتا ہے لیکن اسے بھی ناگزیر نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔مثلاً الف لیلیٰ میں سندباد جہازی کی داستان، سوتے جاگتے کی کہانی یا علی بابا اور چالیس چور میں حسن وعشق کا کوئی ذکر وتذکرہ نہیں ملتا۔بوستان خیال کے مترجم خواجہ امان نے حدائق انظار کے دیباچے میں داستان کی حسبِ ذیل خصوصیات گنائی ہیں:

''ظاہر ہے کہ نفس قصص اور افسانے کے واسطے چند مراتب لازم وواجب ہیں ۔اول مطلب وخوش نما جس کی تمہید وبندش میں توارد مضمون اور تکرار بیان نہ ہو۔مدتِ دراز تک اختتام کے سامعین مشتاق رہیں۔

دوم بجز مدعائے خوش ترکیب ومطلبِ دل چسپ کوئی مضمون سمعہ خراش وہزل۔۔۔درج نہ کیا جائے،

سوم لطافت زبان وفصاحت بیان

چہارم عبارت سریع الفہم کے واسطے فن قصہ کے لازم ہے۔

پنجم تمہید قصہ میں بحسنہ تواریخ گذشتہ کا لطف حاصل ہو۔نقل واصل میں ہرگز فرق نہ ہوسکے۔۔۔

(دیباچہ حدائق انظار)

اردو داستان کی تاریخ: اردو میں داستان کی روایت نہایت استوار اور مستحکم بالشان ہے۔ اردو کی سب سے قدیم داستان (اب تک معلوم داستان) ''سب رس'' ہے جس کا مصنف اسداللہ ملّا وجہی ہے۔ وجہی دکن کے قطب شاہی دربار سے وابستہ تھا۔ اسی عہدِ عبداللہ قطب شاہ میں بادشاہ کی فرمائش پر ''سب رس'' ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء میں لکھی ''سب رس'' ایک تمثیل ہے اور اس کا قصہ بیک وقت دو سطحوں پر چلتا ہے۔ ''سب رس'' محمد یحییٰ بن سیبک فتاحی نیشاپوری کی مثنوی ''دستور العشاق'' کے ''نثری خلاصے حسن ودل'' سے ماخوذ ہے اور۔ ابن سیبک نے یہ قصہ کرشن مشر کی تمثیل (ڈرامہ) ''پربودھ چندرودے'' نامی سنسکرت قصہ سے اخذ کیا ہے۔

''سب رس'' کے بعد دکن میں یوں تو کئی داستانیں مزید لکھی گئیں۔ لیکن ادبی اعتبار سے یہ تمام داستانیں، داستان کی روایات اور معیار پر پوری نہیں اترتیں، 'سب رس' کے بعد ہمیں اردو میں جو اہم داستان ملتی ہے وہ ہے ''قصہ مہر افروز دلبر''، 'قصہ مہر افروز، دلبر' شمالی ہند کی پہلی نثری داستان ہے۔ جس کا مصنف عیسوی خان ہے۔ یہ داستان ۱۷۲۰ء سے ۱۷۵۴ء کے درمیان کسی زمانے میں تصنیف ہوتی ہے۔ اس داستان کی خوبی اس کی نثر ہے جس میں بول چال کا انداز اپنایا گیا ہے۔ اور زبان تشکیلی دور کی معلوم ہوتی ہے۔ اس اہم اردو داستان کو پروفیسر مسعود حسین خان نے دریافت کیا اور مرتب وشائع کیا۔ ''قصہ مہر افروز ودلبر'' کے بعد شمالی ہند میں اہم ترین داستان قصہ چاردرویش بنام نوطرز مرصع ملتی ہے۔ عیسوی خان بہادر نے اپنی داستان میں ادبی زبان برتی ہے اور اکثر وبیشتر مرصع زبان لکھی ہے۔ میر محمد حسین عطا خاں تحسین نے نوطرز مرصع ۱۷۶۸ء میں لکھنا شروع کی اور اس کی تکمیل ۱۷۷۵ء میں ہوئی اس داستان میں چار درویش اور ایک بادشاہ کا قصہ لکھا گیا ہے۔

''نوطرز مرصع'' سے متاثر ہوکر مہر چند مہر کھتری نے ۱۲۰۸ء میں ''نوآئین ہندی'' کے نام ایک مختصر داستان لکھی۔ یہ داستان بعدازاں قصّہ ملک گیتی افروز کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ دراصل ''نوآئین ہندی' کی ایک ضمنی کہانی ہے۔ مہر نے تحسین کے برخلاف زبان سادہ اور سلیس لکھی ہے۔ جس زمانے میں ''نوطرز مرصع'' اور ''نوآئین ہندی'' جیسی داستانیں تصنیف ہوئیں اس وقت دہلی کے تخت پر شاہ عالم ثانی آفتاب براجمان تھے۔ آفتاب اچھے شاعر ہی نہیں ایک اچھے نثار بھی تھے۔ باوجود نابینا ہونے کے انہوں نے چار جلدوں میں ایک داستان ''عجائب القصص'' کے نام سے تصنیف کی۔ یہ داستان ۱۲۰۷ھ میں لکھنی شروع کی۔ تاریخ اختتام کا علم نہیں بہرحال ۱۲۱۰ھ تک مکمل ہوگئی۔

''عجائب القصص'' بہ اعتبار زبان اور بہ اعتبار مواد بڑی اہم داستان ہے۔اس داستان میں قلعہ معلیٰ کی معاشرت اور بول چال کی جھلکیاں واضح انداز میں دیکھی جاسکتی ہیں۔اس داستان کا طرز نگارش ''نوطرز مرصع'' کی طرح مسجع اور مرصع ہے اور نہ ہی قصہ ملک محمود گیتی افروز'' کی طرح یکسر سادہ، بلکہ آفتاب نے سلیس اور مرصع زبان لکھی ہے۔

فورٹ ولیم کالج: ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا۔نو وارد انگریزوں کی تعلیم کے لئے یہاں گل کرسٹ کی نگرانی میں فارسی اور سنسکرت کی داستان کے تراجم آسان اور سلیس بامحاورہ اردو میں کروائے گئے۔یہاں ترجمہ ہونے والی داستانوں کو عموماً اردو کے ساتھ ہندی میں بھی شائع کیا جاتا تھا۔فورٹ ولیم کالج سے شائع ہونے والی داستانوں میں سب سے ممتاز ''باغ و بہار'' ہے جسے میر امن دہلوی نے اردو کا پیرایہ عطا کیا ہے۔اس میں تحسین کی بیان کردہ قصہ چار درویش کو بیان کیا ہے لیکن میر امن نے دہلی کی بامحاورہ زبان میں دہلی کی تہذیب و معاشرت کا بیان اس خوبی سے کیا کہ داستان شاہکار کے درجے پر فائز ہوگئی۔''آرائش محفل'' اور ''طوطا کہانی'' یہ تمام داستانیں ۱۸۰۳ تک شائع ہوئیں۔اسی زمانہ میں سنسکرت سے بھی چند داستانیں اردو میں ترجمہ کی گئیں۔

فورٹ ولیم کالج سے باہر لکھی گئی داستانیں: فورٹ ولیم کالج سے باہر بھی اردو داستان کا ارتقائی سفر جاری وساری رہا۔ چنانچہ انشااللہ خان انشاؔ نے ''سلک گوہر'' اور قصہ'' رانی کیتکی'' اور'' کنور اودے بھان'' دو داستانیں لکھیں۔انشاء کی یہ دونوں داستانیں منفرد حیثیت کی مالک ہیں۔سلک گوہر انہوں نے ۱۲۱۴ھ کے قریب لکھی یہ مکمل داستان صنعت غیر منقوط میں لکھی گئی ہے۔انشاء نے شعوری طور اس بات کا اہتمام والتزام کیا کہ پوری داستان میں کوئی لفظ نقطہ والا استعمال نہ کیا جائے۔مثال کے طور پر سلک گوہر سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''در عالم علو حوصلہ کہ سالہا سال ہم کو

سودا سا مطالعہ احوال ملوک عالم کا رہا۔ملک روس اور

ملکہ گوہر آرا کا حال اس طرح معلوم ہوا۔۔۔

انشاؔء نے داستان سلک گوہر تمام بے نقطہ لکھی ہے اور اپنی دوسری داستان'' کہانی رانی کیتکی'' اور'' کنور اودے بھان'' میں یہ التزام کیا ہے کہ ساری داستان خالص ہندوستانی میں لکھی جائے اور عربی فارسی وترکی زبان کا کوئی لفظ داستان میں استعمال نہ کیا جائے۔۔انشاؔء نے یہ داستان ۱۸۰۸ کے بعد لکھی ہے۔

رجب علی بیگ سرورؔ نے فسانۂ عجائب ۱۲۴۰ھ میں مطابق ۱۸۲۴ء لکھی۔فسانہ عجائب بہ اعتبار داستان جتنی اہم ہے اس کا دیباچہ بھی لکھنو کی تہذیب کے نقوش کی حیثیت سے نہایت اہم سمجھا جاتا ہے۔

فسانہ عجائب کے حوالے سے داستان کی تدریس:

فسانۂ عجائب کی کہانی مختصراً اس طرح ہے۔سرزمین ختن میں قسمت پورنام کا ایک شہر تھا جس کا بادشاہ فیروز بخت ہے بہت نیک، عابد پاکباز اور پرہیزگار۔خدا کا دیا سب کچھ اس کو میسر ہے لیکن کمی ہے تو اپنے وارث اور اولاد کی۔ بادشاہ کی عمر زیادہ ہوچکی ہے۔اب وہ اولاد سے مایوس ہو چکا ہے۔آخر کار اللہ مہربان ہوتا ہے اور فیروز بخت کی ایک بیگم کو لڑکا تولد ہوتا ہے۔نجومی بتاتے ہیں کہ پندرہ برس کی عمر میں شہزادے کی جان کو خطرہ ہے۔

شہزادہ ابھی پندرہ برس کی عمر کو نہیں پہنچ پاتا ہے کہ اس کی شادی ماہ طلعت کے ساتھ کردی جاتی ہے۔ایک روز شہزادہ بازار میں دیکھتا ہے کہ ایک عجیب وغریب بات کرنے والا طوطا برائے فروخت ہے۔وہ اسے خرید کر اپنے محل لے آتا ہے۔ایک دن شہزادے کی غیر موجودگی میں ماہ طلعت طوطے سے اپنے حسن و جمال کی داد چاہتی ہے۔طوطا منہ پھٹ ہے کہ خدا نے دنیا میں ایک سے ایک حسین پیدا کئے ہیں۔فلاں ملک میں ایک شہزادی انجمن آرا رہتی ہے جس کا ثانی نہیں۔ماہ طلعت کو طوطا کی یہ باتیں ناگوار گذرتی ہیں اور وہ خفا ہوجاتی ہے۔جب شہزادہ آتا ہے تو ماہ طلعت طوطے کی گستاخی سناتی ہے۔شہزادہ جان عالم ماہ طلعت کو سمجھاتا ہے کہ جانور کی بات کا کیا اعتبار لیکن لاشعوری طور پر انجمن آرا کے حسن کا شیدا ہوجاتا ہے اور ایک دن طوطے کو رہنما اور رہبر بنا کر انجمن آرا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔

فسانۂ عجب میں داستانی رنگ جان عالم کے اس سفر سے شروع ہوتا ہے۔اس سفر میں جان عالم کو قدم قدم پر فوق فطری عناصر سے سابقہ پڑتا ہے۔اسی سفر کے درمیان جان عالم ملکۂ زرنگار پر عاشق ہوتا ہے۔اور اس سے شادی کرلیتا ہے۔آخر کار اسم اعظم کی مدد سے جادوگروں،سحر کاروں کو شکست دیکر انجمن آرا تک پہنچتا ہے۔اس سے شادی کرتا ہے اور واپس گھر آتا ہے اور کہانی ہر داستان کی طرح اس مخصوص جملے پر ختم ہوتی ہے۔کہ جیسے ان کے دن پھرے ہمارے تمہارے دن بھی ویسے ہی پھریں۔

داستان کی ابتدا مثنوی میر حسنؔ یعنی ''سحرالبیان'' سے مشابہ ہے۔اول بادشاہ کا بے اولاد ہونا اس کے بعد مایوس ہونا جب کہ اسے شہزادہ یا وارث پیدا ہونا۔ نجومیوں کا بلایا جانا پھر نجومیوں کی پیشین گوئی کہ پندرھویں برس میں خطرہ

ہے۔ غرض ابتدائی حصہ مثنوی سحرالبیان سے اخذ کیا گیا ہے۔

فسانۂ عجائب میں تبدیلی قالب کا واقعہ بھی ملتا ہے۔شہزادہ اور وزیرزادہ دونوں ہی تبدیلی قالب کے فن سے واقف ہیں۔شہزادہ بندر کا قالب اختیار کرتا ہے اور پھر طوطے کے قالب میں آتا ہے۔یہ واقعات دکنی داستانوں کے علاوہ پنچ تنتر اور بیتال پچیسی میں مل جاتے ہیں۔تبدیلی قالب اور اس قصے کی وجہ سے داستان میں تجسس اور پلاٹ میں دلچسپی پیدا کی گئی ہے۔

رجب علی بیگ سرور نے لکھنوی تمدن اور معاشرت کے بہت اچھے نقوش فسانہ عجائب میں بیان کئے ہیں اور داستان کے متن میں لکھنوی معاشرت بولتی نظر آتی ہے۔انجمن آرا کے مانجھے،شادی،جہیز اور سواری کا بیان دیکھئے۔

''یکا یک غول خاص برداروں کا آیا،کم خواب کی مرزائی،انگر کھے گجراتی،مشروع کے گھٹنے۔رولی کی ناگوری پاؤں میں ،سر پر لپیٹے طرح دار، خاصیوں کے غلاف باناتی سقرلاتی ململ کے سینگرے ،ساز مطلا جھلا جھل کے۔۔۔۔برابر انجمن آرا کا سکھ پال پری تمثال ہزاریاں سوکھاریاں، پیاری پیاریاں،جسم گدرایا شباب چھایا۔زربفت واطلس کے لہنگے،مسالہ لگا ململ کے دوپٹے باریک بنّت گوکھروکی کرتی،انگیا کاشانی مخمل کرتیاں ۔۔۔ادھر اُدھر جڑاؤ کڑے ملایم ہاتھوں میں پڑے پاؤں میں سونے کے تین تین چھڑے،کانوں میں سادی سادی بالیاں،نشۂ حسن میں متوالیاں۔۔۔

کسی تہذیب کے مادّی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس تہذیب کے ذہنی مظاہروں کو سمجھنے کے لئے رسوم ورواج کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔اُس زمانے کی معاشرت میں شگون اور رسوم کی کیا صورتِ حال تھی ایک اقتباس دیکھئے:

''برات کے موقع پر ماما اصیلیں دوڑیں، پانی کا طشت ہاتھی کے پاؤں تلے پھینکا۔۔۔بکرا ذبح کیا انگوٹھے میں لہو لگایا پھر کھیر کھلائی۔۔۔۔

وزیرزادہ دھوکے سے شہزادے کے قالب پر قبضہ کرلیتا ہے دیکھئے سرورؔ نے کس طرح بدشگونی کا مشاہدہ مہرنگار کے ذریعے کروایا ہے۔اقتباس دیکھئے: ''خدا خیر کرے آج بہت شگون بد ہوئے تھے۔صبح سے داہنی آنکھ پھڑکتی تھی۔راہ میں ہرنی اکیلی راستہ کاٹ میرا منہ تکتی تھی۔اپنے سائے سے پھڑکتی تھی۔خیمے میں اترتے وقت کسی نے چھینکا تھا خواب متوحش نماز کے وقت دیکھا تھا۔مصیبت کے وقت مغلانیاں وغیرہ کی منت ماننگے کا بیان دیکھئے۔۔۔کوئی کہتی تھی ہمارا لشکر اس بلا سے جو نکلے گا تو مشکل کشا کا کھڑا دونا دوں گی کوئی بولی میں سہ ماہی کے روزے رکھوں گی۔کونڈے

گی، صحنک کھلاؤں گی، دودھ کے کوزے بچوں کو پلاؤں گی"۔

"فسانہ عجائب" میں سرور نے مرصع اسلوب بیان اختیار کیا ہے۔داستان کی ابتدا کا اقتباس اوپر درج کیا گیا ہے، جس میں مسجع عبارتیں اور مرقع نگاری کی دلکش مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ پھر بھی فارسی کی افراط، مقفی و مسجع فقرے، استعاروں کی نکتہ سنجی، ابہام کی موشگافی، مبالغے کا زور فسانہ عجائب کی چند اہم خصوصیات ہیں۔سرور کے اسلوب نگارش کا ایک بہترین نمونہ شاہکار، بندر کی تقریر ہے۔جس میں بے ثباتی دنیا اور عبرت کے مضامین آٹھ دس صفحوں میں بیان ہوئے ہیں۔اس تقریر میں استعارے کم ہیں ایہام بالکل نہیں پایا جاتا غالباً اس لئے تقریر پُر اثر ہوگئی ہے۔

فسانہ عجائب کے اسلوب پر اظہار خیال کرتے ہوئے پروفیسر گیان چند لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ فسانہ عجائب کا اسلوب غیر فطری ہے۔ پڑھنے میں قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں۔ منظر کشی اور جذبات نگاری کا حق ادا نہیں ہوتا۔سرور کے خیالات بوجھل زربفتی پوشاک میں ملبوس، اس کی قدر دانی کے لئے عارضی طور پر قدیم ذہنیت پیدا کیجئے۔ ہر جملے کے فقرے کو رک رک کر صحیح عطف و اضافت کے ساتھ پڑھئے۔اسی وقت اس کا لطف آئے گا۔ان کی نثر کا لطف دل کے لئے نہیں دماغ کے لئے ہے۔اسے پڑھ کر وجد میں آجانا ممکن نہیں۔

پروفیسر گیان چند کی یہ رائے فسانہ عجائب کے ابتدائی اسلوب سے متعلق ہے جو کہ اس داستان کا طرۂ امتیاز بھی قرار دیا جاتا ہے۔فسانہ عجائب کے اولین مخطوطہ میں یہی سادہ اسلوب ملتا ہے۔۔۔اردو داستان کی عظیم الشان روایت میں دو داستانیں اپنی خصوصیات کی بنا پر نہایت مشہور ہیں ایک میر امن کی باغ و بہار اور دوسرے فسانۂ عجائب۔۔۔میر امن کی باغ و بہار دہلی کی معاشرت کے نقش اور سادہ سلیس اسلوب کے لئے مشہور ہے اور فسانۂ عجائب لکھنوی معاشرت کے بولتے مرقعے اور مرصع و مسجع ایہام کے اسلوب کے لئے ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

ڈرامہ

ڈرامے کی تعریف:۔ ڈراما ادب کی بے حد دلچسپ اور مقبول عام صنف ہے۔ مقاصد کے نظریہ سے وہ سماجی ہے اور انسانی شعور کی گہرائیوں میں غوطہ لگا کر جذبات کو بیدار کرتا ہے۔ترقی یافتہ قوموں میں اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ڈرامافن بھی ہے اور ایک صنفِ ادب بھی اور دونوں حیثیتوں سے اس کو زمانہ قدیم سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کو فنون لطیفہ کی قدیم ترین شکلوں میں شمار کیا جاتا ہے۔اور آج بھی اس کی مقبولیت میں کلام نہیں۔ صنف ادب کی

حیثیت سے بھی ڈراما کی قدامت مسلّم ہے۔عالمی ادب کے بیشتر آفاقی شاہکار اسی صنف سے تعلق رکھتے ہیں۔

ڈرامے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض پڑھی جانے والی صنف نہیں ہے۔ بلکہ کھیلی جانے والی صنف بھی ہے۔ پھر ڈرامہ نہ محض مکالموں کا نام ہے نہ محض اسٹیج کے لئے دی ہوئی توسینی عبارتوں کا یہ سب تو ایک حصہ ہیں اور یہ اس مکمل وحدت کا ایک جز ہیں جن سے اسٹیج ڈرامے کی پوری جمالیاتی کیفیت عبارت ہے۔اس لحاظ سے ڈرامے کا مطالعہ بنیادی طور پر اسٹیج کے نقطۂ نظر سے کیا جانا چاہئے۔ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کر کے دکھانا۔

یہ ایک ایسی صنف ادب ہے جس میں انسانی زندگی کی حقیقتوں اور صداقتوں کو اسٹیج پر نقل کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ نیز یہ ایک پیچیدہ فن بھی ہے جسے اداکار اور ہدایت کار کی مشترکہ کوشش پایۂ تکمیل کو پہنچاتی ہے۔

ڈرامے کے اجزائے ترکیبی:

زمانۂ قدیم میں ڈرامے کے دو بڑے مرکز یونان اور ہندستان رہے ہیں۔ دونوں مراکز پر ڈرامے کی جداگانہ روایتیں تھیں اور اسی مناسبت سے دونوں مراکز پر اس فن کے جداگانہ اصول مرتب کئے گئے۔

ہندوستانی ڈرامے کے اصول پہلی مرتبہ بھرت منی نے اپنی مشہور تصنیف ''ناٹیہ شاستر'' میں پیش کئے۔ بھرت منی نے ڈرامے کے پانچ لوازم قرار دیئے ہیں۔

۱) لباس

۲) آواز

۳) اعضائے جسم کے حرکات

۴) رقص اور

۵) موسیقی

سنسکرت میں ڈرامے کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) بھاؤ (۲) رس

بھاؤ: سے مراد وہ عمل ہے جو اسٹیج سے اداکاری، پلاٹ، مکالمے، رقص اور موسیقی وغیرہ کی صورت میں اداکار پیش کرتا ہے۔

رس: رس وہ کیفیت ہے جو اسی بھاؤ (عمل) سے دیکھنے والوں کو پیدا ہوتی ہے۔

''رس'' کو ہندوستانی ڈرامے کی سب سے بڑی خصوصیت کہا گیا ہے۔ بھرت منی نے شانت رس یا سکون کو ڈرامے کا بنیادی جذبہ قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس یونانی ڈرامے کی روح ''عمل'' ہے۔

یونانی ڈرامے کے اصول پہلی مرتبہ ارسطو نے اپنی مشہور تصنیف بوطیقا (Poetics) میں پیش کئے۔ ارسطو نے ڈرامے کے چھ اجزاء بیان کئے ہیں۔

۱)	پلاٹ یا قصہ	۴)	مکالمہ
۲)	کردار	۵)	موسیقی
۳)	مرکزی خیال	۶)	اسٹیج کی آرائش

مرکزی خیال، کشمکش، تذبذب اور تصادم ڈرامے کے داخلی عناصر شمار کئے جاتے ہیں۔

پلاٹ: یہ ڈرامے کا ایک اہم ترین جز ہے۔ پلاٹ کا مطلب ہے واقعات کی خاص ترتیب، واقعات کے بیان ہی سے پلاٹ بنتا ہے۔ جب مختلف واقعات کو ایک فطری تسلسل، با معنی و باطنی ربط و آہنگ اور منطقی ہم آہنگی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تو اس کو پلاٹ کہتے ہیں۔ پلاٹ میں اسباب و عمل پر زور دیا جاتا ہے۔ پلاٹ کی ترتیب ایک قسم کا فن تعمیر ہے۔ ارسطو نے سب سے پہلے اپنی تصنیف ''بوطیقا'' میں المیہ ڈرامے کے اجزائے ترکیبی پر بحث کرتے ہوئے پلاٹ کو ڈرامے کی جان قرار دیا ہے۔ کسی نقاد نے کیا خوب کہا ہے کہ پلاٹ بنانا ویسا ہی ہے جیسے کوئی بُت تراش کچھ خاص فنی قاعدوں کے مطابق کسی پتھر کی سل کو تراش کر ایک خوشنما بت بنائے مگر خوبی یہ ہے کہ اس میں بناوٹ کا اثر نہ ہو۔ مذکورہ بالا اقتباس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ڈرامانگار فضول چیزوں کو ڈرامے سے خارج کردے اور نہایت اہم واقعات کو پیش کرے اسی طرح پلاٹ کی تشکیل و ترتیب میں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱) پلاٹ کے ذریعے اہم واقعات کو مربوط کرنا

۲) واقعات کی ترتیب سے اتحاد تاثر پیش کرنا

ڈرامے کے پلاٹ کی ارتقائی کیفیت کو نقادوں نے آغاز، ارتقاء اور انجام کی تقسیم سے ظاہر کیا ہے۔ بعض نقادوں نے اس میں مزید اضافہ اس طرح کیا ہے۔

۱) آغاز ۲) ابتدائی واقعہ (۳) عروج (۴) نقطۂ عروج (۵) تنزّل (۶) انجام

۱) آغاز یا تمہید: پلاٹ میں اس مرحلے کا مقصد آئندہ ہونے والے افعال واعمال کے متعلق ضروری واقفیت مہیا کرنا اور بعض چیزوں کی تشریح پیش کرنا ہے۔جس سے آنے والے واقعات کو بخوبی سمجھا جاسکے۔

(۲) ابتدائی واقعہ: پلاٹ کا نقطۂ آغاز ہے۔جس واقعہ سے ڈرامے میں عمل کی ابتدا ہوتی ہے۔ابتدائی واقعہ ہی سے ڈرامے میں تصادم کا عنصر جنم لیتا ہے۔یہیں سے واقعات کا تسلسل قائم ہوتا ہے۔کسی بھی ڈارامے میں دلچسپی اور کامیابی کے لئے آغاز بڑا اہم ہوتا ہے۔ڈراما نگار کو کسی ایسے واقعہ کے عمل وقوع سے ڈرامہ شروع کرنا ہوتا ہے کہ آغاز ہی سے ناظرین کو متوجہ کرلے جس کے لئے شروع ہی سے دلچسپی کا ہونا ضروری ہے۔

۳) عروج: اس مرحلے پر عمل کا عروج شروع ہوتا ہے۔اس سے پلاٹ کا اُلجھاؤ نمایاں ہوتا ہے۔دوسرے مرحلے میں جس تصادم نے جنم لیا تھا یہاں وہ بتدریج ترقی پذیر ہوتا ہے۔اس کی شدت بڑھتی رہتی ہے اور عمل اپنے نقطۂ عروج کی طرف بڑھتا ہے۔

۴) نقطۂ عروج: پلاٹ کے ارتقائی سفر مین ایک منزل ایسی بھی آتی ہے۔جہاں تصادم اور پیچیدگیاں بڑھتے بڑھتے اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔اسی کو ڈرامے کا نقطۂ عروج یا کلائمکس کہتے ہیں۔یہ ایک ایسا مرحلہ ہوتا ہے۔جہاں تمام مختلف اور متضاد قوموں کی کشمکش عروج کمال کو پہنچ کر ایک ایسی حیثیت اختیار کرلیتی ہے کہ ان میں سے ایک کی کامیابی یقینی ہوجاتی ہے اور یہاں سے قصے کا انجام نظر آنے لگتا ہے۔

۵) تنزّل: تنزل ڈرامے کے پلاٹ کا وہ حصہ ہے۔جہاں سے تصادم انجام کی طرف بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔یہاں یہ واضح ہونے لگتا ہے کہ انجام المیہ ہوگا یا طربیہ یعنی نقطۂ عروج کے بعد ہی یہ انکشاف شروع ہوجاتا ہے اور ڈراما آہستہ آہستہ انجام کی طرف بڑھتا ہے۔

۶) انجام: ڈرامے کے پلاٹ کی آخری منزل انجام ہے اسی حصّے میں واقعات پھر اپنی بھرپور ڈرامائیت کے ساتھ رونما ہوتے ہیں اور قصّے کو اس طرح انجام تک پہنچاتے ہیں۔جس سے تکمیل واختتام کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

کردار: ڈرامے کے اہم اجزاء میں پلاٹ ہی کی طرح کرداروں کی بھی خاص اہمیت ہے۔کسی بھی عمدہ ڈرامے کی اہمیت اس کی کردار نگاری پر منحصر ہے۔اگر کوئی ڈرامہ نگار کردار نگاری کی قوت نہیں رکھتا تو وہ صحیح معنون میں ڈرامہ نگار

کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہے۔ کردار نگاری ڈرامے کے فن کا ایک مشکل مرحلہ ہے۔ کردار نگاری کے سلسلے میں ڈراما نگار پر بہت سی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کے کردار حقیقی ہوں نہ کہ مثالی اور بے جان ان کا جیتا جاگتا انسان ہونا ضروری ہے۔

مرکزی خیال: مرکزی خیال ڈرامے کی تخلیقی عمل کی بنیاد ہے۔ ڈرامے میں اس کی وہی حیثیت ہے۔ جو جسم میں روح کی، تاریخ کی کوئی حقیقت، سماج کا کوئی مسلۂ یا زندگی کی کوئی صداقت ڈرامے کا مرکزی خیال بن سکتی ہے۔ ڈرامے کے مرکزی خیال کے لئے وحدت اور اسکا معنی خیز ہونا ضروری ہے۔ نیز پاکیزگی اور سادگی کو اُس کا حُسن قرار دیا گیا ہے۔

مکالمہ: مکالمے بھی ڈرامے کا اہم جز ہیں مکالمہ آپس میں گفتگو کرنے کو کہتے ہیں اس میں تکلم کے مختلف پہلو ہوتے ہیں۔ یعنی کہیں غصّہ، کہیں طنز، کہیں نصیحت، کہیں فرمائش، کہیں افسوس اور کہیں پیار و محبت کی باتیں یہ سب انداز تکلم ہیں۔ اس کی ایک خاص ادا ہوتی ہے۔ کامیاب ڈراما نگار یہ انداز الفاظ میں اس طرح ادا کرتا ہے۔ جیسے ہمارے سامنے کی بات ہو۔ ڈرامے میں وقت کی پابندی ہونے کی وجہ سے الفاظ کے استعمال میں کفایت شعاری ضروری ہے۔ اس کے علاوہ مکالموں کا موقع و محل سے مناسبت رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

اسٹیج: ڈرامہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک ادبی دوسرا تمثیلی۔ ڈراما اسٹیج ہوئے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ محض تخیل اور تصور کے پردے پر ڈراما ابھر نہیں سکتا کیونکہ ڈرامے کا فن عملی زیادہ ہے اور علمی کم۔ حقیقت یہ ہے کہ اسٹیج اور ڈراما کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں کا رشتہ ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہے۔ وہی ڈرامہ نگار کامیاب ہوئے ہیں۔ جن کا تعلق براہِ راست اسٹیج سے تھا۔ شیکسپیر کا تعلق براہِ راست اسٹیج سے تھا۔ برناڈ شاہ کا بھی گہرا لگاؤ اسٹیج سے تھا ان بڑے فنکاروں نے ہمیشہ اسٹیج ہی کے لئے لکھا۔ کالی داس۔ بھوبوتی اور اشوگھوش مذہبی میلوں یا سمراٹوں کے لئے لکھتے تھے۔ اس طرح یونان میں بھی اسٹیج اور ڈراما ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم رہے ہیں۔ تاریخی طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی ڈراما اسٹیج سے الگ ہوا آہستہ آہستہ زوال کی طرف چلا گیا۔

ڈراما میں کہانی ہوتی تو ہے مگر بیان نہیں کی جاتی ادا کی جاتی ہے۔ عصری اور سماجی تقاضوں کو پورا کئے بغیر ڈراما کی کہانی مکمل تاثر پیش نہیں کر سکتی اور ڈرامائی فن کے تحت اسے مکمل نہیں کہا جاسکتا۔ اسٹیج، اداکار اور تماشائی ڈراما کے ضروری خارجی عناصر ہیں۔ ڈراما نگار کے ذہن میں یہ تینوں عناصر ہوتے ہیں اور انہیں کے پس منظر میں وہ ڈرامے کی عمارت

کھڑی کرتا ہے۔ایک کامیاب ادبی ڈراما اسٹیج سے تعلق رکھے بغیر خاص حالات میں لکھا جاسکتا ہے اور ایسے ڈرامے قارئین کے لئے پر لطف اور دلچسپ بھی ہو سکتے ہیں۔لیکن جب تک اس کو اسٹیج نہیں کیا جائیگا۔اس کی خوبیاں اور خامیاں واضح نہیں ہو پائیں گی اور نہ ہی لکھنے کا مقصد پورا ہوگا۔

ڈراما اور ناول میں فرق: صنف ادب کے لحاظ سے ڈراما سب سے زیادہ ناول سے مماثلت رکھتا ہے۔ڈراما اور ناول میں یہ بات مشترک ہے کہ دونوں انسانی زندگی کے مختلف جلوے دکھاتے ہیں۔ یہاں تک دونوں میں بعض اجزاء مشترک نظر آتے ہیں۔لیکن اس کے باوجود ان دونوں اصناف کی ہیئت ،تکنیک ،تشکیل ،تعمیر اور ترتیب میں بنیادی فرق ہے۔

ڈرامے میں عمل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اسٹیج کا تصور اس کے ساتھ ناگزیر ہے۔اس کے برعکس ناول میں بیان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ناول ایک ایسی تخلیق ہے جس میں ناول نگار تمام اجزاء پر قدرت کاملہ رکھتا ہے لیکن ڈراما اپنی تکمیل کیلئے مصنف کے سوا اداکار اور ہدایت کار وغیرہ کے تعاون کا محتاج ہے۔

ناول میں مصنف دوسروں کی سرگذشت بیان کرتا ہے مگر ڈرامے میں وہ خود اشخاص کو گفتگو کرنے دیتا ہے اور اس گفتگو میں ان کے جذبات ،ان کے خیالات ،ان کی ساری زندگی دکھاتا ہے۔ناول لکھنے والا آزاد ہے کہ اپنی کہانی کو سو صفحے میں لکھے یا ہزار صفحے میں کیونکہ ناول پڑھنے کے لئے وقت کی کوئی پابندی نہیں مگر ڈراما لکھنے والے کو یہ اندازہ کرنا پڑتا ہے کہ قصہ ٹھیک اتنا بڑا ہو کہ تین ساڑھے تین گھنٹے میں دیا جاسکے اُس سے زیادہ یا اُس سے کم نہ ہو۔

بمقابلہ ناول کے ڈرامے میں کہیں زیادہ پابندیاں اور دشواریاں ہیں۔ یہاں بہت محدود ذرائع سے کام لیکر بہت گہرا اثر پیدا کرنا ہوتا ہے۔اس لئے ڈرامے میں واضح مشاہدے ،صحیح قوت انتخاب اور موثر طرز ادا کی ضرورت ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ کوئی شخص اکبر اعظم پر ایک ڈراما لکھتا ہے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اکبر کی سوانح حیات پر اتنا عبور رکھتا ہو اور اس کا تصور اتنا واضح ہو کہ قصہ لکھتے وقت اس بادشاہ کی ساری زندگی متحرک تصویروں کی طرح آنکھوں کے سامنے سے گذر جائے۔ان تصویروں کو دکھانے کے لئے اس کے پاس صرف دو ذریعے ہیں گفتگو اور عمل۔ان دونوں چیزوں کے ذریعے اسے اکبر اور اس کے زمانے کے لوگوں کی سیرت ،ان کے جذبات اور خیالات ان کے آپسی تعلقات اور باہمی کشمکش ان کی کامیابی اور ناکامی کا نقشہ کھینچنا ہے۔

ڈرامے کا ایک اہم ترین مقصد قطرے میں دریا اور جُز میں کل کو دکھانا ہے اس لئے کوئی بھی ڈرامہ اسی وقت

کامیاب کہلائے گا جب اس میں زندگی کے گہرے راز اس طرح دکھائے جائیں کہ جس پر کُل کا گمان ہو۔

<u>ڈرامے کی قسمیں:</u> ڈرامے کے قصے کا پڑھنے والوں اور دیکھنے والوں کے احساس و جذبات پر جو عام اثر پڑتا ہے۔ اسی کے لحاظ سے زمانہ قدیم سے ہی ڈرامے کو عام طور سے دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱) ٹریجیڈی یعنی المیہ۔ ۲) کامیڈی یعنی طربیہ۔

جس طرح انسان کے سارے جذبات میں احساس کی دو بنیادی کیفیتوں راحت والم میں سے کوئی ایک کیفیت ضرور موجود ہوتی ہے۔ اس طرح ڈرامے کے پڑھنے یا دیکھنے سے جو جذبات پیدا ہوتے ہیں ان میں راحت یا الم کا رنگ ضرور ہوتا ہے۔ کبھی ڈراما زندگی کا الم ناک پہلو دکھاتا ہے اور دیکھنے والے کے دل پر لطف مشاہدہ کے ساتھ حسرت والم کی کیفیت طاری کر دیتا ہے اور کبھی خوف ناک پہلو کا منظر دکھاتا ہے۔ جو انسان کو محظوظ ہی نہیں بلکہ مسرور بھی کرتا ہے۔ یوں تو ہر ڈرامے میں یہ دونوں رنگ موجود ہوتے ہیں لیکن کسی میں ایک غالب ہوتا ہے اور کسی میں دوسرا۔ جس ڈرامہ میں الم کا رنگ زیادہ گہرا ہوتا ہے وہ المیہ کہلاتا ہے۔ جس میں راحت کا پہلو غالب ہو وہ طربیہ یا فرحیہ کہلاتا ہے۔

<u>۱) ٹریجیڈی یعنی المیہ:</u> مغرب میں یہ ڈرامے کی سب سے اعلیٰ قسم تصور کی جاتی ہے اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ ڈرامے کا دوسرا نام ہی ٹریجڈی ہو گیا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اے۔ ڈبلیو۔ سلیگل کے ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ

''ٹریجیڈی تخئیل کی معراج ہے'' مختصر طور پر ٹریجیڈی کی تعریف کی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا پلاٹ غم واندوہ کے واقعات پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کا مرکزی خیال عموماً سنجیدہ اور غم انگیز ہوتا ہے۔ اس میں عام طور پر نکبت و فلاکت، جسمانی و ذہنی اذیت کا مظاہرہ ہوتا ہے کسی ڈرامے کو المیہ اس وقت قرار دیا جاتا ہے جب اس میں الم انگیز تاثرات موجود ہوں۔ المیہ ڈرامے کی امتیازی صفت یہ ہے کہ اس کا ہیرو بلند ہمت اور بلند سیرت ہو۔ اس پر کوئی مصیبت ایسی پڑے جو دل میں رعب اور دہشت پیدا کرتی ہو۔ جس میں خود ہیرو کا قصور نہ ہو یا ہو بھی تو نیک نیتی سے۔ وہ ہمت اور شجاعت سے اس مصیبت کا مقابلہ کرے مگر آخر میں مغلوب ہو کر ہلاک یا تباہ ہو جائے۔

کامیڈی (طربیہ): جس ڈرامے میں واقعات کی عام رفتار اور قصے کا انجام خوشگوار ہو یعنی جس سے دیکھنے والوں کے دل پر فرحت و مسرت کا اثر ہو یا جس کے پلاٹ میں خوشی و مسرت پیدا کرنے والے واقعات لئے گئے ہوں۔ اور اس کے کردار متوسط درجے کے عام انسان ہوں اس میں عموماً مثالی کردار پیش کئے گئے ہوں اور یہ مبالغہ آمیز پُر تفنن اور

تفریحی سامان فراہم کرتے ہوں۔

جس طرح وہ کھیل جو محض رنج والم کے جذبات ابھارتا ہے۔المیے کی شان نہیں رکھتا بلکہ ایک کمتر درجے کی چیز ہے اور میلوڈراما (رقّت آمیز ڈراما) کہلاتا ہے اس طرح وہ کھیل جو محض تفریح اور دل لگی کا باعث ہوتا ہے طربیے کے معیار سے پست ہوتا ہے۔اور فارس (نقل) کے نام سے موسوم ہے طربیے سے راحت اور مسرت کے علاوہ دیکھنے والوں کو ایک مستقل کیفیت محسوس ہوتی ہے۔اور زندگی کا بوجھ اس کے دل پر سے ہٹ جاتا ہے۔المیہ کے مقابلے میں کامیڈی کو ہمیشہ دوسرے درجے کا ڈراما سمجھا گیا اور اسی سے تفریح و تفنن طبع کا کام لیا گیا۔لیکن بعض طربیے ایسے بھی لکھے گئے جو شاہکار کا درجہ اختیار کر گئے۔شیکسپیئر کے اپنے طربیہ ڈراموں میں اپنے عہد کی بعض حماقتوں کو اس طرح پیش کیا ہے کہ ان کے ڈرامے آج بھی اتنے ہی شگفتہ ہیں جتنے وہ تصنیف کے وقت تھے۔

اعلیٰ طربیہ میں دو خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱) اس کے کردار ایک عہد اور مقام سے مختص ہونے کے باوجود اس میں آفاقیت ہو۔

۲) طربیہ مجموعی طور پر ایک وسیع تر کائناتی معاشرے کا ایک جز و یا اس کی علامت ہو۔

<u>اردو ڈرامے کی تاریخ:</u> اردو ڈرامے کی ابتدا نواب واجد علی شاہ کے ناٹک ''رادھا کنھیا کا قصہ'' سے ہوتی تھی جسے پروفیسر مسعود حسن رضوی اور دیگر نقادوں نے اردو کا پہلا ڈرامہ قرار دیا ہے۔امانت لکھنوی کے اندر سبھا کی غیر معمولی مقبولیت نے اسے تیزی سے آگے بڑھا دیا پھر اس کے بعد مداری لال کی اندر سبھا اور دوسری اندر سبھائیں جنھیں ابراہیم یوسف نے اندر سبھا اور اندر سبھاؤں کے نام سے شائع کر دیا۔اس کے بعد ہی انگریزوں کا راج ہو گیا اور واجد علی شاہ اور میاں امانت اور مداری لال کی اندر سبھاؤں میں انگریزی ڈراموں کی نقل کی گئی اور اس کے نتیجے میں اردو ڈرامے پارسی کمپنیوں کے تجارتی مقاصد کے زیر اثر پھلے پھولے اور یہ اتنے پھیلے کہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں ان کا چرچا ہونے لگا اور بقول ڈاکٹر محمد حسن جب اردو دشمنی کا زور ہوا تو ان اردو ڈراموں کو اردو ڈرامے کی بجائے پارسی تھیٹر کہا جانے لگا۔

پارسی تھیٹر: <u>1864</u>ء میں اس کی ابتداء ہوئی سب سے پہلے <u>1864</u>ء میں پارسی بالیوالا تھیٹر کل کمپنی آف بامبے قائم ہوئی حالانکہ <u>1834</u>ء میں واجد علی شاہ کے دور میں بھی ڈرامے ہوئے لیکن پارسی تھیٹر کا اسٹائل اور طرز الگ تھا۔اس کا پہلا ڈرامہ وہ بھی باقاعدہ اسٹیج پر سب سے پہلے بالیوالا تھیٹریکل کمپنی کی جانب سے ممبئی میں <u>1864</u>ء میں اسٹیج ہوا۔شروع

شروع میں مشعل جلاکر ڈرامے دکھائے گئے۔ اس کے بعد گیس لیمپ آ گیا۔ اس کی روشنی کو دیکھ کر عوام چونک پڑے کہ رات میں دن نکل آیا ہے۔

دیکھتے ہیں دیکھتے پارسی تھیٹر کی 25 بڑی کمپنیاں وجود میں آ گئیں ملک بھر میں پارسی تھیٹر کے ناٹکوں اور ڈراموں کا چرچا تھا۔ 1864ء یعنی ابتدا سے لیکر 1931ء کا زمانہ پارسی تھیٹر کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس تھیٹر کی مقبولیت کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے انیس اعظمی نے لکھا ہے کہ ''پارسی تھیٹر پُر زور اور بلند بانگ مکالموں اور شاعرانہ اثر انگیزی کے علاوہ چمک دمک والا تھیٹر تھا۔ جس کا اصل مقصد ناظرین کی تفریح کا سامان پیدا کرنا تھا۔ ان کے پلاٹ میں قصوں کے مقابلے میں ناچ گانے کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ کرداروں کا مکالمہ بھی نثر کے بجائے نظم میں ہوا کرتا تھا۔

پارسی تھیٹر کے ڈراموں کو آسانی کے لئے تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور احسنؔ لکھنوی کا ہے جس میں انگریزی ڈراموں کو ہندوستانی روپ میں پیش کرنے کی کوشش ہوئی۔ مگر ڈرامے کا رنگ ڈھنگ زیادہ منظوم ہی رہا۔

احسنؔ لکھنوی: اُردو کی مشہور مثنوی ''زہر عشق'' کے مصنف نواب مرزا شوق کے پوتے احسن لکھنوی تھے۔ شاعری آباواجداد سے ورثے میں ملی تھی۔ اس لئے زبان اور بیان پر عبور تھا۔ اُردو کے روزمرہ اور محاورے پر قدرت تھی۔ آخر عمر میں ڈرامہ نگاری چھوڑ کر مرثیہ خوانی اختیار کی۔ اس سلسلے میں ''حیات انیسؔ'' آپ کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔

دوسرا دور: پارسی تھیٹر کا دوسرا دور طالبؔ بنارسی اور نراش پرشاد بیتاب بنارسی کا ہے جس میں پرانی روشنی بھی قائم رہی اور اسی کے ساتھ ساتھ پرانی ہندوروایات پر مشتمل ڈراموں کو بھی اسٹیج پر پیش کیا جانے لگا۔ طالبؔ، راسخؔ دہلوی کے شاگرد تھے۔ آپ کا پورا نام منشی ونایک پرشاد تھا اور طالبؔ تخلص کرتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے اردو اسٹیج کو نثر سے آشنا کیا اور ہندی گانوں کے بجائے اردو گانوں کو مروج کیا آپ کا انتقال 1914ء میں ہوا۔

بیتابؔ بنارسی: آپ کا پورا نام پنڈت نراش پرشاد اور بےتابؔ تخلص تھا۔ آپ کو ہندی پر عبور حاصل تھا اور سنسکرت سے بھی واقفیت تھی۔ آپ نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں اور مقدس روایتوں کو ڈراموں کی شکل میں ڈھالا۔ ڈرامہ ''مہابھارت'' سب سے پہلے دہلی میں 1913ء میں اسٹیج کیا گیا آپ کے دیگر ڈراموں میں قتل نظیر، زہری سانپ، فریب محبت، رامائن، کرشن، سدھاما وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تیسرا دور: پارسی تھیٹر، کا تیسرا دور آغا حشر کشمیری کا ہے جنہوں نے ڈراموں کو منظوم کرنے کے بجائے اُنھیں گھن

گھرج کی مقفیٰ ادبی زبان عطا کی ۔ آغاز حشر نے بھی قدیم ہندوستانی دیومالا اور انگریزی ڈراموں سے بہت کچھ حاصل کیا اور انھیں ہندوستانی رنگ روپ دیا۔

آغاز حشرؔ کاشمیری: آغا حشرؔ ایک کشمیری خاندان کے چشم و چراغ تھے اُن کی پیدائش یکم اپریل 1879ء میں ہوئی اُن کا پورا نام محمد شاہ لقب آغا تھا اور تخلص حشرؔ تھا۔ ویسے آپ کی پیدائش بنارس میں ہوئی لیکن آباواجداد کا وطن کشمیر تھا۔ اس مناسبت سے وہ اپنے نام کے ساتھ کاشمیری لکھتے تھے۔ شاعری کا شوق آہستہ آہستہ ڈرامہ نگاری میں بدل گیا۔ انھوں نے اپنا پہلا ڈرامہ ''آفتاب محبت'' لکھا جو جواہر ایکسپرس سے 1897ء میں شائع ہوا یہ آغا حشر کی ڈرامہ نگاری کی ابتدا تھی۔ ممبئی آنے کے بعد اُنھوں نے اپنا دوسرا ڈرامہ ''مارِ آستین'' 1907ء میں لکھا اور پھر مرید شک دور، اسیر حرص جیسے پُر اثر اور کامیاب ڈرامے لکھے ۔ اسیر حرص 1905ء میں لکھا گیا۔ جس کے مکالمے پُر زور، بلیغ اور مقفیٰ تھے ۔ اس ڈرامے سے جوشیلے، بلیغ اور مرصّع ڈراموں کی ابتدا ہوتی ہے۔ آغا حشر نے نہ صرف نمائشی لب ولہجہ اور غیر فطری زبان واسلوب کی اصلاح کی بلکہ اردو ڈرامے کو جیتے جاگتے انسان کے ماحول سے قریب تر کر دیا۔ ڈاکٹر اعجاز حُسین لکھتے ہیں۔

آغا حشر نے ضرور اور لکھنے والوں سے بہتر ڈرامے لکھے ان کے یہاں بہ نسبت اور ڈرامہ نگاروں کے فکری عنصر اور مواد کی تبدیلی ڈرامائی لحاظ سے صحت مند اور ترقی یافتہ ہے۔ ان کے لب ولہجہ میں متانت ہے اور نثر میں جان ہے۔ ان کے ہاں کوئی ذہنی تحریک ہو یا نہ ہو کم از کم ذہنی ترتیب کا مفید اور صالح میلان تو موجود ہے اس لئے حشر کے بعد ہی اردو ڈرامہ نگاری سنجیدہ، باشعور اور ذہین فنکاروں کے حلقے میں داخل ہوگئی۔ ان کا انتقال 1935ء میں ہوا۔

اردو کے مشہور ڈرامہ نگار:

امتیاز علی تاجؔ: آغا حشر کے بعد آنے والے ڈرامہ نگاروں میں امتیاز علی تاج کا نام سب سے زیادہ شہرت رکھتا ہے۔ اور ان کے ڈرامے ''انارکلی'' کو عوامی مقبولیت کے ساتھ ادبی اہمیت بھی حاصل ہے جو اردو ڈراما کی تاریخ میں بلند ترین مقام کا حامل ہے۔

اُردو کے مشہور اور ممتاز ڈرامہ نگار اور ڈرامہ ''انارکلی'' کے مصنف سیّد امتیاز علی تاج کی پیدائش 1901ء میں لاہور کے ایک ذی علم خاندان میں ہوئی۔ امتیاز علی تاج کی تعلیم شروع سے آخر تک لاہور ہی میں ہوئی اور شروع ہی سے ان کا تعلق ڈراما سے ہی رہا۔ امتیاز علی تاج بچوں کے رسالے ''پھول'' کے مدیر کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔ تہذیبی

اور ادبی ماہنامہ ''کہکشاں'' کی ادارت بھی کامیابی سے کی۔ وہ افسانہ نگار، مزاح نگار، مترجم، فلم نویس، ہدایت کار، ڈرامے کے ناقد اور نثری ڈراموں کے مصنف کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔

امتیاز علی تاج کی لازوال ادبی شہرت کا انحصار ڈراما ''انارکلی'' کے مصنف کی حیثیت سے ہے۔ یہ ڈراما تاج کے قلم کا شاہکار ہے اور اس سے اردو ڈراما نگاری کا وقار اور اعتبار قائم ہے۔ انھوں نے اپنا یہ شاہکار 1922ء میں مکمل کیا لیکن اس کی اشاعت پہلی بار دارالاشاعت پنجاب نے 1932ء میں کی۔

محمد مجیب: محمد مجیب موجودہ دور کے ان چند ڈراما نگاروں میں ہیں جنہوں نے اس فن کی نشوونما کے لئے پُر خلوص کاوشیں کیں انہوں نے پہلا ڈرامہ ''کھیتی'' 1938ء میں لکھا چونکہ یہ پہلا ڈراما ہے اس لئے فطری طور پر اس میں کئی کمزوریاں ہیں ''انجام'' معاشرتی مسئلوں سے متعلق ہے۔ ''دوسری شام'' اور ''ہیروئن کی تلاش'' کی بنیاد بھی سماجی اور اخلاقی قدروں پر رکھی گئی ہے۔ محمد مجیب کے اہم ڈراموں میں ''خانہ جنگی'' ''آزمائش'' اور ''حُبّہ خاتون'' شامل ہیں۔ یہ تینوں ڈرامے تاریخی واقعات و حقائق کے پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔ مجیب صاحب کو تاریخ سے دلچسپی تھی۔ اس لئے انھوں نے تاریخی واقعات کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا ہے۔ مشرقی اور مغربی ادبیات کے گہرے مطالعہ نے ان کے فنی شعور کی رہنمائی کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کم و بیش ہر ڈرامے میں اسٹیج کے لوازم کو سامنے رکھا ہے۔

اختر اور ینوی: اختر اور ینوی اردو کے مشہور افسانہ نگار گذرے ہیں انہیں ڈراما اور اسٹیج سے بھی خاص لگاؤ رہا ہے۔ رومانی ڈرامانویس کی حیثیت سے اختر اور ینوی کا نام بھی اہم ہے۔ انہوں نے بھی تاریخی واقعات کی بنیاد پر دو ڈرامے لکھے جن میں سے ایک ''زوال کینٹن'' اور دوسرا ''شہنشاہ حبشہ'' ہے یہ ڈرامہ 1938ء میں کتابی شکل میں منظر عام پر آیا۔

عابد حسین: عابد حسین اردو کے ایک ممتاز انشائیہ نگار ہیں۔ انہیں اردو ڈرامے سے بھی دلچسپی رہی ہے۔ ''پردۂ غفلت'' آپ کا مشہور ڈراما ہے۔ جس میں مسلمان خاندانوں کی معاشرت کی سچی تصویر دکھائی گئی ہے۔ یہ ڈرامہ پہلی مرتبہ برلن میں 1925ء میں شائع ہوا تھا۔

محمد حسن: انہوں نے ڈرامے کو صرف ایک ادبی صنف کی حیثیت سے نہیں برتا بلکہ وہ اسٹیج کے تقاضوں سے پوری طرح

واقف ہیں۔ وہ اپنے ڈراموں میں اسٹیج کے مطالبات کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں۔انہوں نے 1961ء میں ''میرے اسٹیج ڈرامے'' کے عنوان سے اپنے چھ مختصر ڈراموں کا مجموعہ شائع کیا۔ ان کے ڈراموں کا مجموعہ'' پیسہ اور پرچھائیں'' بھی بہت مقبول ہوا۔غالب پر ان کے دو ڈرامے ''کہرے کا چاند'' اور ''تماشا اور تماشائی'' بھی اہل نظر سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

محمد حسن کا ایک اور ڈرامہ ''ضحاک'' 1980ء میں شائع ہوا۔ چھ سین پر مشتمل اس ڈرامے کو کامیابی سے اسٹیج پر بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ ڈراما نگار نے خود وضاحت کر دی ہے کہ اسے انہوں نے ایمر جنسی میں مکمل کیا تھا۔ ہنگامی حالات پر ان کا ڈراما ''ضحاک'' کافی موثر ڈراما ہے۔ اس ڈرامے کا مرکزی کردار ''ضحاک'' ہے۔ اس کی شخصیت اگر چہ اساطیری ہے۔ لیکن ڈرامے میں وہ ظالم حکمران کی حیثیت سے نمایاں ہوا ہے۔ اس رمزیت نے اس کردار کو احتجاجی شعور کا پروردہ ایک ایسا علامتی پیکر بنا دیا ہے۔ جو ہر دور کی سماجی زندگی میں کسی نہ کسی شکل میں سرگرم عمل رہا ہے۔

دیگر ڈراما نگار:

مذکورہ ڈراما نگاروں کے علاوہ اس دور کے ڈراما نگاروں میں ابراہیم یوسف، ساگر سرحدی اور زاہدہ زیدی، قدسیہ زیدی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ابراہیم یوسف کے ڈراموں کے تین مجموعے ''سوکھا درخت'' ''طنزیہ ڈرامے'' اور'' دھوئیں کے آنچل'' شائع ہو چکے ہیں۔ ساگر سرحدی کے ڈرامے ''تنہائی'' میں موضوع اور مکالمے دونوں اعتبار سے اسلوبیاتی اور فکری انفرادیت نمایاں ہے۔ زاہدہ زیدی نے بھی بہت عمدہ ڈرامے لکھے ہیں اور کئی خوبصورت تراجم بھی کئے ہیں۔ ان داتا، دوسرا کمرہ، ''تین عورتیں'' اور'' مینا بازار'' ان کے طبع زاد ڈرامے ہیں اور انہوں نے چے خوف کے ڈراموں کے تراجم ''حبیب ماموں'' ''تین بہنیں'' اور ''چیری کا باغ'' کے نام سے شائع کئے ہیں۔ قدسیہ زیدی نے بھی ڈراموں کے تراجم کے ذریعے اردو ڈرامے کو مغربی ڈرامے کی بلوغت اور پختہ کاری سے متعارف کرایا ہے۔ ان کے ڈراموں میں خالد کی خالہ، گڑیا گھر اور آذر کا خواب وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

آزادی کے بعد اردو ڈرامے کے فروغ میں نیشنل اسکول آف ڈراما کا بہت اہم رول رہا ہے۔ بقولِ ڈاکٹر محمد حسن اردو ڈراما نہ تو نصف النہار تک پہنچا ہے اور نہ تحت الثریٰ میں ہے۔ البتہ جس حالت میں ہے اسے نہ صرف تنقید نگاروں سے بلکہ پورے اردو ادب سے تعاون کی ضرورت ہے۔

باب ۳ قواعد III - Grammar

لفظ کی تعریف اور اس کی قسمیں

لفظ (Word): انسان کی زبان سے جو بھی آواز نکلتی ہے اس کو لفظ کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ بامعنی ۲۔ بے معنی

لفظ بامعنی(Articulate): وہ لفظ ہے جس کے معنی سمجھ میں آئیں جیسے کتاب، ٹوپی، قلم، وغیرہ

لفظ بے معنی(In-articulate): وہ لفظ جس کے معنی سمجھ میں نہ آئیں جیسے کھانا وانا۔ اس جملے میں وانا لفظ بے معنی ہے۔ پانی وانی، غلط سلط، وانی، سلط یہ تمام لفظ بے معنی ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی بات چیت میں جو بھی لفظ بولتے ہیں اُن لفظوں کے کوئی معنی ہوں تو اسے کلمہ کہتے ہیں جو لفظ بے معنی ہوتا ہے اسے مہمل کہا جاتا ہے۔

اسم کی تعریف

کسی شخص، چیز، جگہ یا وقت کے نام کو اسم کہتے ہیں۔ جیسے اکبر، قلم، مغرب، مسجد

اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) اسم عام (۲) اسم خاص

اسم خاص(Proper Noun): کسی خاص شخص، خاص چیز، خاص وقت یا جگہ کے نام کو اسم خاص کہتے ہیں۔ جیسے اکبر، مدراس، تاج محل وغیرہ۔

اسم عام(Common Noun): وہ اسم ہے جو کسی خاص شخص، خاص چیز، خاص وقت کا نام نہ ہو، بلکہ اپنی قسم کی تمام چیزوں کے لئے یکساں طور پر بولا جائے۔ جیسے لڑکا، درخت، مدرسہ وغیرہ۔

اسم خاص کی قسمیں

اسم خاص کو اسم معرفہ بھی کہتے ہیں۔ اسم خاص کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) خطاب (۲) لقب (۳) کنیت (۴) تخلص (۵) عرف

۱۔ خطاب Title: وہ نام ہے جو حکومت یا قوم کی طرف سے کسی شخص کو دیا جاتا ہے۔ جیسے سر، خان بہادر، پدم شری، پدما بھوشن، قائدِ اعظم، مسیح الملک وغیرہ۔

۲۔ لقب Surname : وہ نام ہے جو آدمی کے کسی وصف یا صفت کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ جیسے، کلیم اللہ،

خلیل اللہ، حاتم، جہانگیر، عادل، رستم وغیرہ۔

۳۔کنیت Patronym : وہ نام جو ماں باپ یا بچوں کے تعلق کی وجہ سے رکھا جائے جیسے ابوہریرہ، اُمِّ سلمیٰ وغیرہ

۴۔تخلص Pen Name:وہ چھوٹا سا نام جو شاعر اپنے اشعار میں استعمال کرتے ہیں۔جیسے ذوقؔ، غالبؔ، داغؔ، اور حالیؔ تخلص ہیں۔شیخ محمد ابراہیم، مرزا اسد اللہ خان، نواب مرزا خان اور خواجہ الطاف حسین ہے۔

۵۔عرف Alias :وہ نام جو محبت یا حقارت کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو جائے۔جیسے نوشہ، بابو، کلّو، پیارو وغیرہ۔

اسم عام کی قسمیں

اسم عام (نکرہ) کی پانچ قسمیں ہیں۔(۱)اسم کیفیت۔(۲) اسم جمع (۳)اسم ظرف(۴)اسم آلہ(۵)اسم صوت۔

۱۔اسم کیفیت: وہ اسم ہے جس سے اسم کی کوئی کیفیت یا حالت معلوم ہو جیسے شمس، مرمر، مٹھائی، لڑکپن، پڑھائی، نیند وغیرہ۔

۲۔اسم جمع: ایسے اسماء ہیں جو لفظ کے اعتبار سے واحد ہوتے ہیں۔لیکن معنے کے اعتبار سے جمع ہوتے ہیں انجمن، گچھا، ٹولی، محفل

۳۔اسم ظرف: وہ اسماء ہیں جو کسی جگہ یا وقت کو ظاہر کریں اور یہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔(الف)ظرف زمان (ب) ظرف مکان۔

(الف)ظرف زمان: وہ اسم ہے جو کسی وقت، زمانے یا موسم کو ظاہر کرے جیسے صبح، شام، آج، کل، گرما، سرما، چہارشنبہ۔

(ب)ظرف مکان: وہ اسم ہے جو کسی جگہ یا مقام کو ظاہر کرے جیسے مدرسہ، مسجد، چراگاہ، منڈی، پرستان، سسرال، مسلم پور۔

اردو میں عربی، فارسی اور ہندی تین طرح سے ظرف مکان استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً ہندی علامتیں ستان یا ستھان جیسے پرستان، دیوستھان۔

سال یا شالہ جیسے ٹکسال، دھرم شالہ، گئوشالہ۔

گھٹ یا گھاٹ جیسے پنگھٹ، دھوبی گھاٹ

گھر جیسے ڈاک گھر، تار گھر، عجائب گھر

باڑہ جیسے امام باڑہ

ضمیر اور اس کی قسمیں

ضمیر (Pronoun) : ضمیر وہ کلمہ ہے جو کسی اسم کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔جیسے میں، ہم، تم، آپ، یہ، وہ وغیرہ رحیم اچھا لڑکا ہے وہ کسی سے نہیں لڑتا، جملے میں وہ سے مراد رحیم ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ نام کی جگہ 'وہ' یا 'تم' یا 'میں' لاتے ہیں۔

ضمیر کی قسمیں: (۱) ضمیر شخصی (۲) ضمیر اشارہ (۳) ضمیر موصولہ (۴) ضمیر استفہامیہ (۵) ضمیر تنکیر

۱۔ضمیر شخصی: وہ ضمیریں ہیں جو اشخاص کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔جیسے میں، تو، وہ، آپ۔ضمیر شخصی کی تین صورتیں ہیں۔(۱) متکلم (۲) مخاطب (۳) غائب۔

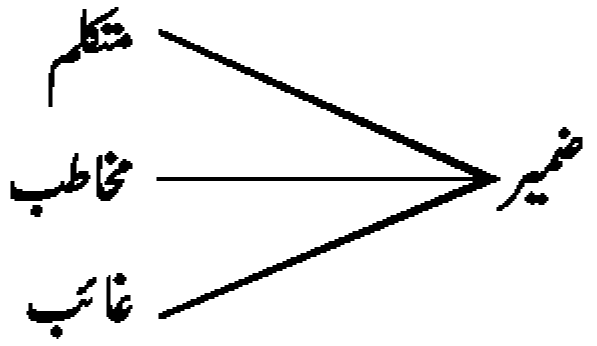

۱۔ متکلم First Person : وہ ضمیریں جو اپنی ذات کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔جیسے میں، ہم، میرا۔

۲۔مخاطب Second Person: وہ ضمیریں جو مخاطب یعنی سامنے والے شخص کے لئے جس سے بات کی جارہی ہے۔استعمال کی جاتی ہیں۔جیسے تو، تم، آپ، تیرا، تمہارا۔

۳۔غائب Third person وہ ضمیریں جو کسی غیر موجود شخص کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔جیسے وہ، اُس کا

(۲) ضمیر اشارہ Demonstrative pronoun : وہ ضمیریں جو کسی شخص یا چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔یہ، وہ، اِس، اُس

اسم اشارہ کے ذریعے جس چیز کی طرف اشارہ کیا جاتے اسے مشارٌ الیہ کہتے ہیں۔جیسے یہ لڑکا، وہ مکان ان ترکیبوں میں یہ اور وہ ضمیر اشارہ ہیں لڑکا اور مکان مشارٌ الیہ ہیں۔

(۳) ضمیر استفہامیہ Interagative pronoun : وہ کلمات ہیں جن کے ذریعے سوال پوچھا جاتا ہے۔جیسے کیا، کون، کیوں، کس نے، کب، کہاں۔

(۴) ضمیر موصولہ Relative pronoun :وہ ضمیریں جو دو جملوں کو ملانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔جن

کے آنے کی وجہ سے جملوں میں اس طرح کا ربط یا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ جب تک دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ ملا کر پڑھا یا بولا نہ جائے بات پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی جیسے جو، جسے، جس کا، جس کو، جس نے، جنہوں نے، مثلاً اللہ جسے عزت دیتا ہے اُسے کوئی مٹا نہیں سکتے۔ جو محنت کرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔

ضمیر تنکیر: وہ ہے جو غیر معین اشیاء یا اشخاص کے لئے آئے جیسے کوئی، کچھ

واحد اور جمع

اسم کی تعداد کو واحد اور جمع کہتے ہیں۔ تعداد یا گنتی کے لحاظ سے اسم واحد ہوتا ہے یا جمع

واحد Singular : اس اسم کو کہتے ہیں۔ جس سے صرف ایک شخص یا ایک چیز سمجھ میں آئے جیسے لڑکا، ٹوپی، بکری، کتاب

جمع Plural: وہ اسم ہوتا ہے۔ جس سے ایک سے زیادہ اشخاص یا چیزیں سمجھ میں آئیں۔ جیسے لڑکے، ٹوپیاں، بکریاں، کتابیں۔

جمع بنانے کے قاعدے

مذکر کی جمع:

۱۔ جس مذکر کے آخر میں "الف" یا " ہ " ہو تو جمع میں یائے مجہول (ے) سے بدلتے ہیں۔ جیسے لڑکا سے لڑکے۔ گھوڑا سے گھوڑے، پرندہ سے پرندے وغیرہ۔

۲۔ آخر میں نون غنہ اور اس سے پہلے الف ہو تو اس الف کو "یائے مجہول" سے بدلتے ہیں۔ جیسے کنواں سے کنویں اور دھواں سے دھویں۔

۳۔ جن واحد مذکر الفاظ کے آخر میں الف یا ہ نہ ہو تو ان کی واحد اور جمع میں ایک ہی صورت رہتی ہے۔ جیسے مرد آیا، مرد آئے، بیل آیا، بیل آئے۔

مونث کی جمع:

۱۔ جن واحد مونث الفاظ کے آخر میں یائے معروف ہو تو جمع میں الف اور نون زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے لڑکی سے لڑکیاں، بدی سے بدیاں، نیکی سے نیکیاں۔

۲۔ اگر یہ علامت نہ ہو تو جمع میں یائے مجہول اور نون غنہ بڑھاتے ہیں۔ جیسے تلوار سے تلواریں وغیرہ۔

کے آنے کی وجہ سے جملوں میں اس طرح کا ربط یا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ جب تک دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ ملا کر پڑھا یا بولا نہ جائے بات پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی جیسے جو، جسے، جس کا، جس کو، جس نے، جنہوں نے، مثلاً اللہ جسے عزت دیتا ہے اُسے کوئی مٹا نہیں سکتے۔ جو محنت کرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔

ضمیر تنکیر: وہ ہے جو غیر معین اشیاء یا اشخاص کے لئے آئے جیسے کوئی، کچھ

واحد اور جمع

اسم کی تعداد کو واحد اور جمع کہتے ہیں۔ تعداد یا گنتی کے لحاظ سے اسم واحد ہوتا ہے یا جمع

واحد Singular : اس اسم کو کہتے ہیں۔ جس سے صرف ایک شخص یا ایک چیز سمجھ میں آئے جیسے لڑکا، ٹوپی، بکری، کتاب جمع Plural: وہ اسم ہوتا ہے۔ جس سے ایک سے زیادہ اشخاص یا چیزیں سمجھ میں آئیں۔ جیسے لڑکے، ٹوپیاں ،بکریاں، کتابیں۔

جمع بنانے کے قاعدے

مذکر کی جمع:

۱۔ جس مذکر کے آخر میں "الف" یا " ہ " ہو تو جمع میں یائے مجہول (ے) سے بدلتے ہیں۔ جیسے لڑکا سے لڑکے۔ گھوڑا سے گھوڑے، پرندہ سے پرندے وغیرہ۔

۲۔ آخر میں نون غنہ اور اس سے پہلے الف ہو تو اس الف کو "یائے مجہول" سے بدلتے ہیں۔ جیسے کنواں سے کنویں اور دھواں سے دھویں۔

۳۔ جن واحد مذکر الفاظ کے آخر میں الف یا ہ نہ ہو تو ان کی واحد اور جمع میں ایک ہی صورت رہتی ہے۔ جیسے مرد آیا، مرد آئے، بیل آیا، بیل آئے۔

مونث کی جمع:

۱۔ جن واحد مونث الفاظ کے آخر میں یائے معروف ہو تو جمع میں الف اور نون زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے لڑکی سے لڑکیاں، بدی سے بدیاں، نیکی سے نیکیاں۔

۲۔ اگر یہ علامت نہ ہو تو جمع میں یائے مجہول اور نون غنہ بڑھاتے ہیں۔ جیسے تلوار سے تلواریں وغیرہ۔

۳۔ اگر آخر میں واو یا الف ہو تو جمع میں یائے مجہول اور نون غنہ سے پہلے ایک ہمزہ بھی بڑھاتے ہیں۔ جیسے فضا سے فضائیں۔ جورو سے جوروئیں وغیرہ۔

۴۔ جن واحد مونث الفاظ کے آخر میں الف ہوتا ہے۔ جمع میں اس کے بعد ''ئیں'' بڑھاتے ہیں۔ جیسے تمنّا سے تمنّائیں، ہوا سے ہوائیں وغیرہ۔

۵۔ جن واحد مونث الفاظ کے آخر میں ''یا'' ہو۔ ان کی جمع میں صرف ''ں'' بڑھاتے ہیں۔ جیسے چڑیا سے چڑیاں، بڑھیا سے بڑھیاں وغیرہ اس قسم کے الفاظ اکثر اسم تصغیر ہوتے ہیں۔ جیسے پڑیا، ٹھلیا وغیرہ

۶۔ جن واحد مونث الفاظ کے آخر میں الف یا ''یائے معروف'' یا ''یا'' نہیں ہوتا ان کی جمع کے لئے آخر میں (ے ں) بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے کہ کتاب سے کتابیں، بات سے باتیں بیگم سے بیگمیں وغیرہ۔

فارسی الفاظ کی جمع

اکثر فارسی جمع کے الفاظ بھی اردو میں بولے جاتے ہیں۔ مثلاً مرغان، بارہا وغیرہ۔

قاعدہ: فارسی میں جاندار کی جمع ''ان'' بڑھانے سے اور بے جان کی جمع ''ہا'' بڑھانے سے بنتی ہے۔

عربی الفاظ کی جمع

جمع سالم (Regular Plural):

عربی الفاظ کی جمع بھی اُردو میں رائج ہے۔ مثلاً مجروحین، مقتولین، معاملات، مکانات وغیرہ۔

ہدایت:

اس جمع میں واحد کی صورت درست رہتی ہے۔ اس لئے ایسے جمع کو جمع سالم کہتے ہیں۔ (سالم کے معنی درست کے ہیں)

جمع مکسر (Broken Plural)

اس جمع میں واحد لفظ کی صورت ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لئے اس کو جمع مکسر کہتے ہیں۔ (مکسر کے معنی ٹوٹے ہوئے کے ہیں۔) مثلاً عدد کی جمع اعداد، علم کی جمع علوم، مضمون کی جمع مضامین، فلک کی جمع افلاک وغیرہ۔

اسم جمع (Collective Noun)

اسم جمع وہ اسم ہے جو ظاہر میں مفرد معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس سے مراد بہت سے آدمیوں یا چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جیسے لوگ، خلقت، ہجوم، لشکر، فوج وغیرہ

جمع اور اسمِ جمع کا فرق

اسم جمع واحد ہوتا ہے۔ معنی جمع کے دیتا ہے۔اور جمع واحد نہیں ہوتا بلکہ جمع ہی ہوتا ہے۔ مثلاً لشکر، لوگ، اسمِ جمع اور اشراف جمع ہے۔

جمع الجمع (Double Plural)

وہ لفظ جو جمع سے بنایا گیا ہو۔اس کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ مثلاً ادویات اور عوارضات جو ادویا اور عوارض کی جمع ہے اور ادویہ و عوارض دوا اور عارضہ کی اس طرح اولیا سے اولیاؤں، علما سے علماؤں وغیرہ۔

جنس (مذکر اور مونث) جنس (Gender)

مذکر اور مونث کی پہچان کو جنس کہتے ہیں جن کے اعتبار سے اسم مذکر ہوتا ہے یا مونث

مذکر Masculine: مرد یا نر کو کہتے ہیں۔ جیسے لڑکا، بیل، کبوتر

مونث Feminine :مادہ کو کہتے ہیں۔ جیسے لڑکی، گائے۔

جنس کی قسمیں: جنس کے لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہیں۔

جنس حقیقی Animate: جانداروں کے مذکر یا مونث کو کہتے ہیں۔

جنس غیر حقیقی In - animate :بے جان چیزوں کے مذکر یا مونث کو کہتے ہیں۔

مذکر حقیقی	مونث حقیقی	مذکر غیر حقیقی	مونث غیر حقیقی
باپ	ماں	مہمان	دعوت
میاں	بیوی	ثناء	دُعا
بادشاہ	ملکہ	پانی	بارش
بھائی	بہن	لوہا	چاندی
غلام	لونڈی	مرض	دوا
داماد	بہو	گھر	بات

جاندار چیزوں میں مذکر اور مونث دونوں ہوتے ہیں۔ لیکن بے جان چیزوں میں ایسا نہیں ہوتا۔ لفظی اعتبار سے جنس کی دو قسمیں ہیں۔(۱) قیاسی (۲) سماعی۔

لفظی اعتبار سے جنس

قیاسی | سماعی

قیاسی Theoretical: جن اسموں کی جنس قاعدے کے مطابق بنائی جاتی ہیں۔اس کو قیاسی کہتے ہیں۔جیسے، بُرا، بکری، نرفاختہ، مادہ فاختہ

سماعی Irregular: جن اسموں کی تذکیر و تانیث کا کوئی خاص قاعدہ نہ ہو۔ بلکہ وہ اہل زبان کے استعمال اور بول چال کے اعتبار سے مذکر یا مونث قرار دیئے جاتے ہیں۔وہ سماعی کہلاتے ہیں۔جیسے پھول اور گھر، مذکر، چادر اور مورت، مونث۔بے جان چیزوں کی جنس سماعی ہی ہوتی ہے۔

صفت اور اس کی قسمیں

صفت Adjective: وہ کلمہ ہے جو کسی اسم کی کیفیت، خاصیت، تعداد، رنگ یا مقدار کو ظاہر کرے جیسے جاہل، شریر، تیز، اچھا۔صفت کی چند اہم قسمیں یہ ہیں۔

ا۔صفات ذاتی Adjective of Quality: وہ صفت ہے جو کسی شخص یا شئے کی ذاتی حالت یا کیفیت کو ظاہر کرے۔صفت ذاتی کہلاتی ہے جیسے شریر لڑکا، گول زمین، ہرا پتہ ان ترکیبوں میں شریر، گول اور ہرا صفتیں ہیں۔

صفات ذاتی کے تین درجے ہیں

DEGREES OF COMPARISON

تفضیل نفسی Positive Degree : جس سے صرف کسی شخص یا شئے کی کیفیت ظاہر کرنی مقصود ہو جیسے شریر لڑکا، اچھی کتاب، بُرا ساتھی۔

تفضیل بعض Comparative Degree: کسی شخص یا شئے کو دوسرے شخص یا شئے سے یا کسی کیفیت میں بڑھ کر ثابت کرنے کو تفضیل بعض کہتے ہیں۔جیسے یہ لڑکا اس لڑکے سے زیادہ شریر ہے۔یہ کتاب اُس کتاب سے بھی زیادہ اچھی ہے۔تفضیل بعض کو ظاہر کرنے کے لئے 'سے' یا 'سے بھی' کے الفاظ لائے جاتے ہیں۔

تفضیل کل Superlative Degree: کسی شخص یا چیز کو کسی کیفیت میں اسی قسم کی دوسری تمام چیزوں سے بڑھ کر ثابت کرنے کو تفضیل کل کہتے ہیں۔جیسے یہ لڑکا سب سے شریر ہے۔یہ کتاب سب سے اچھی ہے۔

قواعد کی سرگرمیاں

دیکھئے ہم نے کیا خریدا ہے؟

ہم حیدرآباد گئے جہاں پر ہم نے چوڑیاں ٹوپی، شیروانی، پیالیاں اور جوتے وغیرہ خریدے۔

لیکن ان خریدی ہوئی چیزوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف انہیں اشاروں سے ظاہر کیا گیا۔ اشارے کرتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ اشاروں کو جلد بازی میں غیر واضح نہیں ہونا چاہئے بلکہ سوچ سمجھ کر اس طرح اشاروں کو ادا کرنا چاہئے کہ ہر متعلم استاد کو سمجھنے اور اپنی نمائندگی کرنے کا موقع ملے۔

اشاروں کو صحیح طور پر سمجھنے کے بعد متعلم استاد (ٹوپی یا شیروانی) کو تختہ سیاہ پر لکھیں گے اس طرح تمام متعلم اساتذہ اپنے اپنے طور پر اشاروں کو سمجھنے کے بعد انہیں تختہ سیاہ پر لفظوں کو لکھیں گے۔

اسی طرح دوسرے اشیاء جیسے پلنگ، بلّی، سائیکل، آئینہ کو اشاروں سے بنانے کے بعد اس عمل کو دہرایا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

عام طور پر یہ مانی ہوئی بات ہے کہ زبان کی تدریس ممکن ہی نہیں بلکہ اس سے لطف کے سامان بھی میسّر آتے اس لئے یہ سمجھنا کہ زبان اس کے لطف کے سامان بھی میسّر آتے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ زبان کی تدریس بہت آسان ہے۔ یہ نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ زبان پڑھاتے وقت لطف اندوزی کے عنصر کو خارج کر دیا جائے۔ تو زبان پڑھانا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہ تصوّر بھی بے بنیاد ہے۔

زبان سیکھنا بذات خود ایک دشوار مرحلہ اور مشکل چیز ہے۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں۔ زبان سیکھنے کے لئے اظہار کے چار بڑے پیمانے متعین ہیں۔ جنہیں سنا، پڑھنا، بولنا اور لکھنا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زبان کی ان مہارتوں کے پیش نظر زبان سیکھنے والا یا والی کو پست ہمت نہیں ہونا چاہئے۔ یہاں تو کامیابی اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب زبان استعمال کرنے والا یا والی ان کہے ہوئے یا اشاعت شدہ چیزوں کو سمجھنے اور اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ معنی اور مفہوم کو سمجھ کر لکھنے اور بولنے کی صلاحیت پر وقادر ہو۔

☆☆☆

کسی بھی زبان کو اس کے استعمال ہی سے سیکھا جا سکتا ہے۔

لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ زبان اظہار مافی الضمیر کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے ہر داخلی اور خارجی احساسات کو کامیابی کے ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

لفظیات کے کھیل لفظیات کے کھیل میں سیکھنے والے کی توجہ بیشتر الفاظ پر ہوتی ہے۔

قواعد کی رو سے لفظیات کا استعمال

''خالہ کی بلّی'' کا کھیل بچوں اور بالغوں کے لئے یکساں طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ایک قدیم کھیل ہے۔ جس میں بالغ یہ کہتے ہیں کہ ان کے لئے لفظوں کا انتخاب ممکن ہے یا نہیں۔ اسی طرح نام بدل کر یا عنوان بدل کر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ میرے ماموں کا طوطا، زید کا کتّا، بکّر کا گھوڑا اور غیرہ وغیرہ۔

اس کھیل میں پہلا کھلاڑی (متعلم استاد) حرف الف سے ایک جملہ کہتا ہے۔ زید کے پاس ایک بلّی ہے۔ دوسرا کھلاڑی (متعلم استاد) اس جملے میں صفت کا استعمال کر کے ایک جملہ کہتا ہے۔

زید کے پاس بڑی بلّی ہے (متعلم استاد) اس جملے میں مزید ایک صفت کا استعمال کر کے جملے کو مکمل کرتا ہے۔ جیسے زید کے پاس تیرنے والی بلّی ہے۔ اس طرح حروف تہجی کے تحت اور بہت سارے جملے بنائے جاسکتے ہیں۔

صفت کے علاوہ متعلم اساتذہ کو فعل سے متعلق جانکاری دیتے ہوئے فعل کی تین قسمیں بتائی جاسکتی ہیں۔ مذکورہ بالا جملے کو یہاں بطور مثال پیش کرتے ہوئے فعل کی قسمیں بتائی جاسکتی ہیں۔ جیسے فرحان کے پاس ایک بلّی تھی۔ اس جملے میں فعل ماضی کا استعمال ہوا ہے۔ 'تھی' لفظ ماضی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی طرح اس جملے کو 'حال' میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ فرحان کے پاس ایک بلّی ہے۔ بلّی ہے فعل حال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کے بعد بعل مستقبل کو سمجھنے کے لئے اس جملے پر غور کیجئے۔ فرحان کے ایک تیرنے والی بلّی خریدے گا۔ خریدے گا۔ فعل مستقبل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

باب ۴ IV - Creative Competencies تخلیقی صلاحیتیں

انسانی ذہن جس چیز سے گہری دلچسپی رکھتا ہے اس کے تخلیقی اظہار کی کوشش کرتا ہے۔مثال کے طور پر جب ہم کسی عظیم مقرر کی تقریر سنتے ہیں تو ہم بھی ایک اچھے مقرر بننے کی خواہش کرتے ہیں۔جب ہم اچھی کہانیاں اور معیاری مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم بھی ایک اچھے ادیب بننے کی آرزو کرتے ہیں۔جب ہم اچھی نظمیں پڑھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں تو ہمارے اندر بھی شاعر بننے کی تمنّا پیدا ہوتی ہے۔ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ ایک فطری بات کہ جب ہم لذیذ قسم کے کھانے کھاتے ہیں تو ہمارے دل میں بھی ان کو بنانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ماہرین نفسیات نے اسے تخلیقی صلاحیتوں سے موسوم کیا ہے۔زبان کے اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان فطری خواہشات کو تحریک دیں اور ان کے اندر اظہار کی قوت پیدا کریں۔انہیں مقاصد کے پیش نظر نصابی کتاب میں نثر اور نظم کا حصّہ ترتیب دیا گیا ہے۔زبان کے تدریس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ زبان کے اسباق پڑھنے والا طالب علم بولنے کی صلاحیت پیدا کرتے ہوئے مقرر بننے کی خواہش کرے اور اسی طرح لکھنے کی صلاحیت پیدا کرتے ہوئے ادیب بننے کی تمنا کرے۔

متعلم اساتذہ کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ خود تحریری صلاحیتوں کے مالک بنیں اور انہیں صلاحیتوں کو طلباء کے اندر بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔اس سلسلے میں متعلم اساتذہ کے اندر حسب ذیل دو صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔مکالموں کو مضمون میں تبدیل کرنا۔

۲۔مضمون نگاری

۱۔مکالموں کو مضمون میں تبدیل کرنا:

کسی موضوع کے متعلق ایک سے زیادہ افراد کے درمیان جو تبادلۂ خیال ہوتا ہے اس کو مکالمہ کہتے ہیں۔

مکالمے کی زبان آسان اور فطری ہوتی ہے۔مکالموں میں حصّہ لینے والے ایک دوسرے کے خیالات کی تائید کرتے ہیں اور اس سلسلے میں کوئی ضرب المثل بھی پیش کرتے ہیں۔مکالموں میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے خیالات سے اختلاف کرتے ہوئے وہ اپنے موقف کا اظہار کرتا ہے۔مکالموں کو غور سے سننے کے بعد اس سے حاصل شدہ پیغام کو دوسروں تک پہنچانا ایک خاص صلاحیت ہے۔

مکالموں کو مضمون میں تبدیل کرنے کے طریقۂ کار:

۱۔مکالموں کے مرکزی خیال کو سمجھنا چاہئے۔
۲۔مکالمے کے موضوع سے متعلق شرکاء کے خیالات کو ترتیب دینا چاہئے۔
۳۔مکالموں کے متن کو بیانیہ میں تبدیل کرنا چاہئے۔
۴۔مکالموں کے مرکزی موضوع کے کسی بھی نکتے کو چھوڑے بغیر اس کے مضمون کو تحریر کرنا چاہئے۔
۵۔مکالموں میں شریک افراد جو اقوال فقرے اور محاورے استعمال کرتے ہیں ان کو نظر انداز کئے بغیر مضمون میں شامل کرنا چاہئے۔

مضمون نگاری:

کوئی بھی شخص اپنے خیالات کا اظہار تحریر اور تقریر کے ذریعہ کرتا ہے۔اس میں تحریر ایک مخصوص صلاحیت ہے۔ یہ قوتِ تحریر ہر ایک کے بس کی بات نہیں لیکن طلباء میں اس صلاحیت کو بہتر طریقے سے پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔لہذا زبان کی تدریس کے دوران تحریر کی قوت کو جلا بخشنے کے لئے مضمون نگاری کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔مضمون نگاری کی تعریف،مضمون نگاری کے احوال،مضمون نگاری کے اقسام اور مکالموں کو مضمون کی شکل دینا۔ایک مخصوص عنوان کے تحت مضمون لکھنا۔ان تمام سے متعلق ذیل میں تفصیل کے ساتھ مطالعہ کرینگے۔

مضمون نگاری کی تعریف: کسی بھی موضوع/عنوان کو ادبی انداز میں پیش کرنا مضمون نگاری کہلاتا ہے۔مضمون نگاری کو خیالات کی ترتیب کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔جس طرح ایک خوبصورت چیز کو حُسن کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح خوبصورت الفاظ کی ترتیب کے ساتھ کسی عنوان پر اظہار خیال کرنے کو مضمون نگاری کہتے ہیں۔قارئین کو متاثر کرنے کے لئے کسی موضوع کو اس طرح سے ترتیب دیا جاتا ہے کہ وہ مضمون نگاری کے تمام لوازمات سے آراستہ ہوجائے۔

جامعیت،وضاحت،اسلوبِ نگارش اور پیش کش مضمون نگاری کے اہم اجزاء ہیں۔مضمون نگاری میں جملوں کی تکرار،اختلاف رائے،اور تعقیدِ لفظی نہیں ہونی چاہئے۔مضمون نگاری وہ فن ہے جس سے مضمون نگار کی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ قارئین کو سوچنے پر آمادہ کرتا ہے۔

مضمون نگاری کی ہئیت/ساخت: کسی بھی عنوان پر مضمون لکھتے وقت تمہید۔متن اور اختتام کا ہونا ضروری ہے۔تمہید اور اختتام دونوں کو ایک ایک پیراگراف میں ہونا چاہئے۔تمہید کے ذریعے عنوان کا اندازہ ہوجاتا ہے جب کہ

اختتام کے ذریعے خیالات کی ترتیب عمل میں آتی ہے۔غرض تمہید اور اختتام کے ذریعے ہی مضمون سے متعلق بھرپور واقفیت ہوتی ہے۔

مضمون کے متن میں خیالات کو مختلف انداز میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ خیالات مختلف پیراگراف میں ہونے چاہئیں۔ان پیراگراف میں جو خیال پیش کیا جاتا ہے اسے ایک الگ ذیلی عنوان سے منسوب کیا جائے۔

مضمون نگاری کے اصول: مضمون نگار کو مضمون لکھتے وقت مندرجہ ذیل اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

۱۔معلومات کو یکجا کرنا۔

۲۔ترتیب دینا۔

۳۔پیراگراف کو ترتیب دے کر ذیلی سرخی دینا۔

۴۔محاورے اور کہاوتوں کو یکجا کرنا۔

۵۔جملوں کا استعمال

۶۔اسلوب نگارش

۷۔محلِ استعمال

۸۔اوقاف کا صحیح استعمال

۹۔محاسبہ کرنا

۱۰۔خوش خطی

مضمون نگاری کے اقسام:

ماہرین ادب نے مضمون نگاری کو حسب ذیل خانوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔سماجی/معاشرتی مضمون

۲۔تعلیمی مضمون

۳۔تاریخی مضمون

۴۔کہانی پر مشتمل مضمون

۵۔وضاحتی مضمون

۶۔سرخی پرمبنی مضمون

۷۔تجزیہ مضمون

۸۔تحقیقی مضمون

۹۔سوانحی مضمون

۱۰۔سفرنامہ

۱۱۔متوازن مضمون

۱۲۔تصوراتی مضمون

۱۳۔مزاحیہ مضمون

۱۴۔صحافتی مضمون

یہیں پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ مضمون نگار اور عنوان کے مطابق اس میں اضافہ یا افاقہ کرسکتا ہے۔

سماجی مضامین جیسے ''چھوت چھات''، ''چھوٹی بچت''، ''دیوالی''، ''عید''محرّم وغیرہ

تاریخی مضامین جیسے لال قلعہ، تاج محل، چار مینار، اور قطب مینار وغیرہ

سوانحی مضامین جیسے ابوالکلام آزادؔ، عبدالحلیم شررؔ اور میر تقی میرؔ وغیرہ۔

تعلیمی مضامین جیسے تعلیم کی اہمیت، تعلیم بالغان، تعلیم نسواں، طبی تعلیم، صنعت وحرفت کی تعلیم

آٹھویں جماعت تک کے طلباء کو متعلم اساتذہ، پہلے پہل زبانی تعلیم دیتے ہوئے انہیں مشق کے ذریعہ مضمون لکھنے کی طرف راغب کریں گے۔

حصہ دوم۔ اردو زبان کی تدریس کے طریقۂ کار

۵ اردو زبان کی خصوصیات

Part-B - V - Characteristics Features of Urdu Language

تعارف

ماہرین تشکیل نصاب، ادباء/ اساتذہ اور زیرِ تربیت اساتذہ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ زبان ترسیل وابلاغ کا ذریعہ ہے۔ تعلیم کے دوران زبان کی اہمیت وافادیت کو سمجھنے کے لئے زبان کی تمام خصوصیات سے واقفیت ضروری ہے۔ اس کے تحت ہم زبان کی ساخت، مزاج، سماجی اثرات، تہذیبی، نفسیاتی اور جمالیاتی قدروں سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ اگر چہ زبان کی صوتیات، الفاظ کی ساخت اور حروف یکساں ہوتے ہیں لیکن اس کی خصوصیات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

سیکھنے کے مقاصد: **Objectives**

1. زبان کے استعمال کے دو طریقے بتانا۔
2. زبان کی قدیم روایات کو مثالوں کے ساتھ سمجھانا۔
3. زبان پر سماج کے اثرات کی نشاندہی کرنا۔
4. زبان، تہذیب کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہے جسے مثالوں کے ساتھ سمجھانا چاہئے۔

تکلّمی اور تحریری زبان:

زبان کی بنیاد آوازوں پر ہوتی ہے آج بھی بعض زبانیں ایسی ہیں جو صرف بولی جاتی ہیں لیکن اُس کا کوئی رسم الخط نہیں ہے۔ پہلے انسان بولنا شروع کیا اور اُس کے کئی سال بعد زبان کی تحریری شکل وجود میں آئی۔

تحریری زبان کے مقابلے میں تکلّمی زبان میں بڑی تیزی سے تبدیلیاں آتی ہیں اور عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ تحریری زبان نے تکلّمی زبان کو جنم دیا۔ تکلّمی زبان میں تیز تر تبدیلیوں کے سبب تحریری اور کلّمی زبان میں کافی فرق محسوس ہوتا ہے۔ صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو تحریری اور تکلّمی زبان میں کوئی فطری مناسبت نہیں ہے۔ انگریزی اور رومن تحریر میں اور سنسکرت، ہندی اور دیوناگری تحریر میں کوئی فطری مناسبت نہیں ہے۔

براہمی رسم الخط ہی تمل رسم الخط اور دیوناگری رسم الخط کی بنیاد ہے۔ دنیا کی تمام زبانوں کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ایک ہی طرز کے رسم الخط میں لکھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی زبان کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ کسی بھی رسم الخط میں لکھا جاسکتا ہے۔ زبان سے متعلق اسی جانکاری کے ساتھ اُستاد اور متعلم استاد زبان اور رسم الخط کے درمیان رشتے کو سمجھ سکتے ہیں اور متعلم اُستاد کو چاہئے کہ وہ طلباء کی لسانی غلطیوں کو صحیح کرانے کا احساس پیدا کرتے ہوئے اُن غلطیوں کو دور کرنے کے نئے طریقے بتلائیں۔

روایات کی پاس داری:

قدیم زمانے سے ہمارے اسلاف نے الفاظ اور معنوں کا استعمال جس طرح سے بھی کیا ہے۔ اس طرح ہم بھی کرتے آرہے ہیں۔ مثلاً کتّے کا بچّہ، گھوڑے کا بچّہ، کہتے ہیں۔ لیکن گائے کے بچّے کو بچھڑا کہتے ہیں کیونکہ ہمارے اسلاف اسی طرح کہتے آئے ہیں۔ یہ زبان اور الفاظ کے استعمال میں روایات کی پاس داری ہے۔ نہ صرف الفاظ کے استعمال میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے بلکہ زبان کی ہر جہت میں ہم ان روایات کی پاس داری کرتے ہیں اس طرح ہمیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ زبان روایات کا مرقع ہے۔ بسا اوقات ہم ان روایات سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ روزمرہ کی زبان ، ادبی زبان اور مزاحیہ گفتگو کے علاوہ اس طرح کی دوسری صورتوں میں ان روایات سے تجاوز کرنا منظور کیا گیا ہے۔ مثلاً کھیت سے واپس آئی ہوئی گائے کو ہم میری ماں آگئی ہے کہنا دراصل محبت کا اظہار ہے۔ جس سے جانور کے لئے استعمال ہونے والی ضمیر غائب انسان کے لئے استعمال ہونے والی ضمیر میں بدل جاتی ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ اس تبدیلی کو قواعد کی رُو سے تسلیم کرلیتا ہے۔ عام طور پر روایات سے تجاوز کرنا صحیح نہیں سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ترسیل وابلاغ میں پیچیدگی پیدا کرتا ہے۔

زبان وقواعد کے اُصول:

زبان اُصول وشرائط کا مجموعہ ہے۔ اس سے زبان کو سیکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مثلاً اُردو میں جمع بنانے کی عام علامتیں یہ ہیں ے، و، وں، یں ان میں جیسے لڑکا کی جمع لڑکے کپڑا کی جمع کپڑے، لڑکی کی جمع لڑکیاں، میز کی جمع میزیں، بلی کی جمع بلیاں کتاب کی جمع کتابیں وغیرہ۔

مذکر اسم جس کے آخر میں الف یا ہ ہو اُس کو ''ے'' سے بدل دیتے ہیں جیسے لڑکا سے لڑکے، مدرسہ سے مدرسے

پردہ سے، پردے، پیالہ سے پیالے، لیکن بعض الفاظ اس قاعدے کے تحت نہیں آتے مثلاً سنسکرت کے الفاظ داتا اور راجہ۔ اگر واحد مذکر کے آخر میں الف یا ہ کے علاوہ کوئی اور حرف ہو عام طور پر واحد اور جمع دونوں صورتوں میں اسم ایک ہی حالت میں رہتا ہے۔ جیسے بھائی آیا۔ بھائی آئے۔ بیل بھاگا۔ بیل بھاگے، گھر جلا، گھر جلے۔ اگر واحد مونث کے آخر میں ''ی'' ہو تو ان بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے نیکی سے نیکیاں، موتی سے موتیاں، سیپی سے سیپیاں۔ اگر واحد مونث کے آخر میں ''یا'' ہو تو صرف 'ں' بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے چڑیا، چڑیاں، گڑیا، گڑیاں اگر واحد مونث کے آخر میں ''وْ'' یا ''ا'' ہو تو آخر میں 'ئیں' زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے ادا سے ادائیں، گھٹا سے گھٹائیں، خوشبو سے خوشبوئیں اگر اسم کے آخر میں نون غنہ اور اس سے پہلے الف ہو تو اس الف کو ''ے'' سے بدل دیتے ہیں جیسے کنواں سے کنویں بعض اوقات ان اصول وشرائط میں مستثنیات بھی ہوتی ہیں۔ ان مستثنیات کو روایات کی تقلید سمجھنا چاہئے۔

زبان، ادب اور جمالیاتی شعور

انسان زبان کے ذریعے دوسروں سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ اور اپنے مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے۔ اور مختلف اشیاء کے بارے میں تصوّرات کو قائم کرتا ہے۔ زبان کا استعمال زمانہ دراز سے چلا رہا ہے۔ انسان کے اندر حُسن کا جو تصوّر رہے اس کا اظہار وہ نقاشی، مصوری اور فنِ تعمیر میں کرتا ہے۔ اُسی طرح اس کے فن کا حُسن اس کی زبان کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ زبان کے عناصر میں الفاظ، محاورات، تشبیہات اور استعارات شامل ہیں۔ ایک ہی تصوّر کو مختلف پیرائے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس کے براہِ راست یا بالراست معنی دئے جاسکتے ہیں۔ زبان کے ذریعے کسی بات کو بڑھا چڑھا کر کہنا جسے مبالغہ آرائی کہا جاتا ہے۔ یا زبان کے ذریعے انکساری کا ایسا اظہار جس میں خودستائش کا پہلو ہو۔ ہماری روزمرّہ کی زندگی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ کوئی بھی زبان ایسی نہیں جس میں ادب نہ ہو۔ چاہے وہ زبان جس کا رسم الخط ہو یا نہ ہو اس کا بھی ادب ہوتا ہے۔ گیتوں، کہانیوں، کہاوتوں اور پہلیوں کی صورت میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ جس زبان کا کوئی رسم الخط نہیں ہے۔ اس میں ادب زبانی طور پر پایا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ زمانۂ دراز سے چلا آرہا ہے۔ جوں جوں زمانہ گذرتا ہے۔ اس میں بعض چیزیں شامل ہوتی ہیں اور بعض خارج ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض تبدیلیاں پیش آتی ہیں۔ لہٰذا زبان، ادب اور جمالیاتی قدروں کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔

زبان اور سماج:۔

سماج کے استحکام کا انحصار ترسیل وابلاغ پر ہے۔لہٰذا ہم سماج اور زبان کو الگ نہیں کرسکتے ۔زبان سماجی رشتوں کو استوار کرتی ہے اور سماج کے ہر فرد کی شناخت کرتی ہے۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نومولود(New Born) کے اندر بھی زبان سیکھنے کی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔لیکن یہ صلاحیتیں سماج کے ذریعے ہی پروان چڑھتی ہیں۔اس طرح اس کے اندر کس سے کیسے اور کس طرح گفتگو کرے۔اسکا علم بھی اُسے ہوتا ہے۔

سماج کے بغیر زبان کا وجود ممکن نہیں کسی بھی زبان کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس زبان کے سماج کی ترقی بھی ضروری ہے۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ماہرین زبان کبھی بھی زبانوں کے درمیان برتری یا کم تری کا احساس ہونے نہیں دیتے۔ زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کسی بھی انتہا کو پہنچ سکتی ہے۔سماج کی ترقی کے ساتھ ساتھ زبان کی ترقی بھی ہوتی ہے۔اور جہاں سماج ترقی پذیر نہیں ہے وہاں زبان بھی ترقی نہیں کرسکتی۔سماج میں تبدیلی کے ساتھ زبان میں بھی تبدیلیاں آتی ہیں۔زبان میں جو فرق آتا ہے۔وہ سماج میں تبدیلی ہی کا نتیجہ ہے۔زبان میں جو تبدیلیاں آتی ہیں وہ بیشتر عمر، جنس، سماجی حیثیت اور پیشے کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔جب زبان میں اس طرح کی تبدیلیاں آتی ہیں تو بول چال کی زبان میں بھی یہ تبدیلیاں دیکھی جاتی ہیں۔

زبان کے متعلق ذہنی رویہ:۔

سیکھنے والوں کا طرز عمل زبان سیکھنے پر اثر انداز ہوتا ہے۔سیکھنے والے جو بھی زبان سیکھتے ہوں۔اُس زبان کے ساتھ ان کا جو جو طرز عمل ہوگا۔وہ مثبت یا منفی ہوسکتا ہے۔

سیکھنے والے اگر زبان سے وابستگی اور محبت کرتے ہوں تو وہ زبان سیکھنے کی طرف زیادہ مائل ہونگے۔ورنہ سیکھنے والے کو زبان سے نفرت پیدا ہوگی۔لہٰذا اُردو اساتذہ اردو سیکھنے والے بچوں میں دلچسپی اور وابستگی پیدا کرنیکی ترغیب دلائیں۔لیکن اساتذہ کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ وہ بچوں کے اندر دوسری زبانوں سے نفرت کا جذبہ پیدا نہ کریں اور اردو زبان کے تعلق سے بھی مفروضی خیالی گفتگو نہ کریں۔بچوں کا زبان کے سیکھنے کے طرز عمل کی طرح اساتذہ اور والدین کا طرز عمل بھی زبان سیکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

زبان کے بنیادی الفاظ
اعداد، جسم کے اعضاء، رشتے ناطے، ضمیریں، القاب اور خطابات وغیرہ کو بول چال اور تحریری زبان میں استعمال کرنا چاہیئے۔

تدریس اسی وقت موثر ثابت ہوسکتی ہے۔ جب استاد یہ محسوس کرے کہ وہ اردو جیسی جدید آریائی زبان پڑھا رہا ہے۔ اور اسے اس پر فخر اور مسرّت بھی کرنا چاہیئے کہ وہ ایک عالمی زبان کو پڑھا رہا ہے۔ جو دنیا کے مختلف ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ والدین کو عام طور پر یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ ''اردو پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے دوسرے اسباق پر زیادہ توجہ صرف کریں اور امّی اور ابّا جیسے الفاظ استعمال نہ کریں۔ اس طرح کہنے سے بچے زبان سیکھنے کی طرف مائل نہیں ہوسکتے۔

زبان اور اسکی شناخت:۔

زبان ہی آدمی کی پہچان اور شناخت ہے

زبان کی برتری:

اگرچہ کہ تمام زبانیں یکساں اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن تاریخی، اقتصادی، سماجی، سیاسی دباؤ سے بعض زبانیں اپنی برتری ظاہری کرتی ہیں۔ ایک اقلیتی زبان بھی جب سرکاری زبان کا درجہ حاصل کرلیتی ہے۔ تو وہ زبان برتری والی زبان بن جاتی ہے۔ تعلیم یافتہ طبقے کی زبان عام طور پر برتری حاصل کرلیتی ہے۔ ''فقیر کا غصّہ فقیر کی جھولی میں'' یہ کہاوت مذکورہ بالا تصوّر کی ترجمانی کرتی ہے۔ نچلے طبقے کی زبان کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ لٰہذا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زبان کسی بھی بولنے والے یا والی کے خیالات کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔

زبان اور جنس:۔

زبان جنس کو ظاہر کرتی ہے۔ بعض زبانوں میں مذکر کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ مونث کے لئے استعمال نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ عورتوں کی زبان میں تبدیلیاں بہت کم دیکھی جاتی ہیں۔ جب کہ مردوں کے ہاں زبان میں تبدیلیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ مختلف مقامات کا سفر کرتے ہیں۔ اور انہیں مختلف لوگوں کو سُننے کا موقع ملتا ہے۔ چونکہ خواتین بیشتر گھروں میں رہتی ہیں۔ اس لئے بیرونی زبان کے اثرات ان کی بول چال میں کم نظر آتے

سماج میں عورتوں کے لئے بعض مخصوص الفاظ مختص ہیں۔اور بعض الفاظ مردوں کے لئے جیسے گھر ہستن کا لفظ صرف گھر کی دیکھ بھال کرنے والی عورتوں کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔اسی طرح وزیر لفظ اگر چہ مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔لیکن اس کی کوئی تانیث نہیں ہے۔یہ سماج میں عورتوں کی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے۔

بیوہ کے لئے استعمال ہونے والا متبادل لفظ مردوں کے لئے نہیں ہے۔مرد اپنی بیوی کے انتقال کے بعد شادی رچاتے تھے۔اس لئے بیوی سے محروم مرد کے لئے کوئی مناسب لفظ نہیں تھا۔انگریزی زبان میں بھی صرف مرد ہی صدارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔جسے لفظ چیر مین سے ظاہر کیا جاتا تھا۔اس کا متبادل عورتوں کے لئے چیر مین کا استعمال نہیں ہوتا تھا۔آج کل چونکہ عورتیں بھی صدارت کے فرائض انجام دیتی ہیں۔اس لئے عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں طور پر چیر پرسن کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

عملی کام:۔اس طرح کے مزید اردو الفاظ ترتیب دیجئے اور اسکا استعمال بتایئے۔

زبان اور اس کا استعمال:

جہاں کہیں بھی زبان کا استعمال ہوتا ہے۔ زبان اس طبقے کی تہذیب کی نمائندگی کرتی نظر آتی ہے۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ عوام کی تہذیب کو جاننے کے لئے وہاں اُن کی بولی جانے والی زبان کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔قواعد کی ساخت الفاظ اور بول چال کی زبان سے عوام کی تہذیب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔مثال کے طور پر ضمیر کا ایک صیغہ 'مخاطب' ہے۔جس کے لئے اردو میں 'تو' 'تم' اور 'آپ' کا استعمال کیا جاتا ہے۔'تو' کا لفظ ان کے لئے استعمال کیا جائیگا۔جو بولنے والے کے مقابلے میں عمر اور رتبہ کے اعتبار سے چھوٹے ہوں۔اور 'تم' کا لفظ ہم عمر اور ہم رُتبہ لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔تیسرا صیغہ ''آپ'' بزرگ اور معزز لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ان الفاظ کے ذریعہ ہم کسی بھی قوم کی تہذیب کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔اردو زبان میں ''اوس'' جیسے ایک ہی لفظ کے ذریعے سردی سے متعلق مختلف چیزوں کا اظہار کر دیتے ہیں۔لیکن اسکیمو قبیلے کی زبان میں اوس 20 بیس سے زیادہ الفاظ موجود ہیں۔الفاظ کی ان تعداد سے اسکیمو عوام کی تہذیب کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔اور جس کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ اسکیمو عوام کی تہذیب سرد خطہ سے تعلق رکھتی ہے۔اور ہماری علاقائی اردو زبان کی تہذیب گرم خطہ سے تعلق رکھتی ہے۔بعض یورپی زبانوں میں بہت ساری چیزوں کو ایک ہی لفظ سے ادا کیا جاتا ہے۔ جب کہ اردو زبان میں اس ایک خیال کو مختلف الفاظ میں ادا کیا

جاتا ہے۔مثال کے طور پر اردو زبان میں پکانے سے تعلق رکھنے والے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

تلنا، بھوننا، اُبالنا، پکانا جبکہ یورپی زبان میں ان چیزوں کے لئے ایک ہی لفظ Cooking استعمال ہوتا ہے۔

اسی طرح اردو میں رشتہ ناطہ کے اظہار کے لئے حسب ذیل الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

ماموں، چاچا، خالو، پھوپھا، تایا، کے لئے یورپی زبانوں میں ایک ہی لفظ Uncle استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح ممانی، چاچی، خالہ، پھوپھی، تائی کے لئے یورپی زبانوں میں ایک ہی لفظ Aunty استعمال ہوتا ہے۔

رشتے ناتوں کے الفاظ میں بھی سماج کی تہذیب کا اظہار بہ آسانی محسوس کیا جاسکتا ہے۔زبان صرف ابلاغ وترسیل کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ تہذیب کا ایک اہم جز ہے اور یہ تہذیب کے اظہار کا ایک وسیلہ ہے۔زبان کے اساتذہ کو ان باتوں کا علم رکھنا چاہئے۔تاکہ انہیں زبان اور تہذیب کو سکھانے میں مدد ملے۔

زبان کی تدریس کے ذریعے ذمہ دار شہری بنانا:۔

UNESCO کے ایک اعلان نامے میں کہا گیا ہے کہ سماج تعلیم کے مقاصد متعین کرتا ہے اور اس کی بنیاد پر شہریوں کو مثالی شہری بنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم، صلاحیتیں اور اقدار فراہم کریں اس لئے طلباء کو جو تعلیم دی جاتی ہے اس کی بنیاد تعمیری ہو۔نہ کہ یہ کسی کی تخریب کاری کا باعث بنے۔قوم کے اندر ان خصوصیات کو فروغ دینے کے لئے زبان کے اسباق ہی موزوں ومناسب ذریعہ ہیں۔کیونکہ زبان ایک ایسا وسیلہ ہے جو تمام لوگوں کو جوڑتا ہے۔چونکہ زبان کی تدریس ادب کے ذریعے ہوتی ہے۔اس لئے ایک ذمہ دار شہری بننے کے لئے ضروری باتوں کو ادب کے ذریعے بیان کیا جاسکتا ہے۔علم کے فروغ کا انحصار زبان کی تعلیم پر ہے۔لہٰذا زبان کی تعلیم کے ذریعے ذمہ دار شہری بنائے جاسکتے ہیں۔

زبان کی تعلیم کے ذریعے ہی ہمارے اس جمہوری ملک میں طلباء کو جمہوری اصولوں سے آگاہ کیا جاسکتا ہے اور وہ ان اصولوں کی اہمیت وافادیت کو عوام تک پہنچانے کی ذمہ داری بہتر طور پر ادا کرسکتے ہیں۔اس کے لئے زبان کے اسباق ہی معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔

تعلیمی سرگرمیاں

لفظیات جیسے کھانا، پانی، کپڑے، اوزار وغیرہ سے متعارف کرانا۔

اس کے تحت عموماً لفظیات کا کھیل ہوتا ہے۔اس کھیل میں متعلم استاد کو کوئی چیز سوچنے کے لئے کہا جاتا ہے اور

دوسرے متعلم اساتذہ اس طرح کے سوالات پوچھتے ہیں۔

۱۔ کہاں پر آپ نے اپنی چائے کی پیالی رکھی؟

۲۔ کیا آپ کی چائے کی پیالی بڑی ہے؟

۳۔ کس چیز سے آپ کی چائے کی پیالی بنی ہے۔

۴۔ کیا ہم آپ کی چائے کی پیالی کمرے میں دیکھ سکتے ہیں۔

۵۔ کیا آپ کی چائے کی پیالی کھائی جاسکتی ہے؟

۶۔ کب آپ نے چائے پی ہے۔

۷۔ کیوں آپ چائے کی پیالی کو پسند کرتے ہیں۔

اس کے تحت ہاں یا نہیں کے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔ جیسے کیا یہ ٹوپی ہے؟ (ہاں رنہیں)

شیروانی آپ کو پسند ہے۔؟

دوسروں کے کپڑے آپ پہن سکیں گے۔ اسی طرح بعض عمل کو افعال کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جیسے گانا، تیرنا، چلنا، چڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

لفظیات کی طویل فہرست تیار کرنا

ہر جماعت کے طلباء اس مقابلے میں حصے لیں گے۔ لیکن جماعت کا لیڈر لفظوں کو تختہ سیاہ پر لکھے گا۔ سب سے پہلے تعلیمی امدادی اشیاء سے متعلق لفظیات لکھنے کو کہا جائیگا۔ دو یا تین منٹ کے وقفے کے بعد تمام جماعتوں کے طلباء سے کہا جائیگا کہ وہ ''طریقۂ تدریس'' سے متعلق لفظیات کا شمار کریں پہلی جماعت لیڈر کی فہرست کو پڑھ کر سنائے گا۔

اگر یہ لفظیات دوسری اور تیسری جماعتوں کے لفظیات سے ٹکراتے ہیں تو انہیں کاٹ دیا جائیگا۔ اس طرح جو جماعت کے پاس لفظیات کا زیادہ ذخیرہ ہوگا۔ وہی جماعت کامیاب قرار دی جائیگی۔

اس کے تحت کلاس کے ہر طالب علم کو مکعب کی شکل کے خانے مہیا کئے جاتے ہیں۔ مکعب کے شکل کی خانوں میں ایک تا چھ تک نمبر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد تعلیمی امدادی اشیاء اور طریقۂ تدریس انہیں تصویر کئے کارڈ مہیا کے جاتے ہیں۔ جو مختلف وضع کے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کارڈ پر نمبر درج ہیں۔ اس کے بعد ہر جماعت سے تعلق رکھنے والے طلباء

تصویر کے نمبر اور اس کی وضع کو دیکھ کر ان مکعب خانوں میں ترتیب دینے میں جو پہل کرتے ہیں۔ وہی کامیاب جماعت قرار دی جائیگی۔

بجّے کا کھیل

بجّوں کے کھیل کے تحت بعض عام اصولوں کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کا دارومدار زیادہ تر ذہن میں محفوظ لفظ کے مکمل شعور سے ہوتا ہے۔ ایسے لفظ جو بصری مشاہدوں سے تعلق رکھتے ہیں کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ مشاہدے میں آئے ہوئے لفظوں کو تختہ سیاہ پر لکھتے وقت غلطی نہیں کرنا چاہئے اگر غلط بھی لکھیں تو اسے مٹا دینا چاہئے۔ جب طلباء بجّے کی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ تو ان غلطیوں کو تختہ سیاہ پر رہنے نہ دیا جائے فوراً انہیں مٹا دیا جائے۔

کلاس روم میں پڑھاتے وقت طلباء کو ایسے الفاظ نہ دئے جائیں جن کے حروف غلط ترتیب سے لکھے گئے ہوں۔ انہیں ایسے الفاظ ہی دئے جائے۔ جن کے بجّے وہ جانتے ہوں۔ اس طرح الفاظ کے انتخاب کے دوران اس بات کا خیال رہے کہ طلباء لفظوں کے ہجوں کے چکر میں ذہنی انتشار کا شکار نہ ہوں۔

بجّوں کے کھیل کو صرف امتحان لینے کے مقصد سے کھیلا نہیں جانا چاہئے۔ کیونکہ ہر بجّے کا کھیل ایک مخصوص مطالعے کی مدت میں انجام دیا جانا چاہئے۔ کلاس میں لفظوں کی شناخت جملوں کے پس منظر میں کرانا چاہئے۔ ہجوں پر توجہ مرکوز کرانے کے لئے لفظوں کا انتخاب مقررہ مدت تک ہی کرنا چاہئے۔ اس میں طویل وقفہ نہیں دیا جانا چاہئے۔ مثال کے طور پر بعض اور باز۔ عام اور آم، قبر اور خبر، سدا اور صدا جیسے الفاظ کو فقروں میں استعمال کر کے ہی بتانا چاہئے۔

لکھئے آپ نے جو سُنا

وہ الفاظ جو مطالعے کی ابتداء میں استاد کے بغیر سمجھنے میں مشکل ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی ایک مختصر فہرست بنانی چاہئے۔ استاد ایک لفظ با آواز بلند کہتا ہے۔ اور ہر جماعت سے ایک طالب علم کا نام لے کر اسے تختہ سیاہ پر لکھنے کے لئے کہتا ہے۔ جو طالب علم صحیح طور پر لکھے گا۔ وہی نمبر کا مستحق واضح ہوگا۔ جماعت کے دوسرے طلباء اپنے ساتھی کے اس عمل کو غور سے ملاحظہ کریں گے اور وہ بھی اپنے اپنے طور پر اس لفظ کو نقل کرینگے۔ اگر کوئی غلطی تختہ سیاہ پر لکھتے وقت سرزد ہوتی ہے تو اسے فوراً مٹا دینا چاہئے۔ اور صحیح کر دینا چاہئے۔

اگر تختہ سیاہ کافی چوڑا ہو۔ تو بیک وقت دو چار طلباء کو تختہ سیاہ پر لفظ کے بجّے لکھنے کی مشق کرائی جا سکتی ہے۔ اس طرح

کی مشق ایسے طلباء کے لئے مناسب نہیں جو تختہ سیاہ پر پورے اعتماد اور واضح طور پر لکھ نہیں پاتے۔ لفظوں کو لکھتے وقت طلباء کو چاہئے کہ وہ خود لفظوں کی تصحیح کریں۔ یا اپنے ہم جماعت سے غلط ہجّوں کی تصحیح کرنے کے لئے کہیں۔ کیونکہ اس طرح کی تربیت ہی ہجّوں کو صحیح لکھنے میں زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے۔ طلباء کو چاہئے کہ وہ لکھے ہوئے لفظوں کو دیکھنے کے بعد اپنے طور پر وہ جتنے نمبر کے مستحق ہیں اتنے نمبر دیں۔ غلط لکھے ہوئے لفظوں کو پانچ بار لکھنے کی مشق کریں۔ دوسری جماعت کے طلباء ان کی اس مشق کو جانچیں اور اپنے دستخط ثبت کریں لفظوں کے ہجّے کی تربیت دیتے وقت استاد کو چاہئے کہ وہ فی الفور طلباء کی لکھی ہوئی مشق کو دیکھے اور جانچے اس طرح اس کاروائی کو طلباء کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر ہر ٹولی کے لیڈر کو اس کی ذمہ داری سپرد کریں۔ یا ہر ٹولی کا لیڈر خود ہر لفظ کے صحیح ہجّے بتا سکتا ہے۔ غرض اس کاروائی کے بعد طلباء نے جو نمبر حاصل کئے ہیں۔ انکا اعلان کیا جائے اور جو طلباء غلط ہجّے لکھے ہیں انہیں ساتھی جماعت کو جانچنے کے لئے دیا جائے۔

استاد کو کسی اقتباس کو لکھانے سے قبل یہ ضروری ہے کہ وہ اس اقتباس کو طلباء کے سامنے با آواز پڑھے اور اس اقتباس میں موجود مشکل الفاظ کی نشاندہی کرے اور انکا مفہوم بھی بتائے۔ اس طرح کرنے سے بچوں کے علم میں اقتباس کی نوعیت سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس کے بعد اگر وہ اقتباس لکھیں گے تو اس میں غلطیوں کا احتمال کم رہتا ہے۔ اقتباس میں شامل مشکل الفاظ کی فہرست بنا کر ہر جماعت کے طلباء کو لکھنے کی مشق کرائے اور ان کا محل استعمال بھی بتائیں۔

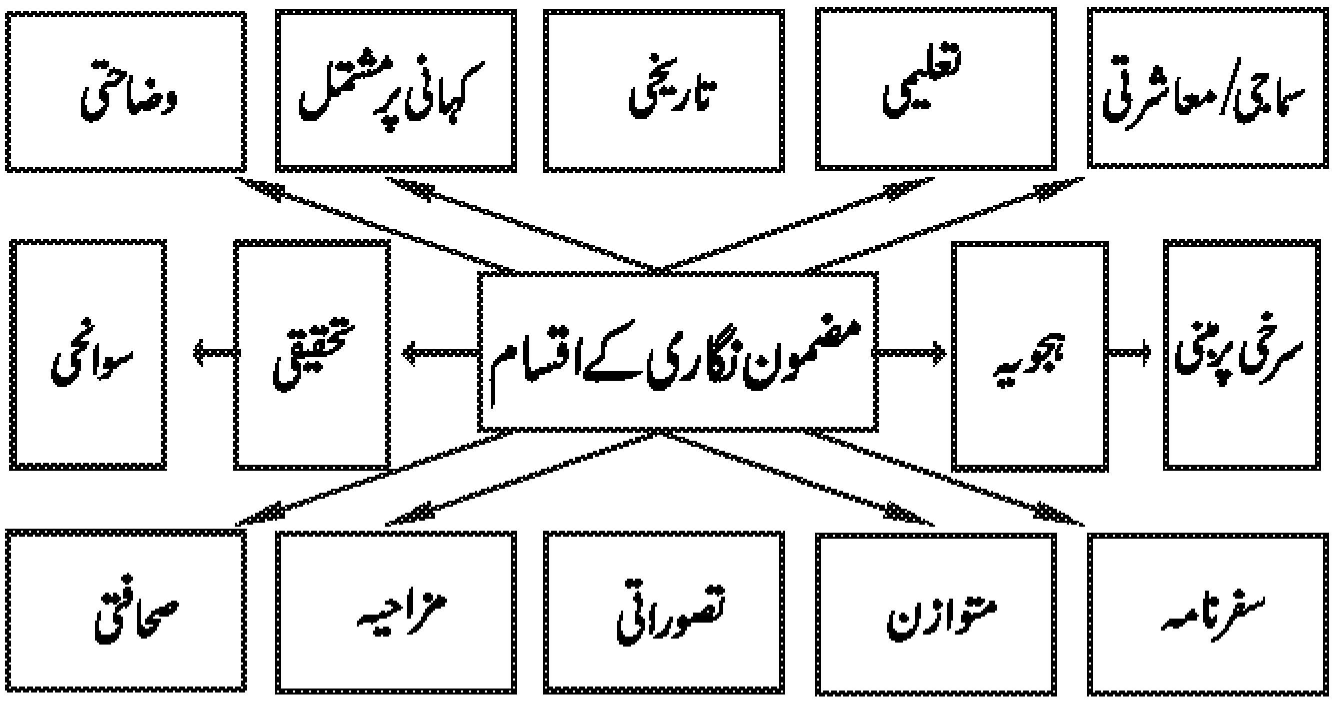

٦ باب زبان کی تدریس

VI Teaching of Urdu Language

زبان کی تدریس (زبان سکھانا) سے مراد زبان کی صلاحیت کو فروغ دینا ہے۔زبان کی صلاحیت کی ترقی کے لئے زبان کے متعلم اساتذہ کو تین باتیں پیش نظر رکھنی چاہیں۔

۱۔اکتسابی زبان کی خصوصیات۔

۲۔اس زبان کو کس طرح سکھانا چاہیے؟

۳۔زبان سیکھنے والے طلباء میں موجود صلاحیتوں کو جاننا چاہیے۔

زبان کی خصوصیات کے معنی زبان کے قاعدے اور اصول کو صرف جاننا ہی نہیں، بلکہ اس زبان کی بول چال میں موجود فرق کے ساتھ یہ دیکھا جائے کہ اس فرق کی کیا بنیادی وجوہات ہیں۔لہذا متعلم اساتذہ کو اس کے مطابق سکھانے کے طریقے جاننا ضروری ہے۔

متعلم اساتذہ کو یہ جاننا چاہیے کہ زبان کے اسباق دوسرے اسباق سے کس طرح مختلف ہیں۔اور ان کو پڑھانے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔اس کے متعلق اس باب میں مزید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

تدریس سیکھنے کے امکانات:

۱۔اس بات کو واضح کریں کہ زبان کے اسباق صلاحیتوں کو ابھارنے والے اسباق ہیں۔

۲۔زبان کی تعلیم اور زبان کے ذریعے تعلیم کے فرق کو واضح کیا جائے۔

۳۔مادری زبان سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت کریں۔

۴۔مدرسہ آنے والے طلباء کو زبان کی صلاحیت کی اہمیت کو واضح کرنا ہوگا۔

۵۔بول چال کی زبان سے تحریری زبان کے مراحل کی وضاحت کریں۔

٦۔علاقائی زبان اور عام زبان کے الفاظ کی مطابقت ظاہر کریں۔

بنیادی صلاحیتیں
سُننا
بولنا
پڑھنا
لکھنا

صلاحیت ابھارنے والے اسباق

زبان کے اسباق صلاحیت ابھارنے والے اسباق ہیں۔اور ان کا مقصد سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیتوں کو

فروغ دینا ہے۔ان صلاحیتوں کو ابھارنے کے لئے کسی خاص مضمون کی اہمیت نہیں ہے۔

زبان کی تعلیم اور زبان کے ذریعے تعلیم:

تعلیم کے ساتھ زبان تین طریقوں سے جڑی ہوئی ہے ان میں زبان کے متعلق تعلیم ،تحریری زبان کی تعلیم اور زبان کے ذریعے تعلیم شامل ہے۔زبان کی تعلیم سے مراد سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا ہے۔

زبان کے ذریعے تعلیم کے معنی۔تاریخ،جغرافیہ اور سائنس جیسے اسباق کی کسی بھی زبان کے ذریعہ تعلیم ہے، تحتانی مدرسوں کے اساتذہ زبان کے اساتذہ ہونگے یا زبان کے ذریعے دیگر اسباق پڑھانے والے اساتذہ ہوں گے۔

بعض اوقات دیگر اسباق پڑھانے والے اساتذہ زبان کے اسباق بھی پڑھا لیتے ہیں۔

ایسے اساتذہ (بالکل ،خواجہ) لفظ (بلکل ،خاجہ) کی طرح لکھتے ہیں اس کو درست کر کے زبان کے اساتذہ (بالکل،خواجہ) سمجھاتے ہیں،اسی طرح بدھ مت پھیلانے والے گوتم بدھ کو گوتما بدھا لکھتے ہیں تو سماجی سائنس کے متعلم اساتذہ اسے درست کر کے لکھاتے ہیں۔اس طرح اسباق کے متعلم اساتذہ وقتاً فوقتاً غلطیوں کو درست کر کے زبان کے متعلم اساتذہ کا درجہ حاصل کرتے ہیں۔اس طرح وہ زبان کی صلاحیتوں کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی کرتے ہیں۔

زبان کے متعلق تعلیم سے مراد لسانیات ہے جس میں زبان کی ساخت اور اس کے استعمال کے متعلق بتایا جاتا ہے۔

زبان سے واقفیت اور زبان کا سیکھنا:

مدرسے میں داخل ہونے والے طلباء پہلے ہی کسی ایک زبان سے واقف ہوتے ہیں۔یہ عمل کس طرح ہوتا ہے؟ حالانکہ انہوں نے مدرسے میں داخل ہو کر زبان سیکھنے کا عمل شروع نہیں کیا۔کسی ادارہ کے ذریعے بھی زبان نہیں سیکھی۔ لیکن وہ زبان جانتے ہیں۔ہر ایک اپنی پیدائش کے بعد پہلے ماں باپ اور آس پاس رہنے والوں کی باتیں اور آوازیں سنتا ہے۔اور از خود بات کرنے کی کوشش کرتا ہے۔آواز سنتا ہے اور اسی طرح نقل کرتا ہے۔اس طرح زبان جان کر بات کرنے کے عمل کو زبان کی واقفیت کہتے ہیں۔یعنی بچے، چلنے،کھانے اور دوسری عادتوں کو اختیار کرنے کی طرح زبان سے بھی واقفیت حاصل کرتے ہیں۔اس طرح کسی منصوبہ یا پلان کے بغیر زبان سیکھنے کا عمل جاری رہتا ہے۔اس کو زبان کی واقفیت کہتے ہیں۔ لیکن کلاس میں زبان سکھانے کے ذریعہ جس زبان سے واقفیت ہوتی ہے یہی زبان کا سیکھنا

کہلاتا ہے۔ یہ طریقہ عمل مدرسوں میں کالجوں میں یا زبان سیکھنے کے مختلف اداروں میں جاری رہتا ہے۔

مادری زبان، پہلی زبان:

بچہ پیدائش کے بعد ماں باپ، رشتے دار اور ماحول کی زبان سے واقفیت حاصل کر کے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اور اسی کو اپنی مادری زبان بناتا ہے۔

والدین کی جو زبان ہوگی وہی مادری زبان کہلائے گی بعض حالات میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماں کی زبان الگ اور باپ کی زبان الگ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر باپ کی زبان تلگو، ماں کی زبان تمل/ اردو ہے۔ امریکہ میں زندگی بسر کرنے والوں کے وہ بچے انگریزی زبان میں بات کرتے ہیں، ماحول کے اثر سے لوگوں سے انگریزی زبان میں بات کرکے، اپنی لفظیات کو بڑھاتے ہیں، تو ان کی مادری زبان انگریزی سمجھی جائے گی دوبارہ اپنے مادرِ وطن واپس ہوکر تلگو ماحول میں تلگو یا تمل/ اردو ماحول میں تمل/ اردو بات کرنا شروع کرتے ہیں تو اسے انگریزی زبان کے مقابلے میں ثانوی زبان سمجھنا ہی بہتر ہوگا۔

پہلی زبان کے معنی مدرسہ یا اسکول میں بنیادی مقام حاصل کی ہوئی زبان ہوتی ہے۔ کالجوں میں حصّہ اوّل کے تحت سکھائی جانے والی زبان ہی پہلی زبان (First Language) حصّہ دوّم میں سکھائی جانے والی زبان ہی ثانوی زبان (Second Language) ہوگی۔ لیکن کالجوں میں پہلی زبان وہ ہے جو باہر زیادہ تر لوگ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سیکھنے والے کی زبان زیادہ تر مادری زبان ہوگی۔ ثانوی زبان سیکھنے والے کی مادری زبان نہیں ہوگی لیکن وہ ایسی زبان ہوگی جو درجہ یا کلاس کے باہر موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال میں آتی ہے۔ تیسری زبان بھی سیکھنے والے کی مادری زبان نہیں ہوتی اسے درجہ یا کلاس کے باہر بھی استعمال کرنے کا موقع نہیں ملتا، اس کے استعمال کا موقع بہت کم ہوتا ہے۔ تیسری زبان کو غیر ملکی زبان بھی کہتے ہیں۔

تملناڈو میں ریاستی زبان تمل یا اقلیتوں کی مادری زبان کو پہلی زبان اور انگریزی زبان کو ثانوی زبان کا درجہ حاصل ہے۔

مدرسے کو آنے والے طلباء میں زبان کی صلاحیت: تحتانی مدرسہ یا ایلمنٹری اسکول میں داخل ہونے والے طلباء میں کم از کم ایک زبان استعمال کرنے کی قابلیت رہتی ہے۔ متعلم اساتذہ کو اس کے متعلق جانکاری ہونی چاہئے۔

تمل/اردو زبان سکھانے والےمتعلم اساتذہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے طلباء سے یہ جاننا چاہئے کہ تمام بچوں کی مادری زبان تمل ہے یا اُردو اور گھروں میں بولنے کی زبان دوسری ہے، متعلم استاد کو یہ جاننا چاہئے کہ طالب علم زبان میں لفظوں کو درست استعمال کرتے ہیں یا نہیں؟ اسماء اور افعال کو بغیر غلطی کے استعمال کرتے ہیں یا نہیں ۔اس طرح متعلم اساتذہ میں یہ صلاحیت پیدا ہوگی کہ وہ طلبہ کو اچھی طرح زبان سکھا سکیں۔

زبان کے دو اسلوب: عام طور پر ہر زبان کے دو اسلوب ہوتے ہیں ایک تحریری دوسرا تکلمی ہر زبان میں تحریری اور تکلمی الفاظ ادا کرنے کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔انہیں دو اسلوبی الفاظ کہتے ہیں ۔تحریری اور تکلمی طریقہٴ کار کے درمیان جزوی فرق ہوتا ہے۔تمام زبانوں میں اس طرح دو اسلوبی الفاظ نہیں ہوتے صرف چند ہی زبانوں میں اس طرح کے دو لسانی الفاظ ہوتے ہیں ۔بعض زبانوں میں تحریری اور تکلمی الفاظ میں زیادہ فرق ہوتا ہے ۔ماحول کے تحت ان لفظوں کا استعمال الگ الگ ہوتا ہے۔

تحریری اور تکلمی زبان کے الفاظ میں پائے جانے والے فرق کو دو اسلوبی الفاظ (Diglossic) کہتے ہیں ۔اردو/تمل زبان کے الفاظ بھی دو اسلوبی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو/تمل ماحول کے دولسانی لفظوں کی شناخت متعلم اساتذہ کو کرنا ضروری ہے۔ بولنے اور لکھنے کے طریقے کے فرق کی واقفیت ضروری ہے مثلاً ''جارہا ہوں''، لکھنے کا طریقہ، بول چال میں جاتا ہوں۔اس طرح کی لفظیات ،بولنے کا انداز اور قواعد وغیرہ تمام زبانوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ لکھنے کے لئے اداکاری کرنے یا Stage پر بولنے کے لئے درجہ یا کلاس میں بحث وگفتگو کرنے کے لئے خالص اردو/تمل استعمال کرتے ہیں۔خاندان، دوست، دوکان گلی اور دوسرے معمولی موقع پر بول چال کی اردو استعمال کرتے ہیں۔ بیوی سے معیاری زبان میں بات چیت کریں تو نشانہٴ مذاق بن جائے گا۔اس طرح درجہ یا کلاس میں گفتگو یا بحث کے موقع پر بول چال کی اردو (زبان) استعمال کریں تو یہ بھی نشانہٴ مذاق بنتا ہے۔

چندلوگ Stage (اداکاری) کے لئے خالص اردو (زبان) استعمال کرتے ہیں۔ چندلوگ جدید انداز کی زبان لکھتے ہیں۔غرض مدرسہ کے ماحول میں لکھنے کی زبان کا طریقہ استعمال کرنا ہی بہتر ہوگا۔

طلباء کو تحریری زبان سے متعارف کرانا:

پہلی جماعت میں داخلہ لینے والے اکثر طلباء بول چال کی اردو سے واقف ہوتے ہیں۔طلباء کو جو بول چال کی زبان معلوم ہے وہ علاقائی زبان ہے۔ہمیں ان کو تحریری اردو زبان سکھانا چاہیئے۔متعلم اساتذہ بچوں کو مانوس کرنے کے لئے پہلے پہل بول چال کی زبان ہی میں تعلیم دینا چاہیے۔اس لئے پہلی جماعت کے اساتذہ اُسی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں تو یہ طلباء کے حق میں بہتر ثابت ہوگا۔چند مہینوں کے بعد رفتہ رفتہ علاقائی زبان کے علاوہ عام بول چال کی زبان کا استعمال کرنا چاہیئے۔

بول چال کے مطابق اردو قواعد سکھانا چاہیئے۔اس کے علاوہ اردو حروف کا تعارف کراتے ہوئے حروف کو جوڑ کر الفاظ پڑھنے اور لکھنے کا طریقہ سکھانا چاہیئے۔دوسری جماعت میں بھی چند مہینوں کے بعد ان الفاظ کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا سکھانا چاہیئے۔اس طرح پہلی جماعت میں بول چال کی زبان سے شروع کر کے دوسری جماعت میں تحریری زبان کے استعمال کا آغاز کر دینا چاہیئے۔

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ ایسے طلباء جو اردو بول چال سے واقف نہیں ہیں ان کے ساتھ کیا طریقہ اپنا یا جائے؟ کیونکہ تمل ناڈو کے بہت سے علاقوں میں دیگر زبان بولنے والے بھی موجود ہیں۔ایسے طلباء کی مادری زبان اردو نہیں ہے یا جنہیں اردو بولنے کا موقع فراہم نہیں ہے۔طلباء کی اکثریت اردو زبان سے واقف نہیں ہے یا جنہیں اردو بولنے کا موقع فراہم نہیں ہے۔طلباء کی اکثریت اردو زبان سے ناواقف ہو تو تدریس کا دوسرا طریقہ اپنانا چاہیئے۔پہلے پہل ان کو بول چال کی زبان سکھانا چاہیے۔اس کے بعد تحریری زبان کی طرف مائل کرنا چاہیئے۔اگر اساتذہ ان طلباء کی زبان سے واقف ہیں تو یہ ان کے لئے معاون ثابت ہوسکتا ہے۔اگر واقف نہیں ہونے کی صورت میں طلباء کی زبان جاننے کی کوشش کرنا چاہیئے۔خصوصی طور پر طلباء کی زبان کے بعض الفاظ سے واقفیت ضروری ہے۔اس سے یہ فائدہ ہوسکتا ہے کہ طلباء اگر اردو زبان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے ہیں تو انہیں ان کی زبان میں سمجھایا جاسکتا ہے اگر اردو سے اچھی واقف نہیں تو ایسی صورت میں ان طلباء پر خصوصی توجہ دی جاسکتی ہے۔ان کے لئے مخصوص کلاسوں کا انتظام بھی ہوسکتا ہے ایسے طلباء کو اردو بولنے والے طلباء کے ساتھ گھل ملنے کا موقع دیا جانا چاہیئے۔

زبان کی تدریس میں ادب کی کسی ایسی صنف کی تدریس معاون ثابت ہوسکتی ہے جس کا تعلق عمل یعنی (Action) سے ہو۔ چنانچہ یہاں پر ڈرامے کی تدریس کے باب کے تحت اس کے مختلف عملی پہلوؤں کو واضح

کیا جارہا ہے۔ جس سے متعلم اساتذہ اپنی تدریس کے دوران استفادہ کرسکتے ہیں۔

ڈرامے کی تدریس

جس طرح ہر ادب کی ایک غیر تحریری، ملفوظی اور عوامی روایت ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈرامے کی بھی غیر تحریری روایت ہوتی ہے۔ اور یہی روایت زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ اس لئے ادب کی دوسری اصناف کے مقابلے میں ڈرامے کا عوامی رشتہ کہیں زیادہ گہرا ہے۔ اور اسے اس وقت بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ جب اسے ادب کی صنف کی حیثیت سے کلاس میں پڑھایا جارہا ہو۔

ڈرامے کی اکائی محض مکالموں ہی سے مرتب نہیں ہوتی بلکہ اس کے پیچھے موسیقی، شاعری، لوک گیت، کتھاؤں اور سوانگ کی پوری رنگارنگ عوامی روایت بھی موجود ہوتی ہے اور اسے ''اشرافیہ'' کے پیدا کردہ معیاروں پر پرکھنے کے بجائے اس کی اپنی روش کے مطابق پرکھنا چاہئے۔

اردو ڈرامے کا مزاج غزل کی طرح مغرب کی ادبی اصناف سے مختلف رہا ہے اور اس کے اسباب محض ادبی نہیں بلکہ ڈرامہ دیکھنے والوں کے مزاج اور مذاق کے اختلافات میں بھی پوشیدہ ہیں۔

ڈرامہ پڑھاتے وقت اسے ایک مکمل اکائی کی شکل میں سامنے رکھنا چاہئے۔ ادب کی دوسری اصناف کی طرح ڈرامہ بھی پڑھے جانے کے لئے نہیں ہے۔ اس کا لازمی رشتہ اسٹیج سے ہے۔ (یا پھر عوامی ذرائع ترسیل کے دوسرے طریقوں یعنی فلم، ریڈیو، ٹیلی ویژن سے ہے۔) ڈرامے کو صرف مکالموں کا مجموعہ سمجھنا درست نہیں۔ نہ اسے محض افسانوں کی طرح پڑھنا پڑھانا کافی ہے۔ بلکہ اس کے مکالموں کو اسٹیج پر (یا ریڈیو، فلم، اور ٹیلی ویژن پر) پیش ہونے والے فن پارے کا ڈھانچہ یا اس کا ایک حصّہ سمجھ کر پڑھانا چاہئے۔

حقیقت یہ کہ ڈرامہ محض مکالموں کا نام نہیں البتہ مکالمے نئی تخلیق کا ایک اہم حصّہ ضرور ہیں۔ جو پلاٹ اور کرداروں ہی کے سہارے ظہور میں نہیں آتی بلکہ رنگ، صَوت، آہنگ، روشنی اور سایوں سے سکوت اور ساز سے مل کر بنتی ہے۔ اس مکمل تخلیق کا نام ہے ڈرامہ اور تحریری شکل محض اس کا ایک حصہ ہے۔

ڈرامہ غیر ذاتی اور خارجی ہے۔ ڈرامہ نگار جو کچھ کہتا ہے۔ واقعات اور کرداروں کی زبانی کہتا ہے۔ خود اس کا اپنا بیان بھی نہیں ہوتا۔ اس کا کمال ہے تو صرف اتنا کہ وہ اپنی بنائی ہوئی اس معروضی دنیا میں ربط و آہنگ، وحدت تاثر اور

ارتکاز کی وہ فضا پیدا کر دے کہ دیکھنے والا اس سے وہی نتیجہ نکالے جو خود ڈرامہ نگار کا مقصد ہے۔ گویا وہ خارجی زندگی کے تجربے سے خود ناظرین کے لئے نئے تجربے پیدا کرنے والی ''حقیقت'' کی تخلیق کرتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ یہ ''حقیقت'' معروضی اور خارجی جیسی تو ہے۔ مگر دراصل ''افسانوی'' اور ''ڈرامائی'' حقیقت ہے اور فن کار کی اپنی تخلیق کردہ ہے۔

لہٰذا یہاں بھی تدریس کے لئے بنیادی مسئلہ مقصد یا مرکزی خیال ہی کا ہے۔ یہ مرکزی خیال یا مقصد پلاٹ اور کرداروں کے ذریعے، مکالموں کے ذریعے اور اسٹیج (ریڈیو، یا ٹیلی ویژن) کے مختلف آئین و اسالیب کے ذریعے ادا ہوتا ہے۔ اس لئے پیش کش کے ان آئین و ادب پر بھی مدرس اور طالب علم دونوں کی نظر ہونی چاہئے۔

ڈارامے کے ذریعے ہم جس مرکزی خیال یا تاثر کو پیش کرتے ہیں اس سے ڈرامے کے مختلف واقعات اور کرداروں میں ایک فکری اور جمالیاتی مرکزیت اور ہم آہنگی پیدا کر کے ان کی شیرازہ بندی کی جاتی ہے۔ اس مرکزی تاثر کی کم سے کم چار واضح جہات کی نشان دہی کرنا ضروری ہے۔

۱۔ فکری اقدار

۲۔ جذباتی اقدار

۳۔ ڈرامائی اقدار

۴۔ مجرد اقدار / جمالیاتی اقدار

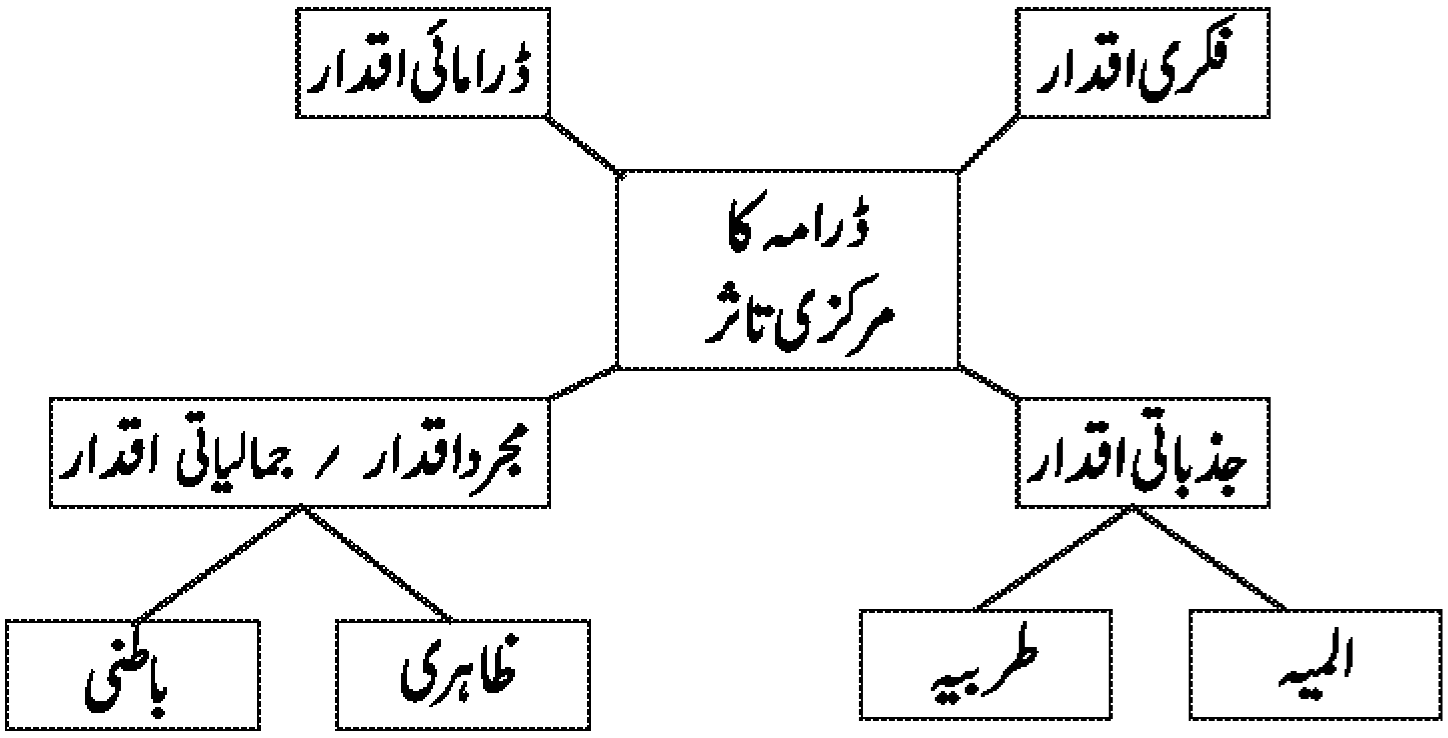

فکری اقدار سے وہ خیال یا تصور مراد ہے جس کی بنا پر ڈرامہ لکھا گیا۔ ڈراما نگار اس مرکزی خیال یا تصور کو دیکھنے والوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اور اسی لئے وہ مختلف ذرائع سے کام لیتا ہے۔ واقعات کے خاکے بناتا ہے۔ کردار ڈھالتا ہے۔

کشمکش پیدا کرتا ہے۔ مکالمے لکھتا ہے۔اور پر یوڈوسرا اور اس کے رفقاء صوت، آہنگ، نور اور سائے کے امتزاج سے جہاں تمثیل سجاتے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کی رسائی اس بصیرت یا فلسفیانہ معنویت تک ہو جائے جو فن کار ناظرین تک پہنچانا چاہتا ہے۔

ڈرامے کی مرکزی جذباتی قدر ہی کی بنا پر اسے المیہ اور طربیہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔لیکن یہ بھی محض ظاہری اور سطحی تقسیم ہے۔ دراصل جذباتی قدر کا فیصلہ اس بنا پر کیا جانا چاہئے کہ انسان کے بنیادی جذبوں میں سے کسی جذبے سے کسی مخصوص ڈرامے کا تعلق ہے۔ سنسکرت شعریات میں انسانی جذبے کی نو رسوں یا نو بنیادی منطقوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ جن میں بھگتی (روحانی) ہاسیہ (مزاحیہ) شرنگار (رومانی) کرونا (ہمدردی جتانے والے) ویر (بہادری) جذبے اہم ہیں اس لحاظ سے ہم ڈرامے کی جذباتی قدر شناسی اور اس کی تفہیم میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

اقدار کی ایک جہت ڈرامائی ہے۔ یعنی وہ قدریں جو ڈرامے کے فنی حسن میں اضافہ کرتی ہیں۔ یا فنی نقطہ نظر سے ڈرامے کے لئے ضروری ہیں۔ ان میں تجسس یا استعجاب کا عنصر (Suspense) واقعات کا فکری مگر کسی قدر غیر متوقع بہاؤ اور کرداروں کے ڈرامائی داخلے اور خروج بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مکالموں اور کرداروں کے درمیاں تخالف اور تطابق کے رشتے اور ڈرامے کے مختلف ٹکڑوں میں باہمی ربط و ترتیب کی مختلف نوعیتوں کو بھی دخل ہے۔ اکثر زبردست تصادم۔ آویزش اور کشمکش کے مناظر کی ابتدا نہایت ہی لطیف اور پرسکون قسم کے مکالموں یا حالات سے ہوتی ہے۔ جو آویزش کی شدت کو نمایاں کر دیتے ہیں۔ اس کی کلاسیکی مثالیں۔Shakespeare شیکپیئر کے ڈرامے میک بتھ Macbeth میں پورٹر سین یا ہیلمٹ میں گورکنوں کے درمیان مزاحیہ مکالموں والے مناظر سے دی جا سکتی ہیں کرداروں کے داخل ہونے یا ڈرامائی طریقے سے رخصت ہونے کی مثال انارکلی کے پہلے سین میں خود انارکلی کا داخلہ ہے۔

اقدار کی ایک اور جہت جمالیاتی ہے۔ ڈرامے میں فکر، جذبہ، ڈرامائیت سب کا وسیلہ اور مقصد یہی ہے۔ جمالیاتی اقدار کی دو سطحیں ہیں۔ ایک ظاہری دوسری باطنی۔

ظاہری اقدار وہ ہیں جو ڈرامے کی پیش کش کا حصہ ہوتی ہیں۔ اسٹیج کی ترتیب و تزئیں، لباس، موسیقی، روشنی اور پرچھائیوں کا استعمال اور اس قسم کے دوسرے لوازم ان سب کی گنجائش ڈرامے کے مسودے میں کم و بیش موجود ہوتی ہے۔لیکن ان سے پورے طریقے سے فائدہ اٹھانا پر ڈیوسر کے اپنے تخیل پر منحصر ہے۔ اس اعتبار سے وہ تدریس کے سلسلے

میں ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

ان اقدار کی ترسیل ڈرامے میں کس طرح کی جائے اس کا دارومدار ڈرامے کے اپنے پیرایۂ بیان پر ہے۔ جسے تھیٹر کی اصطلاح میں اسٹائل یا طرز یا پیرایہ Style کہا جاتا ہے۔ زندگی کے تجربات میں ہم سب شریک ہیں لیکن طرز احساس کے اعتبار سے ہم سب مختلف طبائع رکھتے ہیں۔ کچھ کے نزدیک زندگی سے پایا ہو ہر زخم پھول ہے کچھ کے نزدیک اس گلزار کا ہر پھول زخم ہے بعض شفق کے رنگوں سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ بعض کو آس پاس کی گندگی، غریبی اور دکھ میں عرفان حیات نظر آتا ہے۔ زندگی کی انہی مادی حقیقتوں سے قربت اور دوری کے لحاظ نیلمس نے مختلف پیرایوں کے ڈراموں کو گوشوارے کے ذریعے اس طرح درجہ بندی کی ہے۔

کلاسیکی	تشکیلیت یا ہئیت پرستی	رومانی
عمومی	اظہاریت	مواد میں رنگ آمیزی، مبالغہ امیزی اور تحریف واضح
تفصیلات ندارد		
پس منظر نظر انداز		
خصوصی	مواد کا فطری استعمال	مضحک (فارسی) میلوڈرامہ
تفصیلات ضروری		
پس منظر پر زور		
حقیقت پسندی	ڈرامائی یا تھیٹریکل حقیقت پسندی	
زندگی		
معمولی اور عام		غیر معمولی

اس خاکہ سے انداز ہوگا کہ زندگی کی مادی حقیقتوں کی تصویر کشی جس حد تک اصل کے مطابق اور تخیل کی رنگینی سے دور ہوگی۔ اسی قدر ڈراما حقیقت پسندانہ ہوگا۔ لوگوں کے لباس عام طرز کے ہوں گے اور کرداروں کے چہرے مزاج اور کردار عمومی زندگی سے قریب تر ہوں گے۔ قصے میں عمومی زندگی کم اور تخصیص زیادہ وہوگی۔ فضا اور تفصیلات پر زور دیا جائے گا اور پس منظر کو اہمیت حاصل ہوگی۔

باطنی سطح وہ ہے جو ڈرامے کے مجموعے تاثر سے مرتب ہوتی ہے۔ اس میں آواز، سنگیت، رنگ ونور، آوازوں اور مکالموں کا اتار چڑھاؤ، واقعات کا نشیب وفراز اور کرداروں کی باطنی اور باہمی آویزش سبھی کچھ شامل ہوتا ہے۔ ان سب

کے مجموعی تاثر سے جمالیاتی اقدار پیدا ہوتی ہیں۔ جو دیکھنے والے کو کچھ لمحے کے لئے مادی زندگی کی بے رنگی اور بکھراؤ سے بلند کر دیتی ہیں۔ اور زندگی کی نئی بصیرت اور معنویت دیتی ہیں۔ اسی جمالیاتی قدر کو فراہم کرنے کے لئے ڈراما نگار نے کس قسم کی آویزش اور ٹکراؤ کو بنیادی قرار دیا ہے اس کا تعین ڈرامہ پڑھانے سے پہلے ڈرامے کی مرکزی کش مکش کی مدد سے استاد کو خود اپنے ذہن میں واضح کر لینا چاہئے اور اسی کی روشنی میں دیکھنا چاہئے کہ اس کش مکش کو ڈرامہ نگار نے کس طرح واقعات کے موڑ اور کرداروں کے خارجی اور باطنی سرگذشت سے ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حقیقت پسندی سے ڈرامہ جس قدر دور ہوتا جائے گا۔ اسی قدر تخیل کی رنگ آمیزی بڑھتی جائے گی۔ ہلکی ہوئی تو تھیٹریکل حقیقت پسندی کا پیرایہ ابھرے گا۔ جس میں زندگی کی سنگینی اور جبر کی تصویر زیادہ نمایاں ہوگی اور روشن سے زیادہ تاریک پہلو سامنے آئیں گے۔

یہ رنگ آمیزی اور زیادہ ہوگی تو المیہ ہونے کی صورت میں میلوڈرامہ اور طربیہ ہونے کی صورت میں فارس یا مزاحیہ وجود میں آئے گا۔ اب گویا زندگی کی اصل شکل تخیل کی تہ در تہ رنگ آمیزی سے کچھ ہی کچھ ہو جائے گی۔

زندگی کی وفادارانہ عکاسی اور تخیل کی رنگینی کے ان دونوں سروں کے درمیاں ڈرامے کے مختلف پیرائے اور طرز ابھرتے ہیں۔ انہی دونوں سروں کو فنی اصطلاحوں میں کلاسیکی اور رومانی کے لفظوں میں بھی بیان کیا جاسکتا ہے۔ کلاسکی طرز میں زیادہ وزن، وقار، بھاری بھرکم پن اور تہ داری پائی جاتی ہے۔ فکری حجم بھی زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ کرداروں میں بھی زیادہ وقار پایا جاتا ہے۔

قدیم یونانی ڈراموں سے لے کر آج تک کے دور تک کے ایسے ڈرامے جو فکری حجم اور واقعات اور کردار کے وقار سے مزین ہیں کلاسکی یا نیم کلاسکی کہے جاسکتے ہیں۔ ان میں فکر کا عنصر، تخیل اور جذبے کو غلبہ حاصل کرنے نہیں دیتا۔ بلکہ فکر ہی کو اور زیادہ نمایاں اور تیکھا کر دیتا ہے۔ یہی عناصر مجرد شکلوں میں اظہاریت Expressionism اور ہیت پرستی Formalism کو جنم دیتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں رومانیت، جذبے کی آزادانہ سرمستی اور تخیل کی بے محابا اڑان کی قائل ہے اسے رنگینی اور سرشاری عزیز ہے۔ اسی لئے اس کے کردار گویا جذبے سے اُبلتے ہوئے آتش فشاں ہیں یا خوابوں میں کھوئے ہوئے شہزادے۔ مکالموں سے لے کر طرز عمل تک اور لباس سے لے کر فضا تک ہر شئے پر رنگینی، سرمستی اور خوابنا کی کی لہر

چھائی ہوئی ہے۔اس کی شاید اردو میں سب سے زیادہ کامیاب مثال امتیاز علی تاج کا ڈرامہ انارکلی ہے جس کے ہر کردار، واقعہ اور مکالمے پر رومانیت کی خوابناک اور تخیل آفریں مہر ثبت ہے۔

ڈرامے میں مکالمے کے صرف تین منصب میں اور اگر کوئی مکالمہ ان تینوں منصوبوں میں سے کوئی منصب بھی پورا نہیں کرتا اور بعض ڈرامہ نگار کے ذوق قلم فرسائی کو پورا کرتا ہے تو بیکار ہے اور اسے قلم زد کر دینا واجب ہے۔ مکالمہ یا تو کہانی کو آگے بڑھاتا ہے۔ یا کردار کے کسی پہلو کو واضح اور اس میں تبدیلی یا ارتقا کو ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ کردار خود مکالمہ بولنے والے کا بھی ہوسکتا ہے اور ڈرامے کے کسی دوسرے فرد کا بھی یا فضا پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

ڈرامے میں ہر شخص اپنے الفاظ اور اعمال سے پہچانا جاتا ہے۔ یہی حال کچھ عملی زندگی کا بھی ہے۔ مگر ڈرامے کی چھوٹی دنیا میں یہ شناخت زیادہ بے محابا اور زیادہ بے ساختہ ہو جاتی ہے۔

اس لحاظ سے غور کیجئے تو ہر مکالمے کا رشتہ چار جہتی ہے۔ ایک طرف اسے اس کردار کے مطابق ہونا چاہئے جو اسے بول رہا ہے۔ دوسرے اس صورت حال کے مطابق ہونا چاہئے۔ جس میں اسے ادا کیا جا رہا ہے۔ تیسرے اس کا تعلق ڈرامے کے پیرائے یا اسلوب سے ہونا چاہئے۔ جس کا تذکرہ آ چکا ہے۔ چوتھے اپنے ڈرامے کے مکالموں کے مجموعی رنگ و آہنگ سے ہونا چاہئے۔ یہ تاثر آگے چل کر پورے ڈرامے کے مجموعی تاثر پر ضم ہو جاتا ہے۔ (مثلاً ڈرامہ ''انارکلی'' کے شروع کے مکالمے جو مختلف کنیزوں کی باہمی گفتگو سے عبارت میں باہمی تعلق ان کے آہنگ بلندی اور رفتار سے قائم ہوتا ہے۔ ہر مکالمہ میں دونوں شخصیتوں یعنی متکلم اور مخاطب کرداروں کی شخصیتوں کا عکس ہونا لازم ہے۔ ہر مکالمہ رنگ و آہنگ لہجے اور فضا کے اعتبار سے گویا ایک مسلسل اور مربوط نظم کے مصرعے کی طرح ہے اور جس طرح تغیر، تبدیل اور رنگارنگی سے موسیقی تربیت پاتی ہے۔ اور سنگیت کا لطف ملتا ہے۔ اسی طرح مکالموں کا باہمی تعلق ان کے آہنگ ، بلندی اور رفتار سے قائم ہوتا ہے۔ مثلاً فرض کیجئے دو کردار آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ ایک کا مکالمہ آہستگی سے شروع ہوتا ہے۔ دوسرا اس کا جواب تیز اور ترش دیتا ہے۔ مخاطب شخص کا دوسرا مکالمہ اس تیزی کے مقابلہ میں آہستہ رفتار بھی ہے اور نیچی آواز میں بھی ہے۔

اب ان مکالموں سے ایک متنوع قسم کی صوتی تصویر تیار ہو جاتی ہے۔ جس سے مکالموں کا صوتی تنوع سنگیت کی سی جمالیاتی اقدار کی کم و بیش ترسیل کر سکتا ہے۔ مکالمے کی ادائیگی میں سانس کا صحیح استعمال، مکالموں کو صحیح جگہ پر توڑنے

کا ہنر سانس روکنے اور مکالموں کے درمیان سانس لینے کا طریقہ یا مکالمہ بولتے وقت حلق، تالو اور زبان کی مدد سے صحیح مخارج کا تعین البتہ یہاں صرف دو باتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ جو مکالموں کے مطالعہ میں مفید ہوسکتی ہیں۔

مکالموں کی ادائیگی:

ایک ہی ڈرامے کی تفسیر، توجیہ اور پیش کش مختلف طریقوں سے کی جاسکتی ہے اور اسی اعتبار سے ہر مکالمے کی کلیدی لفظ کا تصور بھی بدلتا جائے گا۔ اسی لئے ڈرامہ نگار ہر مکالمے کے کلیدی لفظ کو نشان زد نہیں کر سکتا۔

جذبات یا کسی قسم کے تاثر کے بغیر ادا کرتے ہوئے بھی صرف مختلف کلیدی لفظ پر زور دینے سے مختلف طریقوں اور مختلف مفاہم کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے۔

کل رات ایک زلزلہ آیا---------- یعنی آج یا پرسوں نہیں آیا تھا کل آیا تھا۔

کل رات ایک زلزلہ آیا---------- یعنی کل دن میں نہیں آیا تھا کل رات آیا تھا۔

کل رات ایک زلزلہ آیا---------- یعنی زلزلہ آیا تھا طوفان نہیں تھا۔

اسی طرح ہر جملے میں کونسا لفظ ایسا ہے جس پر زور دینے سے جملے کا صحیح مفہوم ادا ہوسکتا ہے۔ یہ بات پڑھنے والے کے ذہن میں بھی واضح ہونی چاہئے اس وضاحت کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہے کہ مکالموں کی ادائیگی میں زیادہ وضاحت اور صفائی پیدا ہو جائے گی اور جملے کی باقی تمام الفاظ بھی زیادہ صراحت اور قطعیت سے ادا ہوں گے۔ اس سلسلے کی دوسری بات یہ ہے کہ مکالمے کی تحریری شکل کسی نہ کسی حد تک اس کی ادائیگی پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ مثلاً عشقیہ اور خوابناک مکالمے بہت اونچی آواز میں نہیں بولے جاسکتے ہیں یہی صورت رجزیہ یا رزمیہ مکالموں کی ہے۔ جن کو نرمی اور آہستگی سے ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے طالب علم کے سامنے مکالموں کا اپنا مزاج بھی واضح ہونا چاہئے۔

مکالموں کی ادائیگی کے تین بنیادی عناصر ہیں۔ لہجہ Tone آہنگ Pitch سُر Volume

اور اسی ضمن میں آخری عنصر رفتار کا بھی جو شاید پہلے تین عناصر کے مقابلے میں کم پیچیدہ ہے۔ لہجے کی تبدیلی واقعات اور کرداروں کے مطابق ہوتی ہے اور اس کا تعلق بڑی حد تک پر ڈیوسر کی اپنی سوچ بوجھ اور اداکار کی ذہانت اور تجربہ کاری سے ہے۔ لیکن اکثر آہنگ Pitch اور سُر Volume کو ایک ہی چیز سمجھ لیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ دونوں بالکل الگ ہیں۔

آواز کی بلندی اور آہستگی وہ ہے جس کے ذریعے آواز کا سر اونچا ہوتا ہے۔لیکن مکالمے کا دُور تک سنا جانا صرف اونچی آواز پر منحصر نہیں ہے۔جس طرح موسیقی میں پنچم سُر بھی ہوتے ہیں اور مدھم بھی سنائی دیتے ہیں۔البتہ دونوں کی بلندی آواز میں فرق ہوتا ہے۔اس کے برخلاف آہنگ (Pitch) کا معاملہ ہے۔سرگوشی میں بولے ہوئے الفاظ تھیٹر کے آخری کونے تک سنے جاتے ہیں اور سنے جانا چاہئے۔ظاہر ہے کہ سرگوشی میں آواز مدھم ہوتی ہے۔ مگر مکالمے کا آہنگ (Pitch) ایسا ضرور ہوگا جو آواز کو آخری صف کے دیکھنے والوں تک پہنچادے۔اسی لئے تھیٹر کی دنیا میں سبھی کام کرنے والوں کے لئے پہلا سبق یہی ہوتا ہے کہ وہ اس بہری عورت تک اپنی بات پہنچانے کی کوشش کریں۔جو ہال کے آخری صف میں بیٹھی ہے۔آواز صرف اونچے سُر سے ہی نہیں پہنچائی جاتی ہر اداکار کی سرگوشی بھی اس آخری صف والی بہری عورت تک پہنچنی چاہئے۔

مکالموں کے ضمن میں دو اور باتیں اہم ہیں۔ایک مکالمے یا مکالموں کے درمیان لہجے آہنگ اور سُر کی تبدیلی سے متعلق ہے۔اور دوسری مکالموں کے درمیان خاموشیوں کے استعمال سے مکالمہ محض ایک سُر نہیں آرکسٹرا بھی ہوسکتا ہے۔اور وہ مختلف آہنگوں اور سروں سے عبارت ہے۔ہر انسان کی آواز میں لاتعداد نشیب و فراز، مدھم اور پنچم کی ان گنت طرزیں ہوتی ہیں۔لیکن عام طور پر بے سوچے سمجھے ہر شخص صرف ایک ہی طرز کو زندگی بھر برتتا ہے۔اور دوسری طرزوں اور سطحوں سے کام نہیں لیتا۔

اس کے برخلاف ڈرامے میں تنوع اور رنگینی ادائیگی کے ان طور و طریقوں سے بھی آتی ہے اور مکالمہ نگار ہی نہیں ان مکالموں کو غور سے سننے والے اور ڈراما دیکھنے والوں کو بھی انکی رنگینی اور رنگارنگی اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور فضا آفرینی کے ساتھ مختلف کرداروں کا تعارف اور واقعات کے درمیان آویزش کا پہلو واضح کراتی ہے۔مثال کے طور پر انارکلی ڈرامے کے انہیں مکالموں کو لیجئے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ان مکالموں میں یہ تنوع موجود ہے۔

دل آرام:۔اے ہے توبہ، کیسا گلا پھاڑ پھاڑ کر گارہی ہیں۔کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی (اعتراض)

مروارید:۔دوپہر میں دو گھڑی کا آرام بھی تو کم بختوں نے حرام کردیا۔(اعتراض کی حمایت میں تلخی)

زعفران: ہم تمہیں کیا کہہ رہے ہیں؟ (تلخی کے جواب میں نرمی مگر مصنوعی)

مروارید: صریحاً گھر کا گھر سر پر اٹھا رکھا ہے۔بات کرنی دشوار کردی ہے ابھی بچاری کچھ کہہ ہی نہیں رہی ہیں۔

(دوبارہ تلخی)

زعفران : پھر جسے باتیں کرنی ہوں کہیں اور جا بیٹھے (تلخی سے)

عنبر: مگر یہ تان سین کی بچی گائیں گی ضرور (تلخی میں اضافہ) تان سین کے ذکر سے فضا آفرینی

زعفران: منہ سنبھال کے بات کر عنبر۔ واہ بڑی آئی کہیں کی گالیاں دینے والی تو ہی لگتی ہوگی۔تان سین کی کوئی ہوتی سوتی (تلخی کا جواب)

دل آرام: نہیں مانے گی زعفران۔ پڑپڑ بکے چلی جا رہی ہے۔میں جا کر
چھوٹی بیگم سے کہہ دوں گی (دھمکی)

زعفران : اے تو منع کس نے کیا ہے۔ایک بار نہیں ہزار بار (دھمکی کا جواب)

ستارہ: چلو زعفران ہمیں جو چلے چلیں۔باغ میں چل بیٹھتے ہیں۔(مفاہمت)

زعفران: اب وہ دن گئے جب کمان چڑھی ہوئی تھی اب بیگموں (طعنہ اور طعنہ میں)
سے بات تو کر کے دیکھیں کوئی منہ بھی نہ لگائے گا۔(دل آرام کے بارے میں معلومات)

ستارہ: اے ہے۔زعفران تم بھی تو نیچے جھاڑ کر پیچھے پڑ جایا کرتی ہو۔(مفاہمت کی کوشش)

زعفران: میں کیوں دبوں کسی سے۔بہت دن ان کی ناز برداریاں کیں (انارکلی کے بارے میں معلومات تلخی سے)

(لیکن اب انارکلی کی بہار ہے ان سے ڈرے میری جوتی) ڈرامہ نگار نے خود بھی ہر مکالمے کے ساتھ ادائیگی کے لہجے کی نشاندہی کر دی ہے۔مگر صاف ظاہر ہے کہ ہر مکالمہ دوسرے مکالمے سے پھوٹ رہا ہے۔اور اس میں تخالف اور آہنگ موجود ہے اور اس کے پس پردہ آرام کے نظر سے گرنے اور انارکلی کے منظور نظر ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہو جانے والی رقابت ظاہر کرنا مقصود ہے۔

اس تنوع اور رنگینی کی کلاسیکی مثال شیکسپیر کے ڈرامے جولیس سیزر میں انٹونی کی تقریر ہے۔جو ایک آہنگ سے شروع ہوتی ہے۔کیونکہ وہ ایک مخاطب مجمع کو خطاب کر رہا ہے اور مشکل انھیں اپنی بات سننے پر راضی کر پا رہا ہے۔اس لئے مفاہمت کے نرم لہجے سے شروع کرتا ہے۔اور آہستہ آہستہ جب مجمع اس کی تقریر کے سحر میں آ جاتا ہے۔تو اس کا لہجہ بدلنے لگتا ہے اور آخر میں پورے ڈرامائی عروج پر پہنچ جاتا ہے۔

مکالموں میں سب سے اہم عنصر بلیغ خاموشوں کا ہوتا ہے۔ یہ خاموشیاں مکالموں کے درمیان مختصر وقفے کی شکل میں بھی آسکتی ہیں اور خود مکالموں کی ادائیگی کی رفتار میں بھی ظاہر ہوسکتی ہے۔اس لحاظ سے رموز واوقاف ڈراموں کے مکالموں میں نہایت ضروری ہیں۔خاموشیوں کے لئے مناسب جگہ یا مکالموں کو مناسب جگہ پر توڑنے یا ان کے لہجے میں تبدیلی کرنے یا انھیں وقتی طور پر ادھورا چھوڑنے یا کسی دوسرے کے مکالمے کو بیچ سے کاٹنے کے لئے بھی اشارات لازمی ہیں۔مکالمہ لکھنے والے اور ڈرامے کے سنجیدہ طالب علم کے ذہن میں ان خاموشیوں کا مناسب استعمال واضح ہونا چاہئے کہ یہ بھی ڈرامے کے اسلوب میں اہمیت رکھتا ہے۔

ڈرامے میں مکالموں کے ذریعے واقعات موڑ اختیار کرتے ہیں اور کردار انھیں کے ذریعے پہچانے جاتے ہیں۔اور تبدیلی اور ارتقا کے عمل سے گذرتے ہیں۔مکالموں ہی کے ذریعے اقدار کا ٹکراؤ سامنے آتا ہے۔اور اس ٹکراؤ سے ڈرامہ نگار کا وزن ظاہر ہوتا ہے اور جمالیاتی اظہار پاتا ہے اور بصیرت حسیت میں تبدیل ہوتی ہے۔اس لئے مکالموں کا احتیاط اور توجہ سے مطالعہ ڈرامے کے مکالمے کے لئے ضروری ہے اور انھیں میں ڈرامے کی جمالیاتی وحدت کو تلاش کرنا چاہئے۔

افسانوی ادب کی تدریس کیلئے جو اصول ناول اور مختصر افسانے کے سلسلے میں بیان ہوئے ہیں۔وہ یہاں بھی پیش نظر رہیں گے۔البتہ اسٹیج کے تقاضوں کو اور ہر دور میں اسٹیج کی نوعیت چونکہ بدلتی رہتی ہے اس لئے ہر دور کے اسٹیج کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔کیونکہ یہی تقاضے مکالموں کے پیرائے اور اسلوب کو بھی کسی حد تک متعین کرتے ہیں۔

مثلاً آغا حشر کے زمانے میں اسٹیج ڈرامے پارسی تھیٹر کے زیر اثر لمبے چوڑے منڈووں اور پنڈالوں میں کھیلے جاتے تھے۔لاوڈ اسپیکر کا رواج نہیں تھا۔ڈراما رات رات بھر کھیلا جاتا تھا۔عورتیں عام طور پر اسٹیج پر نہ آتی تھیں اور ان کے رول مرد کرتے تھے۔ان سب باتوں کا اثر آغا حشر کے ابتدائی ڈراموں پر موجود ہے۔لمبے چوڑے پنڈالوں میں لاوڈ اسپیکر کے بغیر مکالمے بولنے کے لئے ایکٹر کو اونچی آواز سے بولنا پڑتا تھا۔اس لئے مکالموں کا بلند آہنگ ہونا ضروری تھا۔اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آغا حشر نے حشر اسٹائل ایجاد کی اجس میں لمبا مکالمہ بلند آہنگی سے ایک ہی سانس میں بولا جاسکے اور اس کے اثر کو زیادہ بھر پور بنانے کے لئے بیچ بیچ میں شعر بھی پڑھا جائے یا نثری مکالموں میں بھی قافئے کا کھٹکا قائم رکھا جائے۔

چنگیز: کہئے اے شہبازِ زمانہ اس ناچیز خادم کو پہچانا۔
ناصر: پہچانا، پہچانا، شیطان کو کون نہیں جانتا بلکہ ہر شخص پہچانتا ہے۔
چنگیز: مغرور، زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے پھر بھی یوں اکڑا ہوا ہے۔

رسّی تمام جل گئی پر بل نہیں گیا　　　سر سے غرور مسندِ مخمل نہیں گیا

ناصر: ہمت والے مصیبت سے کب ڈرتے ہیں۔ تارے دن کے عوض رات کو نکلتے ہیں۔ ان مکالموں میں بلند آہنگی، زور، روانی شعر کا استعمال اور قافیے کا کھٹکا بڑی حد تک اسٹیج کے عصری تقاضوں کا نتیجہ ہیں۔

ڈرامے پر عوامی فنون کی جو گہری چھاپ ملتی ہے وہ ممکن ہے محض ادبی تحریر کی حیثیت سے ڈرامے کا مطالعہ کرنے والوں کو اچھی نہ لگے مگر دراصل عوامی فنون لطیفہ کی صدیوں کی کمائی ہے۔ اس اعتبار سے ڈراما اشرافیہ اور عوامی تہذیب کا درمیانی رابطہ ہے۔ مثلاً اردو کے پہلے مشہور ڈرامے ''اندر سبھا (امانت)'' اور واجد علی شاہ کا رہس مبارک ''رادھا کنھیا کا قصہ'' تصنیف ہو چکے تھے۔ ان میں ڈرامے کی قدیم ہندوستانی روایت اور دیگر فنون لطیفہ کی عوامی روایت سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ دونوں کا قصہ مشہور عوامی داستانوں سے لیا گیا ہے۔ جو عوامی ادب کی روایت کا حصّہ ہے۔ ''رادھا کنھیا کا قصہ'' تو ہندو دیومالا کا حصّہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستانی موسیقی اور رقص مختلف پہلوؤں سے ڈرامے میں استعمال ہوا ہے۔ مختلف راگ راگنیوں کا خیال رکھا گیا ہے اور دادرا، ٹھمری اور غزل کو ڈرامے میں کھپا دیا گیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ رادھا کنھیا کے قصّے میں تو سنسکرت ڈرامے کی دو مسلمہ روایتوں کو بھی برتا گیا ہے۔ ڈرامے کو بھگوان یا خدا کی تعریف سے شروع کرنا یا دعا سے ابتدا کرنا اور دوسرے بدوشک یعنی مسخرے کے کردار کو ڈرامے میں ہیرو کے متوازن متعارف کرانا غرض ڈراما عوامی روایات اور فنون لطیفہ کے مختلف پیرایوں اور اسالیب کا سنگم ہے۔

ہیڈسن نے اپنی کتاب (Introduction to the Study of Literature) میں ڈرامے میں کردار نگاری کے سلسلے میں ارتکاز، اختصار اور معروضیت پر زور دیا ہے۔ پلاٹ ہو یا کردار نگاری۔ مکالمہ ہو یا واقعہ نگاری ہر صورت میں ڈرامے کو ارتکاز سے کام لینا ہوتا ہے۔

اختصار کے سلسلہ میں ہڈسن نے شیکسپیر کے ڈرامے میکبتھ کی مثال دی ہے۔ جس میں Barrett wendel

کے اعداد و شمار کے حساب سے میکبتھ خود صرف ۲۶ بار بولا ہے اور اس کے مکالموں کے الفاظ کی مجموعی تعداد ۸۷۸ ہے۔
جب کہ میکبتھ کا کردار شیکسپیر کے ڈراموں کے کرداروں میں سب سے زیادہ موثر، پیچیدہ اور کثیر الجہات کردار ہے۔
معروضیت کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ کردار اور واقعہ کا تعلق جتنا گہرا ہوگا معروضیت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔
یوں تو ارسطو نے بوطیقا میں المیہ سے بحث کرتے ہوئے اس بات پر خاصہ زور دیا ہے کردار کے زوال کا بنیادی سبب اس کی ذات کے باہر کا کوئی خارجی یا اتفاقی واقعہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اس کی اپنی ذات کا ایسا پہلو ہونا چاہئے جو شخصیت کے توازن کو درہم برہم کر کے المیہ کا سبب بنے۔
اس پہلو پر بریڈے نے شیکسپیر کے المیوں کے سلسلے میں بڑی خوبی سے بحث کی ہے۔ عام طور پر المیہ ڈراموں کے مرکزی کردار یعنی المیہ ہیرو شخصیت کے اعتبار سے عام شخصیتوں سے ممتاز اور عظیم نظر آتے ہیں۔ مثلاً میکبتھ اور ہیملٹ یا (انارکلی) لیکن ان عظیم شخصیتوں کے ساتھ یہ حادثہ رونما ہوتا ہے کہ کسی خاص محرک واقعہ کی بنا پر ان کی شخصیت میں مختلف اور متضاد عناصر کے درمیان پیدا کردہ توازن درہم برہم ہو جاتا ہے۔ مثلاً میکبتھ کے ہاں یہ توازن تین چڑیلوں کی پیش گوئی سے یا ہیملٹ کا توازن اس کے باپ کی روح کے سبب درہم برہم ہو جاتا ہے۔ شخصیت میں مختلف متضاد عناصر کے درمیان توازن قائم رکھنے والی قوت حسِ مزاح ہے۔ جو ایک طریقے سے Safety Valve یا نکاسی کے وسیلے کا کام دیتی ہے کیونکہ ہم انھیں حرکتوں یا باتوں یا کرداروں پر ہنستے ہیں جو مسلمہ طور اور طریقے سے ہٹکر ہوں اور جنہیں معمولی کے خلاف قرار دیا جاتا ہو۔ ہنسنے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ جس پر پیتا پڑی ہو اس سے ہماری کسی قسم کی ذاتی وابستگی نہ ہو۔ کسی موٹے آدمی کے اچانک کیلے کے چھلکے پر پھسل کر گر پڑنے سے ہمیں ہنسی تو آئے گی مگر صرف اسی وقت جب وہ ہمارا کوئی عزیز نہ ہو۔
اس طرح ڈرامے کا مطالعہ ایک بار پھر ہمیں جمالیاتی، فنی، فکری اور حسّیاتی وحدت کی طرف لے جاتا ہے جس کی کوئی ایک پرت نہیں ہوتی بلکہ کئی سطحیں ہوتی ہیں۔
پہلی سطح واقعاتی ہوتی ہے۔ جس میں طالب علم یا عام قاری صرف کسی ایک واقعے کی تکمیل یا عدم کی وحدت تلاش کرتا ہے اور کسی آویزش کی حل تک پہنچتا ہے۔

ڈرامہ کا مطالعہ

پہلی سطح	دوسری سطح	تیسری سطح
واقعاتی	ظاہری واقعے	وژن یا معنویت

پہلی سطح میں ڈراما مقصد یا موضوع کا تابع نظر آتا ہے۔دوسری سطح اس ظاہری واقعے یا آویزش سے آگے ہوتی ہے۔ جس میں اس دور کا مزاج اور اس دور کی حسیت جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہاں تاریخ ہی نہیں تخلیق اور تخیل بھی جلوہ دکھاتا ہے، تیسری سطح میں زندگی کی نئی بصیرت کو ڈرامہ نگار واقعات اور کردار کی مدد سے ظاہر کرتا ہے۔

اسٹیج ڈرامے کے زوال کے بعد فلم کا رواج ہوا۔ پہلے خاموش فلمیں رائج ہوئیں اور پھر آواز اور مکالموں والی فلمیں عام ہوگئیں۔اس کے بعد ریڈیو آیا اور ریڈیو ڈرامے کامیاب ہوئے۔اچھے لکھنے والوں کی بڑی تعداد نے نئی صنف کی طرف توجہ کی۔اس کے کچھ سال بعد ٹیلی ویژن کا رواج ہوا اور ٹیلی ویژن پر بھی ڈراموں کی مقبولیت ہوئی۔ ڈرامے کو پڑھاتے وقت صرف اسٹیج ڈراموں کے علاوہ فلم، ریڈیو، ٹیلی وژن کے لئے لکھے ہوئے ڈراموں کو بھی نصاب میں شامل کرنا چاہئے۔

آخر میں چند الفاظ ڈرامے کے اسلوب کے بارے میں کہنے ضروری ہیں۔ڈرامہ مدتوں تک نظم میں لکھے جاتے رہے۔انیسویں صدی میں جب نثر کا فروغ ہوا تو نثر میں ڈرامے تصنیف ہونے لگے۔ بیسوی صدی میں ٹی۔ایس۔ ایلیٹ (T.S. Eliot) کے منظوم ڈراموں نے ایک بار پھر نظم کو ڈرامے کی زبان بنایا۔ ہندوستان اور پاکستان میں بھی ریڈیو کے رائج ہونے کے بعد منظوم ڈراموں کا پھر سے چلن ہوا۔گو اُردو ڈرامے کی ابتدا منظوم ڈرامے ہی سے ہوئی تھی۔لیکن نثر میں زیادہ بے تکلفی اور فطری انداز برقرار رہتا ہے۔باوجود اس کے منظوم ڈرامے کے حامیوں کا خیال ہے کہ اگر شاعری بہترین الفاظ کی بہترین ترتیب کا نام ہے تو ڈرامے کو اس بہترین ترتیب سے کیوں محروم رکھا جائے۔ خصوصاً اس وقت جب اس کا دوسرے فنون لطیفہ سے گہرا تعلق ہے۔

۷ باب لسانیات اور صوتیات

VII - Linguistics and Phonetics

زبان کے باقاعدہ مطالعہ کو لسانیات یا علمِ زبان کہتے ہیں۔ زبان کا مطالعہ دو طریقوں سے ہو سکتا ہے۔

۱۔ زمانے کے ایک مخصوص نقطے میں اور یہ نقطہ زمانہ حال کا ہوتا ہے۔

۲۔ تاریخ کی رو میں عہد بہ عہد ارتقا کو پیشِ نظر رکھ کر ایک زبان کا، ایک مخصوص منزل میں مطالعہ تجزیاتی لسانیات کہلاتا ہے اسے توضیحی لسانیات بھی کہا جاتا ہے۔ زبان کے مختلف اجزائے ترکیبی اور ان کے باہمی تعلقات کا مطالعہ کیجئے تو اس کو ساخت کا تجزیہ کہا جا سکتا ہے۔

زبان کے تاریخی ارتقاء کا مطالعہ تاریخی لسانیات کہلاتا ہے۔

تجزیاتی لسانیات نے زبان کے مختلف اجزائے ترکیبی کے مطالعے کے لئے ذیل کی شاختیں قرار دی ہیں:

۱۔ صوتیات (Phonetics): اس میں اصوات کی زیادہ سے زیادہ نزاکتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام زبانوں کا مجموعی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ فونیمیات: اس میں کسی ایک زبان کی آوازوں (Phonemes) کا تعین کیا جاتا ہے۔

۳۔ علمِ صرف (Morphology): اس میں لفظ کی ساخت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۴۔ علمِ نحو۔(Syntax): اس کا موضوع کلام یعنی جملہ اور فقرہ ہے صرف اور نحو کو زبان کے قواعد کہا جاتا ہے۔

۵۔ معنیات (Semantics): اس میں لفظوں اور جملوں کے مفہوم سے بحث کی جاتی ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ:

۱۔ لسانیات سے کیا مراد ہے؟

۲۔ زبان کے مختلف اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟

اردو کا صوتیاتی نظام:

۱۔ زبان میں آواز کی اہمیت:

زبان بنیادی طور پر آوازوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ قدرت نے انسان کے اعضائے نطق علاحدہ نہیں، بنائے

ہیں، بلکہ کام ودہن اورلب ودندان جو کھانے پینے اور سانس لینے کے کام میں لائے جاتے ہیں وہی اس کے اعضائے نطق بھی ہیں۔انسان اپنے اعضائے نطق سے بے شمار آوازیں نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن ترسیل وابلاغ کی خاطر وہ صرف چند آوازیں استعمال کرتا ہے جنہیں ہم کلامی آوازیں کہتے ہیں۔ ہر زبان کے بولنے والے اپنے ترسیلی مقصد کے لئے مخصوص کلامی آوازوں کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک لسانی گروہ جو کلامی آوازیں استعمال کرتا ہے دوسرا لسانی گروہ بھی استعمال کرے۔

ہر زبان کا ایک صوتی نظام ہوتا ہے جس میں آوازوں کی ترتیب سے ایسے مجموعے بنائے جاتے ہیں جنہیں ہم الفاظ کہتے ہیں۔روایتی قواعد میں جس کی بنیاد تحریری زبان پر ہے الفاظ کو''حروف کا مجموعہ'' قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حرف ''آواز'' نہیں بلکہ تحریری علامت ہے۔زبان بولنے والے اور سننے والے کے درمیان رمز بندی (Coding) اوررمزکشائی (Decoding) کا دوہرا عمل ہوتا ہے۔زبان کے تحریری پہلو کی بھی بڑی اہمیت ہے۔تحریر کو زبان کی ثانوی رمز بندی (Secondary Coding) کہا جاتا ہے۔تحریر کے ذریعے زبان کو استحکام ملتا ہے۔

زبان تحریر سے بے نیاز ہو کر اپنا وجود قائم رکھ سکتی ہے لیکن تحریر کا زبان سے بے نیاز ہونا بے معنی سی بات ہے۔ تحریر کی ایجاد تہذیبی ارتقا میں بہت بعد کی منزل ہے اور آج بھی دنیا کے کئی علاقوں میں ایسی کئی بولیاں پائی جاتی ہیں جو ابھی تک تحریر سے ناآشنا ہیں اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ مطالعۂ زبان کے سلسلے میں زبان کو تحریر پر اولیت وفضیلت دونوں حاصل ہے۔

اردو صوتیے (Phonemes)

زبان کی طرح اردو کا بھی اپنا ایک صوتی نظام ہے۔اگر چہ اردو بنیادی طور پر ہند آریائی زبان ہے لیکن اس کا صوتی نظام دیگر ہند آریائی زبانوں سے مختلف ہے کیوں کہ فارسی سے گہرا اثر قبول کرنے کی وجہ سے اس نے کچھ ایسی کلامی آوازیں بھی قبول کر لی ہیں جو دیگر ہند آریائی زبانوں میں نہیں ملتیں۔

یہ طے کرنے کے لئے کہ کسی زبان میں کون کون سی آوازیں استعمال ہوتی ہیں یہ دیکھا جاتا ہے کہ فلاں آواز معنوں میں فرق پیدا کرنے کا کام دیتی ہے یا نہیں۔اگر اس آواز کی جگہ دوسری آواز استعمال کرنے سے معنی میں فرق پیدا ہو جائے تو یہ آواز اس زبان کے صوتی نظام میں شامل قرار دی جاتی ہے اور اصطلاح میں اسے زبان کا ''صوتیہ

Phoneme) کہتے ہیں۔

کسی زبان کے صوتیے معلوم کرنے کے لئے اس زبان سے الفاظ کے ایسے جوڑے (Pairs) منتخب کئے جاتے ہیں جن میں کم سے کم ایک کلامی آواز مختلف ہوتی ہے اور دونوں الفاظ الگ الگ معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔الفاظ کے یہ جوڑے ''اقلی جوڑے'' (Minimal Pairs) کہلاتے ہیں کیوں کہ ان میں کم سے کم آوازیں ہوتی ہیں۔مثلاً بل۔پل۔ان میں /ل/ کی آواز مشترک ہے لیکن ابتدائی آوازیں مختلف ہیں۔ان الفاظ کے معنی بھی الگ الگ ہیں۔پیشانی پر بل پڑتے ہیں پل نہیں۔پل کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے بل میں نہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ب اور پ ایسی دو مختلف آوازیں ہیں جن کو کسی لفظ میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنے سے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔اس لئے اصطلاح میں ب اور پ اردو زبان کے صوتیے ہیں۔اسی بنیاد پر اردو زبان کے تمام صوتیوں کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

دنیا کی اکثر زبانوں کی طرح اردو میں بھی صوتیوں کی دو قسمیں ہیں:

(1) مصوتہ

(2) مصمتہ

مصوتہ: مصوتے وہ اصوات ہیں جن کے ادا کرنے میں پھیپھڑوں سے خارج ہونے والی ہوا تنتریوں سے رگڑ کھا کر نکلتی ہے، پھر حلق سے باہر کسی رکاوٹ کے بغیر خارج ہوتی ہے۔

مصوتوں کی ادائیگی میں منہ کے کھلنے، زبان کے نیچے رہنے یا اوپر اٹھنے کی حالتیں مختلف رہتی ہیں۔

ان کیفیات کے لحاظ سے اردو مصوتوں کی درجہ بندی ذیل کے طریقے سے کی جاتی ہے۔

اگلے مصوتے:

(1) پست اونچا	=			(I)	جیسے ارادہ، ستم
(2) اونچا	=		ی	(I)	جیسے تین، عید
(3) متوسط	=		ے	(e)	جیسے ایک، تیل
(4) جڑواں	=			(ai)	جیسے میدان، کیسا
(5) درمیانی مصوتہ	=			(a)	جیسے اَب، چَل

پچھلے مصوتے:

(1) پست اونچا گول = ــــُــــ (U) جیسے گُل، غُبار

(2) اونچا گول = ــــوٗــــ (U) جیسے پھول، دودھ

(3) متوسط گول = ــــُــــ و (o) جیسے گول، ڈور

(4) پست = آ (a) جیسے آج، لا

(5) جڑواں = ــــَــــ و (au) جیسے غور، قوم

اس طرح کے دس مصوتے ہیں۔ طوالت یا اختصار کے لحاظ سے ان کی درجہ بندی بہ طور ذیل کی جا سکتی ہے۔

چھوٹے مصوتے:

(i) ــــِــــ (a) ــــَــــ (u) ــــُــــ

(انہیں زیر۔ زبر۔ پیش بھی کہا جاتا ہے)

لمبے مصوتے:

ای (1) ــــِـــ ـے (e) ــــــ ے (ai)

وٗ (U) ــــُـــ و (o) ، آ (a)

(au) ــــَــــ

ان مصوتوں کو ادا کرنے میں سانس ناک کی راہ سے خارج ہو تو انہیں "انفی" مصوتے کہا جاتا ہے جیسے

سنگار۔ کہیں۔ دائیں۔ لیں۔ میں

پھندنا۔ پھونک۔ گوند۔ جہاں۔ پونڈ

مصمتے:

مصمتے وہ صوتیے ہیں جو صامت یعنے گونگے ہوتے ہیں۔ کسی مصوتے کا سہارا ملنے پر وہ آواز دیتے ہیں۔ ہکاریا ہائیہ آوازوں (Aspirated Sounds) کو شامل کر لیا جائے تو اردو مصمتوں کی تعداد اکتالیس ہوتی ہے۔

ب۔ بھ۔ پ پھ ت تھ ٹ ٹھ

ج جھ چ چھ ح خ د دھ ڈ ڈھ

ر ز ڑھ ز ژ س ش ع ف ق

ک کھ گ گھ ل لھ م مھ ن نھ و وھ ی

ان کے علاوہ چند حروف ہیں جو لکھے تو جاتے ہیں لیکن وہ اردو کے مصمتے نہیں ہیں۔

مصوتہ ہے ہمزہ کی آواز بھی /ا/ کی ہے۔ ع کی آواز کی طرح ادا کی جاتی ہے اس لئے وہ لکھا تو جاتا ہے لیکن اردو میں اس کی آواز /ا/ کی طرح ادا ہوتی ہے۔ ح کی آواز اردو میں /ہ/ سے ادا ہوتی ہے۔ /ث/ اور /ص/ لکھے تو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی آواز /س/ کی طرح ادا ہوتی ہے۔ ذ، ض، ظ کی آواز اردو میں /ز/ سے ادا ہوتی ہے۔ ط کا اصل تلفظ اردو میں ادا نہیں ہوتا وہ /ت/ بولا جاتا ہے۔ اس طرح ث، ح، ذ، ص، ط، ظ، ع، اردو میں تحریریں آتے ہیں۔ لیکن وہ مصمتے نہیں ہیں۔

اردو میں مصمتوں کی مختلف لحاظ سے گروہ بندی کی جاتی ہے (ا) ہکار اور غیر ہکار (۲) مسموع اور غیر مسموع

ہکار وہ آوازیں ہیں جن کی ادائیگی میں /ہ/ کی کیفیت شامل ہوتی ہے جیسے

/بھا، پھا/ٹھا/، جھا/، چھا/، دھا/، ڈھا/، ڑھا/، کھا/، گھا/، لھا/، مھا/، نھا/، وھا/۔

ان کے برخلاف

/ب/، /پ/، /ٹ/، /ج/، /چ/، /د/، /ڈ/، /ڑ/س، /ش

/، /غ/، /ف/، /ق/، /ک/، /گ/، /ل/، /م/، /ن/، /و/،

غیر ہکار مصمتے ہیں۔

ایک اور اعتبار سے مصمتوں کو مسموع اور غیر مسموع میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مسموع وہ مصمتے ہیں جن کے ادا کرنے میں سانس باہر نکلتی ہے۔ صوت تنتریاں زیادہ مرتعش ہوتی ہیں اور غیر مسموع مصمتوں میں سانس منھ کے اندر جاتی ہے اور صوت تنتریاں کم مرتعش ہوتی ہیں۔

اردو میں /ب/، /ٹ/، /ج/، /د/، /ر/، /ژ/، /ع/، /غ/، /، اور /ی/

مسموع ہیں دیگر مصمتے غیر مسموع ہیں۔

مصمتوں کی گروہ بندی مخارج اور ادائیگی کے طرز کے اعتبار سے بھی کی جاتی ہے۔ مخارج کی بنیاد پر مصمتوں کی

درجہ بندی اس طرح کی جاتی ہے:

(1) دولبی (جو دولبوں کے ملنے سے ادا ہوتے ہیں) /ب/۔/بھ/۔/پ/۔/پھ/۔/م/۔/مھ/۔۔۔۔

(2) لب دندانی (ان کے ادا کرنے میں۔

اوپر کے دانت نچلے ہونٹ سے ملتے ہیں) ف۔و۔وھ۔

(3) دندانی (ان کے ادا کرنے میں زبان کی نوک اوپر کے مسوڑھوں یا دانتوں کے پیچھے لگتی ہے۔

ت،تھ،د،دھ

(4) لثوی (ان کی ادائیگی میں زبان کی نوک یا اگلا حصہ اوپر کے مسوڑوں سے ملتا ہے)

/ن/،/نھ/،/ل/،/لھ/،/ر/،/س/،/ز/۔

(5) کوز وہ مصمتے ہیں جن کو ادا کرنے میں زبان کی نوک تالو کی طرف مڑتی ہے

/ٹ/،/ٹھ/،/ڈ/،/ڈھ/،/ڑ/،/اور/ڑھ/۔

/ڑ/اور/ڑھ/کی ادائیگی میں زبان کی نوک تالو سے مس کھا کر نیچے گر جاتی ہے

(6) حنکی۔ان مصمتوں کو ادا کرنے میں زبان کا اگلا حصہ تالو سے ملتا ہے۔/چ/،/چھ/،/ج/،/جھ/۔

(7) غشائی۔ان مصمتوں کو ادا کرنے میں زبان کا پچھلا حصّہ تالو کے پیچھے

لگتا ہے۔/ک/،/کھ/،/گ/،/گھ/۔

(8) لہاتی۔یہ مصمتہ لہات یا کوے کے قریب سے ادا ہوتا ہے۔/ق/۔

(9) حنجروی۔مصمتے/خ/اور/غ/حنجرے سے نکلتے ہیں۔

(10) حلقی۔مصمتہ/ہ/حلق سے ادا ہوتا ہے۔

جدول نمبر(1)

اردو زبان کے مصمتے			دولبی	لب دندانی	دندانی	لثوی	کوز	حکی	غشائی	لہاتی	حجروی	حلقی
			تقسیم بہ لحاظ مخارج									
بندشی	غیر مسموع	غیر ہکار	پ		ت		ٹ	چ	ک	ق		
		ہکار	پھ		تھ		ٹھ	چھ	کھ			
	مسموع	غیر ہکار	ب		د		ڈ	ج	گ			
		ہکار	بھ		دھ		ڈھ	جھ	گھ			
	مسموع	انفی	م (مھ)			ن (نھ)						
پہلوی	مسموع					ل (لھ)						
تھپک دار	مسموع	غیر ہکار					ڑ					
کوز		ہکار					ڑھ					
ارتعاشی	مسموع					ر						
صفیری	غیر مسموع			ف		س		ش			خ	و
	مسموع			و(وھ)		ز		ژ			غ	
نیم مصوتہ	مسموع							ی				

مصمتوں کی تقسیم ان کے طرزِ ادائیگی سے بھی کی جاتی ہے۔ یہ قسمیں حسب ذیل ہیں۔

(1) بندشی: ان مصمتوں کو ادا کرنے میں سانس منہ سے اس طرح خارج ہوتی ہے کہ اسے کسی مقام پر روک لیا جاتا ہے ۔پھر رکاوٹ دور ہوتی ہے اور ہلکے سے دھماکے کے ساتھ آواز نکلتی ہے ۔ /ب/ ،/بھ/ ،/پ/ ،/پھ/ ،/ت/ ،/تھ/ ،/ٹ/ ،/ٹھ/ ،/ج/ ،/جھ/ ،/ک/ ،/کھ/ ،/گ/ ،/گھ/ ،اور /ق/ بندشی مصمتے ہیں۔

/م/ ،/مھ/ ،/ن/ ،/نھ/ بھی بندشی مصمتے ہیں، جن کی ادائیگی میں ہوا منہ کے علاوہ ناک سے بھی خارج ہوتی ہے اسی لئے انہیں انفی مصمتے کہا جاتا ہے۔

(2) پہلوی۔/ل/ پہلوی مصمتہ ہے۔اس کی ادائیگی میں زبان کی نوک اوپر کے مسوڑے اور دانتوں کے پچھلے حصہ سے مل کر جھٹکے کے ساتھ الگ ہوتی ہے اور ہوا سامنے اور پہلوؤں سے خارج ہوتی ہے۔

(3) ارتعاشی مصمتہ /ر/ کو ادا کرنے میں زبان کی نوک تھرتھراتی ہے۔

(4) صفیری مصمتے : ان مصمتوں کو ادا کرنے میں ہوا منہ سے رگڑ کے ساتھ نکلتی ہے ۔ /خ/ ،/ز/ ،/ژ/ ،/س/ ،/ش/ ،/ /،/غ/ ،/و/ ،/وھ/ اور /ہ/ ۔

(5) حلقی مصمتہ: /ہ/ حلق سے ادا ہوتا ہے۔

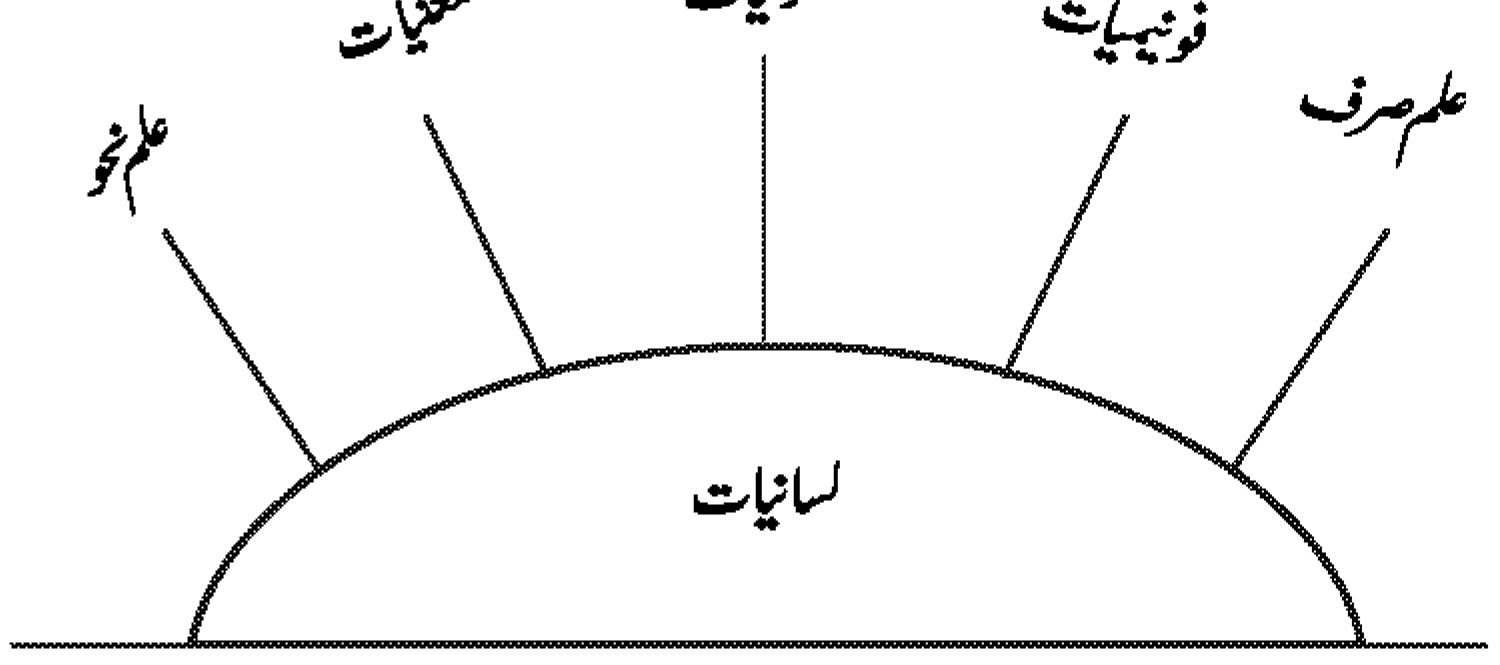

Activities-لسانیاتی و تعلیمی سرگرمیاں

لفظوں کی آنکھ مچولی

مقصد : لفظوں کے اجزاء سے دوسرے لفظ بنانا۔

ہدایت : اس عمارت میں مختلف الفاظ کی اینٹیں چُنی گئی ہیں۔ان میں بعض لفظ ایسے ہیں جن کا صرف پہلا حرف نکالنے سے ایک نیا لفظ بنتا ہے۔اور بعض الفاظ ایسے ہیں جن کا صرف آخری حرف الگ کرنے سے ایک نیا لفظ بنتا ہے۔ اس کھیل کو دو کھلاڑی کھیل سکتے ہیں۔ جو کھلاڑی لفظوں سے آنکھ مچولی کھیلتا ہوا نیچے سے اوپر گنبد تک پہلے پہنچے گا وہ جیت جائے گا۔کھلاڑی دو مختلف سمتوں سے کھیلیں

کھلاڑی: دو وقت : دس منٹ نمبر : ہر صحیح لفظ پر ایک

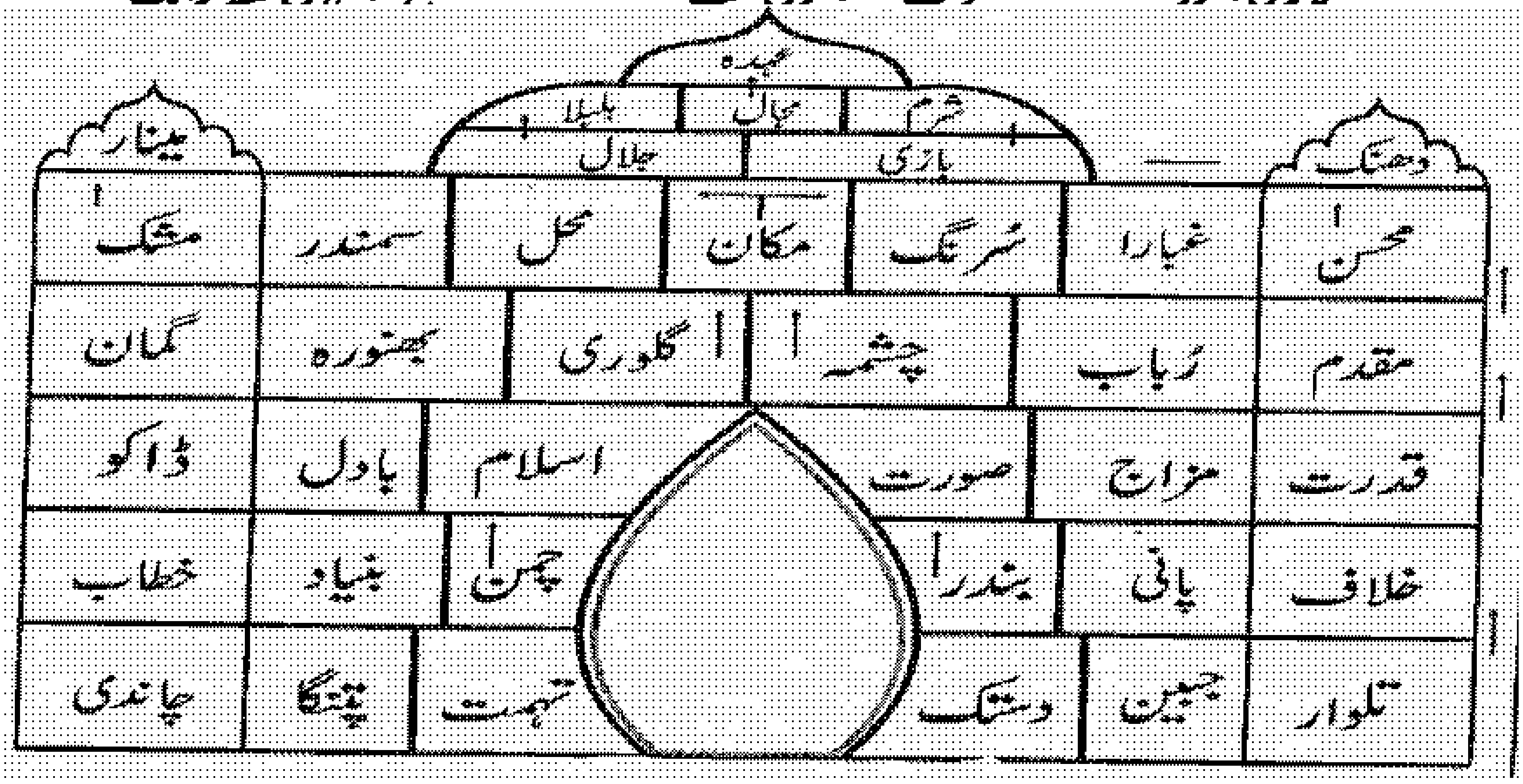

جواب:۔ پہلا کھلاڑی: دست بین تلوا خلا پان بند صور مزا

قدر قدم باب چشم کان رنگ غبار حسن

دھن باز شر جال عہد

دوسرا کھلاڑی: ہمت پتنگ چاند خطا بنیا من سلام باد

ڈاک مان بھنور لوری کان حل مندر شک

مینا لال بلبل جال عہد

آواز کا جادو

مقصد : اشاروں کی مدد سے ہم آواز الفاظ بنانا۔

ہدایت : ہر گملے میں دو پھول کھلے ہیں، ہر پھول کی ایک پتی میں ہم آواز حروف کی جگہ خالی ہے۔ جدول میں دیئے گئے الفاظ کے معنوں کی مناسبت سے خالی پتی پر ہم آواز حرف لکھ کر لفظ مکمل کیجئے۔

کھلاڑی : دو وقت : چھ منٹ نمبر : ہر صحیح لفظ پر ایک

کھلاڑی 1:

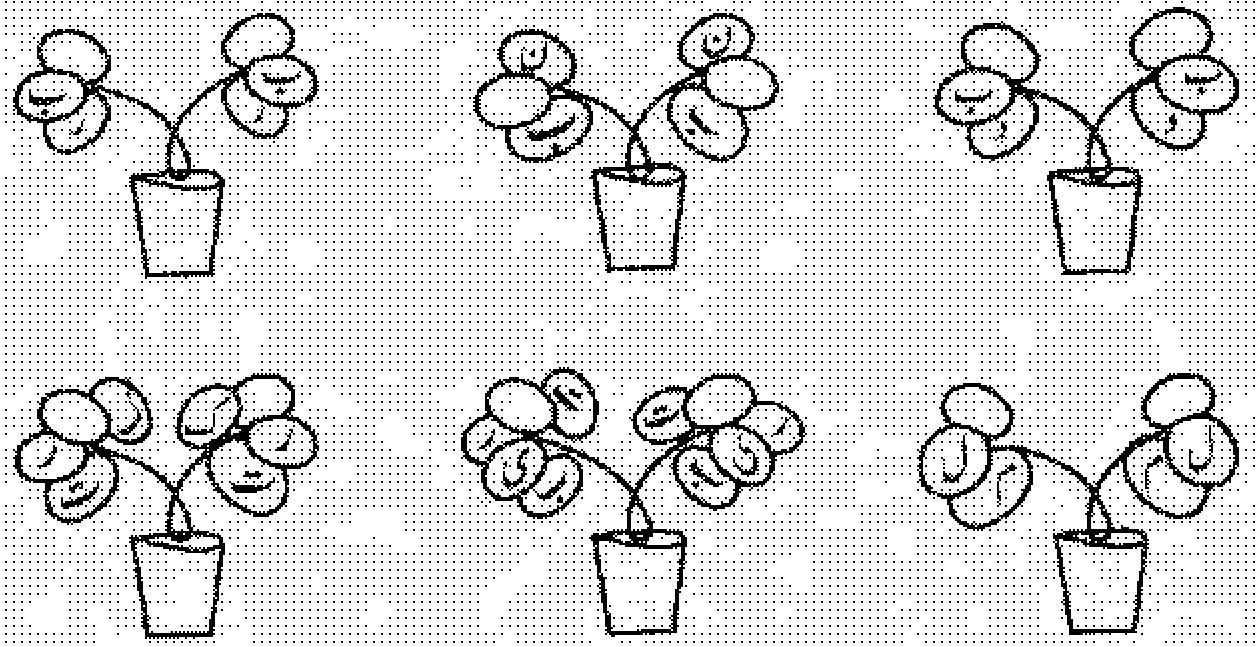

کھلاڑی 1:

بندہ	خاندان	پیغام	غم	بربادی	ورزش
ہمیشہ	گاڑنا	تربیت	جھنڈا	جشن	زیادہ

کھلاڑی 2:

زمین	قاعدہ	حالت	دوست	ہمیشہ	اندیشہ
بیان	حاصل ہونا	کمرہ	کم	آواز	پانی کی بوند

کھلاڑی 2:

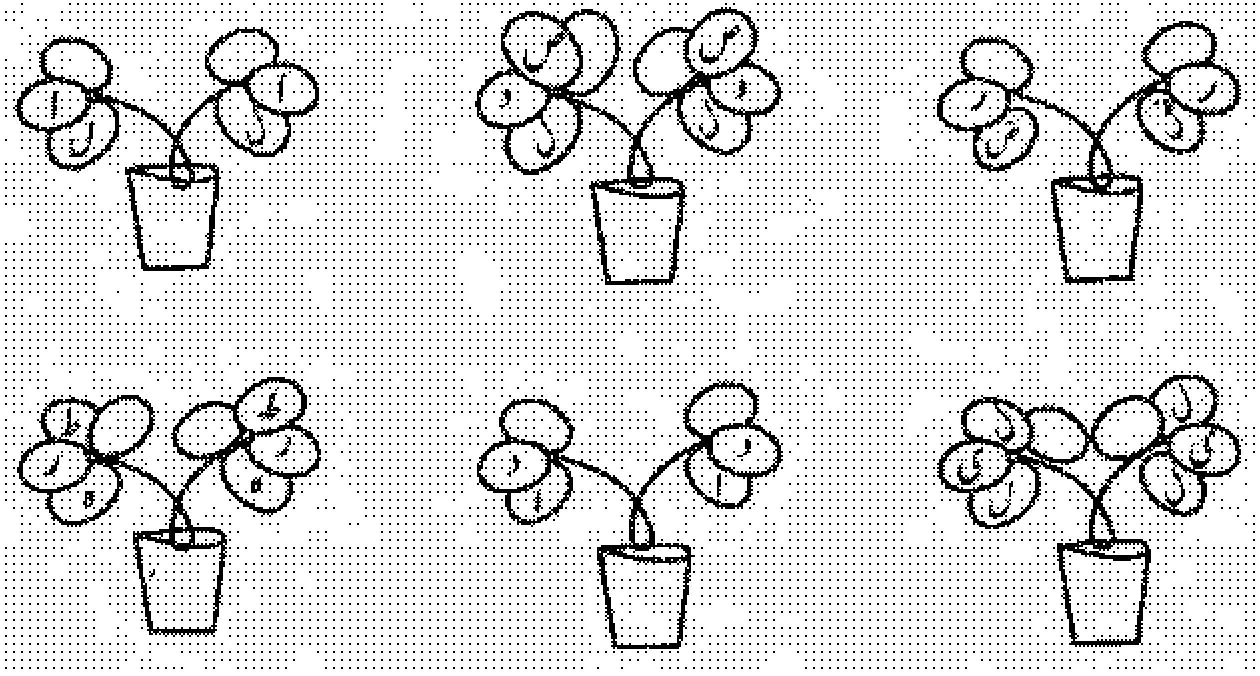

جواب: کھلاڑی 1: عبد، ابد نسب، نصب خبر، قبر الم، علم تخریب، تقریب کسرت، کثرت

کھلاڑی 2: ارض، عرض اصول، وصول حال، ہال خلیل، قلیل سدا، صدا خطرہ، قطرہ

بُرے پھنسے

مقصد : الفاظ کے معنوی فرق اور اعراب کی شناخت

ہدایت : اِن خانوں میں مختلف الفاظ درج ہیں۔ مثال کے مطابق موزوں الفاظ سے جملے مکمل کیجئے۔ غلطی کرنے کی صورت میں الفاظ کے جال میں پھنسنے کا ڈر ہے۔

کھلاڑی : دو وقت : چار منٹ نمبر : آٹھ

مثال : ظہیر نے اپنے دوست کو جال میں پھانسنے کی کوشش کی کیونکہ وہ ایک جعل ساز ہے۔

کھلاڑی 1 :

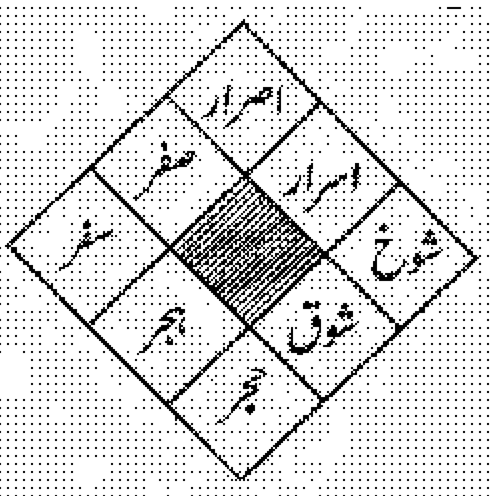

(1) وہ جاسوس............... جاننے کے لئے............... کرتا ہے۔

(2) اُس............ طبیعت لڑکی نے بے شمار............ پال رکھے ہیں۔

(3) عاشق کو......... کی راتوں میں کیا شجر کیا............... سب جاگتے محسوس ہوتے ہیں۔

(4) ماہِ ستمبر میں برفیلی وادیوں کا درجہ حرارت............... ہو جاتا ہے۔ اور............... کے سارے ذرائع بند ہو جاتے ہیں۔

کھلاڑی 2 :

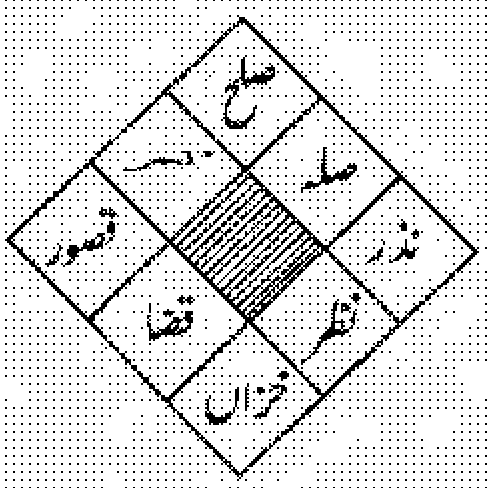

(1) اُس نے بہ مجبوری......... تو کر لی پر اس کا اُسے کوئی.......... نہ ملا۔

(2) وہ سب کی.......... بچا کر اپنی جان.......... کرنے آیا تھا۔

(3) ....وقدر کے مالک نے بہار اور.......... جیسے موسم بنائے ہیں۔

(4) .... کا........ بس اتنا تھا کہ انہوں نے اپنے داماد کو موٹی سی رقم دینے سے انکار کیا تھا۔

جواب: کھلاڑی: (1) اَسْرَارْ، اِصْرَارْ (2) شُوْخْ، شَوْقْ (3) ھِجْرْ، حَجَرْ (4) صِفَرْ، سَفَرْ

کھلاڑی: (1) صُلَحْ ، صِلَہْ (2) نَظَرْ، نَذْرْ (3) قَضَا، خَزَاں (4) خُسُرْ، قُصُوْرْ

چہرہ در چہرہ

مقصد : ذو معنی الفاظ کی پہچان

ہدایت : اِس خاکے کے اندرونی دائروں میں درج شدہ الفاظ کے دو معنی جدول میں دیئے گئے ہیں۔
انہیں ڈھونڈ کر ہر لفظ کے خالی دائروں میں لکھیے۔

کھلاڑی : ایک وقت : سات منٹ نمبر : چودہ

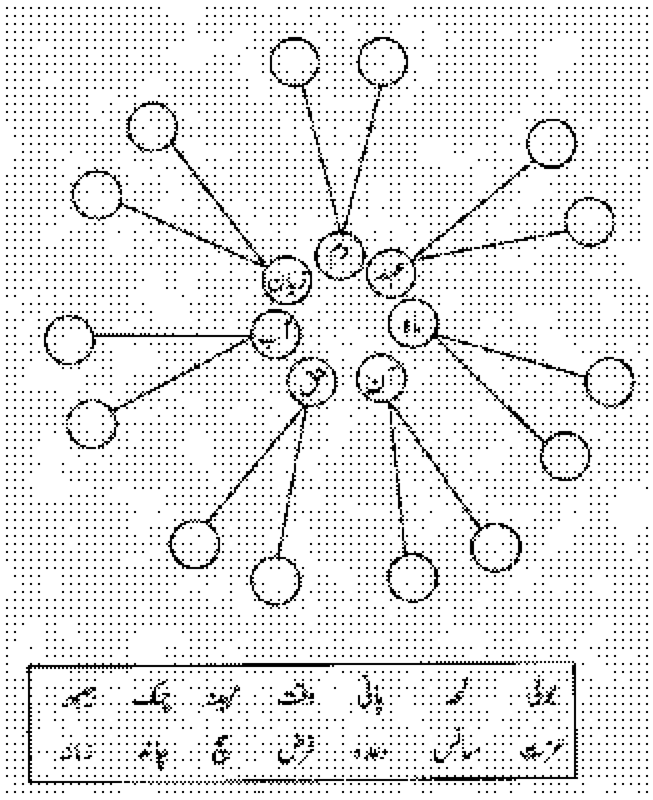

بولی لمحہ پانی وقت مہینہ چمک جیبھ

عزت سانس وعدہ فرض سچ چاند زمانہ

جواب: سانس، وقت وعدہ، زمانہ مہینہ، چاند لمحہ، عزت
سچ، فرض پانی، چمک جیبھ، بولی

واؤ کا رشتہ

مقصد : مرکب عطفی کی پہچان

ہدایت : دو دائروں میں مختلف الفاظ دیئے گئے ہیں۔ " و " کی مدد سے موزوں تراکیب بنا کر ذیل میں دی گئی عبارت کی خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

کھلاڑی: ایک وقت : دس منٹ نمبر: ہر صحیح ترکیب پر دو

مثال: عجیب وغریب

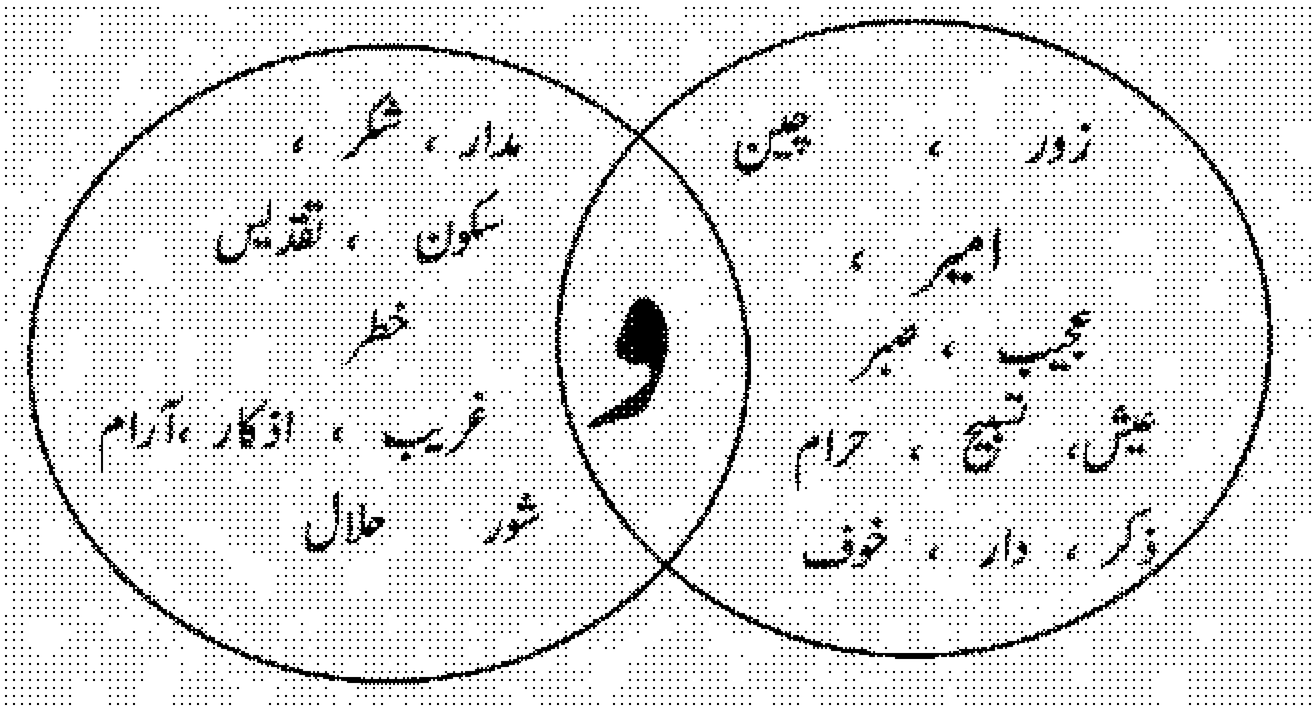

یہ جھنگر، پسو، مکھی اور مچھر بھی خدا کی...... مخلوق ہے۔ان کی بھنبھناہٹ سے انسان کا سکون چھن جاتا ہے۔کوئی مکھی کو ناک پر بیٹھنے نہیں دیتا تو کوئی مچھر کو بھگانے کے چکر میں اپنے گال پر خود ہی چپت لگاتا ہے ۔ مچھر ....سے یکساں سلوک کرتا ہے۔...... کی زندگی بسر کرنے والے بھی اس کالے بُھتنے سے پناہ مانگتے ہیں۔وہ ...... کمانے والوں میں تمیز نہیں کرتا کیونکہ اس کا ...... صحت مندوں کے خون پر ہوتا ہے۔ اسے انسانوں کا ......غارت کرنے میں مزا آتا ہے۔وہ بلا...... ہر ایک کو نشانہ بناتا ہے۔ اِس چور کے ......سے ڈاکہ ڈالنے کے باوجود بعض لوگ میٹھی نیند سے نہیں جاگتے ۔کیونکہ ان غافل بندوں کو اس کی نیک خدمت کا احساس تک نہیں ہوتا۔اس کے ......کے ترانے ان پر اثر نہیں کرتے ۔کیونکہ میٹھی نیند کو ترک کر کے یادِالٰہی میں گم ہونا ان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔وہ اس میں ناکام ہوجاتے ہیں۔جبکہ خدا کے نیک بندے اس چھوٹے سے پرندے کا مدعا جان کر......سے کام لیتے ہیں۔رات رات...... میں مصروف رہتے ہیں اور خدا کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے ہر جاندار کو کسی نہ کسی خدمت پر مامور کیا ہے۔

جواب: عجیب وغریب امیر وغریب عیش وآرام

چین وسکون خوف وخطر زور وشور

حرام وحلال دار ومدار

تسبیح وتقدیس صبر وشکر ذکر واذکار

باب۔۸ بنیادی اوراعلیٰ صلاحیتیں

VIII - Basic and Higher Order Skills

اردوزبان کی ''بنیادی'' مہارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

سُننا (سماعت) بولنا (گفتگو) پڑھنا (مطالعہ) اورلکھنا (تحریر)

ا۔سُننا (سماعت)

تمہید: قوتِ سماعت انسان کے لئے قدرت کا انمول تحفہ ہے۔انسان اپنے کانوں کے ذریعے مختلف آوازوں کو سنتا ہے۔ان آوازوں کو سننے کے فوری بعد اپنے ذہن میں ان کی ترتیب کا عمل انجام دیتا ہے۔اورنتائج کوواضح کرتا ہے ۔آواز کو سننے،انکی درجہ بندی کرنے،تسلسل کے ساتھ ترتیب دینے، بامعنی اور مہمل آوازوں میں فرق کرنے اورمفہوم کو اخذ کرنے کا عمل ''سماعت کا عمل'' کہلاتا ہے۔سننے کا یہ عمل اکتساب اورحصول علم کے لئے اہم ترین بنیادفراہم کرتا ہے۔

سننا ایک اہم لیکن دشوار صلاحیت ہے۔جس کو کبھی کبھی ہم اردوزبان کی باقاعدہ تدریس میں نظرانداز بھی کردیتے ہیں۔حالانکہ سماعت کی تدریس کے ذریعے اردو کے طلباء میں سننے کی صلاحیت کوفروغ دیاجاسکتا ہے۔جس کی مدد سے وہ اپنی زندگی میں بات چیت اور گفتگو کو بہتر طور پر سننے کے قابل بن سکتے ہیں۔موجودہ دورکی تحقیقات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ گفتگو اور سماعت کو شعوری، منظم اور بہترین انداز میں فروغ دینا نہایت ضروری ہے۔صحت کے ساتھ بولنے کا دارومدار صحت کے ساتھ سننے پر ہے۔بے دھیانی سے سننا، ان سنی کردینا، غلط سماعت وغیرہ سماعت کی خامیاں ہیں۔ان میں کچھ کا علاج موثر کونسلنگ کے ذریعہ کیاجاسکتا ہے۔بعض دفعہ جسمانی کمزوری یا اعضاء کی خرابی کا علاج ڈاکٹر کی مدد سے کیا جاتا ہے۔مختلف ذرائع اور جانچ کے پیانوں کے ذریعے سماعت کی مہارت کا اندازہ بھی لگایاجاسکتا ہےاورتدریجی انداز میں تعین قدر کرتے ہوئے سماعت کی مہارت میں اضافہ کے لئے مختلف تدابیر بھی اختیار کی جاسکتی ہیں۔

عمل سماعت کے اجزا:

سننے کے عمل کو بامقصد بنانے کے لئے مندرجہ ذیل اجزا کا ہونالازمی ہے۔

دھیان: سننے کا اہم جُز دھیان دینا ہےتوجہ کے بغیر عمل سماعت (سننا) نامکمل رہتا ہےتوجہ کے ساتھ سنی جانے والی

بات سے ہی صحیح انداز میں لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے۔

تلفظ: سننے کے دوران تلفظ پر دھیان نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ مطلب کو سمجھنے کے لئے تلفظ مددگار ہوتا ہے۔اس لئے بولنے والے کا تلفظ صاف اور صحیح ہونا چاہئے۔

جملوں کی ادائیگی: بولنے والے کے جملے کی ادائیگی پر توجہ بھی سُننے (سماعت) کا جزو ہے۔اس لئے کہ اگر اس پر دھیان نہ دیا جائے کہ بولنے والا دورانِ گفتگو کس جملہ پر کہاں رکتا ہے تو بعض اوقات جملوں کا مفہوم بالکل الٹ جاتا ہے۔

انداز بیان: بولنے کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔لہٰذا موثر اور دلکش انداز میں بیان کریں۔

مفہوم کو اخذ کرنا: مطلب اور مفہوم کو اخذ کرنا سننے (سماعت) کا لازمی حصّہ ہے اس لئے ضرروری ہے کہ بات کو توجہ سے سنا جائے بلکہ اس کا صحیح تجزیہ کر کے مفہوم کو بھی اخذ کیا جائے تا کہ مناسب انداز میں لطف اندوز ہوا جا سکے۔

دلچسپی کا اظہار: انسان اسی بات کو غور سے سنتا ہے کہ جس میں اس کی دلچسپی ہوتی ہے۔اگر دلچسپی نہ ہو تو انسان کی سماعت منتشر رہتی ہے اور وہ باتوں کو سنکر محفوظ نہیں رکھ پاتا۔سننے والے کی دلچسپی کا اثر بولنے والے پر بھی ہوتا ہے۔

سننے (سماعت) کی خامیاں:

بنیادی طور پر سماعت کے عمل میں درج ذیل خامیاں پائی جاتی ہیں۔

بولنے والے کی طرف متوجہ نہ ہونا: مثلاً ''کیا آپ ذہنی طور پر موجود ہیں''

توجہ کا ہٹنا: جہاں توجہ ہٹی وہاں سے پیغام کی ترسیل منقطع ہو جاتی ہے۔مثال کے طور پر ''میں وہاں نہیں گیا تھا'' کو ''میں وہاں گیا تھا'' اور اگر بات کہی کچھ اور سنی کچھ تو اسے ''سماعت کی غلطی'' کہتے ہیں۔جس کی وجہ بات کا مفہوم بعض اوقات مکمل طور پر تبدیل ہو جاتا ہے۔

مثلاً کوئی پوچھے کہ ''آپ کا نام کیا ہے''؟ اور آپ جواب دیں کہ ''میں دستکاری کا کام کرتا ہوں''۔

اکثر غلط سماعت جسمانی کمزوری یا بہرہ پن وغیرہ کی وجہ سے ہوتی ہے اگر ترسیلی نظام صحیح نہ ہو تو بھی غلط سماعت کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔مثلاً اسپیکر کی خرابی یا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی کھڑکھراہٹ۔

سماعت کی خامیوں کا علاج:

ا۔توجہ کو برقرار رکھیں۔ہٹنے نہ دیں۔

۲۔ گفتگو کو دلچسپ، پرکشش بنائیں۔

۳۔ متوازن آواز کے ساتھ مناسب اتار چڑھاؤ کے ساتھ گفتگو کی جائے۔

۴۔ بولنے کی رفتار نہ تو بہت تیز ہو اور نہ ہی مدھم

۵۔ ماحول پرسکون ہو۔

بعض اوقات جسمانی عیوب جیسے پیدائشی بہرہ پن، دماغ کے اس حصّے کا مجروح ہونا جو آواز کی شناخت کرتا ہے۔ بعض وقت عمر کی زیادتی۔ ان تمام صورتوں میں کونسلنگ، تربیت، بہتر ماحول کی فراہمی اور طبی علاج ضروری ہوتا ہے۔

سننے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا:

بیان: معلم اپنی بات کو موثر اور پرکشش انداز میں بیان کرے تا کہ طلباء سننے پر آمادہ ہوں۔ موثر بیانیہ انداز میں واقعات، افراد، مناظر اور مقامات وغیرہ کی ہو بہو تصویر بچوں کے سامنے آجائے۔ بیان کرنے کے لئے موضوع کا انتخاب، بچوں کی عمر اور ان کے فہم کے مطابق ہو۔ آسان، موزوں اور عام فہم الفاظ کا انتخاب کرے، چاہے موضوع بہت زیادہ شوخ نہ بھی ہو۔

اندازِ بیان گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

کہنا: کسی بھی بات کو اس کے مناسب ترین ڈھنگ سے کہنے میں اگر استاد مہارت رکھتا ہو تو اس سے بچوں کی سماعت کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا۔

وضاحت: بیان کرنے اور کہنے کے ساتھ ساتھ وضاحت کرنا بھی تدریس کا ایک طریقہ ہے۔ مشکل بات کو مثالوں کے ذریعے واضح کرنا۔ اس سے سننے کی مہارت فروغ پاتی ہے۔

سماعت کی موثر تدریس کے لئے درکار وسائل:

تدریس سماعت کو موثر بنانے اور طلباء میں سننے کی صلاحیت کو فروغ دینے کے لئے، تصاویر، تختہ سیاہ، چارٹس، دیدہ زیب نمونوں وغیرہ کا استعمال لازمی ہے۔ علاوہ ازیں فلم، ویڈیو، ٹیلی ویژن، پروجیکٹر اور کمپیوٹر وغیرہ کا استعمال بھی

کیا جاسکتا ہے۔

چند اہم تدریسی وسائل درج ذیل ہیں:

حرکات وسکنات: مناسب سوالات، ہاتھوں سے اشارے اور مختلف جسم کی حرکات وسکنات سے بچوں کو متوجہ رکھا جائے۔

توازن: طلباء مختلف صلاحیت کے حامل ہوتے ہیں ۔ان طلبہ کے درمیان ربط اور توازن برقرار رکھنا چاہئے۔اس کے لئے مثالوں اور تشبیہات کا استعمال اور سمعی وبصری وسائل (Audio Visual Resources) کا بھی انتخاب کیا جاسکتا ہے۔

ماڈلس: موضوع کی مناسبت سے تیار کئے گئے ہوں۔جدید ہوں۔یہ بچوں کی توجہ کو معلم کی جانب مرکوز کر دیتے ہیں۔

بلند خوانی: طلباء میں سننے کی مہارت کو ترقی دینے کے لئے بلند خوانی کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قصہ گوئی: دوران تدریس کہانی اور قصوں کو موثر انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

مثالیں: چھوٹی چھوٹی مثالیں اور عام فہم حوالہ جات طلباء کی دلچسپی میں اضافے کا باعث ہوتی ہیں۔

ڈرامہ: ڈرامے میں سمعی وبصری دونوں وسائل کا امتزاج ہوتا ہے۔اس کے علاوہ ڈرامے میں مختلف فنون کا ملاپ بھی ہوتا ہے

کوئز: عام معلومات یا منتخب تدریسی مواد ہی سے چھوٹے چھوٹے سوالات تیار کئے جائیں اور طلبہ کی مختلف ٹولیاں بنا کر کوئز کا اہتمام کیا جائے تو طلباء میں خود بہ خود معلومات کو حاصل کرنے اور معلم سے استفادہ کرنے کا ذوق بڑھتا ہے۔اس سے انہیں سننے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

سننے کی مشق:

۱۔مختلف آوازیں نکالتے ہوئے بچوں کو نشان دہی کے لئے کہیں۔مثلاً چڑیوں کی چہچہاہٹ، شیر کی آواز، بلّی کی آواز وغیرہ

۲۔ چند الفاظ دئے جائیں اور ان میں مخصوص آواز کو پہچاننے کے لئے کہا جائے، مثلاً درج ذیل الفاظ میں ان الفاظ کو پہچانئے۔جن میں 'م' کی آواز ہے۔

غم، سن، رزم، روشن، نرم۔۔۔کردار علم، فن، کمال، عادل، عام

۳۔ذخیرۂ الفاظ: الفاظ کی ضد معلوم کرتے ہوئے جیسے کمزور کی ضد معلوم کرنے کے لئے تین امکانی صورتیں دی جائیں۔(الف)طاقت ور(ب)بہادر(ج)عقلمند

ہم معنی لفظ بتلانا: جیسے معلم کا ہم معنی لفظ استاد

الفاظ کی جوڑیاں کسی مناسبت کے ساتھ تیار کی جائیں اوراسی طرح کی دوسری جوڑیوں کو منتخب کرنے کہا جائے۔

مثلاً(ا) گھر،والدین۔۔۔۔مدرسہ،اساتذہ

(اا) کمرۂ جماعت تعلیم۔۔۔میدان،کھیل۔۔۔بستر،نیند

جملے بنانا: درست جملے بنانے کے لئے طلباء کومختلف مشقیں دی جاسکتی ہیں۔اسی طرح جملوں کی غلطیوں کو پہچاننے کی مشق بھی کرائی جاسکتی ہے۔الفاظ کی مناسب ترتیب کے ساتھ جملے سازی کی مشق وغیرہ مذکورہ بالا مشقوں کی مدد سے طلباء میں سننے کی صلاحیت کوفروغ دیا جاسکتا ہے۔

۲۔ بولنا(گفتگو)

تمہید: انسانوں اور حیوانوں میں بنیادی فرق، بولنے کی صلاحیت اور سمجھنے کی صلاحیت ہی کا ہے۔سماج سے انسان کے تعلق کو قائم رکھنے میں اس کی رابطے کی صلاحیت نہایت کارآمد ہے۔تاریخ انسانی کی ابتدا ہی سے سماجی تعلقات اور روابط قائم رکھنے کا بہترین ذریعہ بولنے کی صلاحیت ہے۔اسی وصف کی بنیاد پر زبانیں اور بولیاں تشکیل پائیں اور آپسی رابطے کو مضبوط بنیادیں فراہم ہوئیں اسی وصف کا ذکر خالق کائنات نے قرآن میں سورہ بلد میں اس طرح کیا ہے ''کیا ہم نے اسے (انسان) کو دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے''؟ یہاں پر آنکھوں، زبان اور ہونٹ کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ ان سے انسان کے ظاہری حسن میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ یہ ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ انسان پر یہ بات واضح کردی جائے کہ آنکھ سے دیکھنے کا کام اور زبان وہونٹ سے بولنے کا کام لیا جاتا ہے۔

زبان کی صلاحیت کے فروغ کی چار بنیادی صلاحیتوں میں بولنا بھی شامل ہے۔سننے اور پڑھنے سے طلبہ خیالات کو اخذ کرتے ہیں اور بولنے اور لکھنے کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔گفتگو اور سننے کی صلاحیت سے تلفظ (الفاظ کی درست ادائیگی) اور صوتیاتی محاسن کی نشان دہی ہوتی ہے۔بولنے کی صلاحیت کا انحصار اچھی طرح سننے پر ہے۔

گفتگو کے آداب اور بہتر زبان کے استعمال کے لئے صرف والدین اوراساتذہ ہی ذمہ دار ہوتے ہیں لہذا گھر پر والدین اچھی زبان استعمال کریں اور اساتذہ مدرسے کے اوقات میں بچوں کی گفتگو پر توجہ رکھیں۔اساتذہ نئی تحقیق کے مطابق، طلباء کو قواعد کی تعلیم بھی گفتگو کے ذریعے دے سکتے ہیں۔

بولنے کی درج ذیل قسمیں ہیں۔

گفتگو، بیان، تبصرہ (کسی بھی موضوع کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا) کہنا، تقریر، لکچر، بحث ومباحثہ، مکالمہ، انٹرویو، گپ شپ وغیرہ۔

حسن کلام کی خصوصیات:

کلام کی کامیابی کے لئے اس میں صفائی اور سادگی کا ہونا ضروری ہے اسے ''حسنِ کلام'' بھی کہا جاتا ہے۔حسنِ کلام کے لئے چند خصوصیات کا گفتگو میں رہنا ضروری ہے۔

ا۔صاف اور صحیح تلفظ ۲۔تاثیر کلام ۳۔الفاظ کی مناسب ترتیب ۴۔شیرین زبان ۵۔موضوع کو واضح کرنے کی قابلیت ۶۔آواز کا زیر و بم اور بلند آہنگی

اردو زبان کے مدرسین کو چاہئے کہ اردو حروف تہجی کے تلفظ کو اچھی طرح سمجھ کر مشق کرلیں خاص طور پر ا، ع اور ک ،ق، غ اور گ اور پھ اور ہ، ح،خ اور کھ،ذ اور ز وغیرہ کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں۔کبھی ذہنی ناپختگی، ہتلاہٹ، ہکلاہٹ وغیرہ کی وجہ سے بھی تلفظ کی ادائیگی کی غلطیاں ہوتی ہیں۔ان تلفظ کی غلطیوں کی اصلاح سے زبان میں کشش پیدا ہو جاتی ہے۔

طلباء کو آواز کے حسن وقبح سے آگاہ کرنا ضروری ہے ۔سخت، نرم اور لچک دار آوازوں کا فرق انہیں بتایا جائے۔آواز میں ہم آہنگی، مناسب رفتار، اتار اور چڑھاؤ سے کلام دلکش بنتا ہے۔

الفاظ کی مناسب ترتیب، کلام کو خوبصورت اور پُرکشش بنادیتی ہے اور بے ترتیب کلام میں ذرہ برابر بھی جاذبیت نہیں ہوتی۔

مثلاً ''تندرستی ہزار نعمت ہے'' کو اگر یوں کہا جائے۔''ہزار نعمت تندرستی ہے'' تو کلام کی دلکشی ختم ہو جاتی ہے گو کہ مفہوم میں فرق نہیں پڑا۔اس طرح الفاظ کی ادائیگی اور ترتیب کے ساتھ رموزِ اوقاف پر بھی توجہ دینی چاہئے۔زبان کے

قواعد کی تدریس اور الفاظ کو مناسب ترتیب کے ساتھ ادا کرنے کی مشق بھی ہونی چاہئے۔

سلاست کے ساتھ جملوں کی ادائیگی، ہم معنی الفاظ اور مترادفات کا موثر استعمال، بات چیت کے وقت آواز کی یکسانیت اور حسب ضرورت جذبات کا موثر اظہار۔ زبان کو شیرینی عطا کرتا ہے۔

موضوع کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنے سے کلام میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے اور سننے والے کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔

مقررین کے لئے آواز کا اتار چڑھاؤ نہایت اہم ہوتا ہے۔ اس سے جذبات کا اظہار ہوتا ہے اور جذبات۔ کلام کو تاثیر بخشتے ہیں۔ آواز کے اتار چڑھاؤ اور لہجے کی تبدیلی وغیرہ کی مشق کرائی جائے۔

درس و تدریس کی مہارتیں:

زبان کے معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلام کی تمام اقسام کو تدریسی مہارت کے طور پر استعمال کرے۔ جیسے گفتگو، بیان، تبصرہ وغیرہ۔ بچوں کو ڈرامے، مکالمے، بیان وغیرہ کے عملی مواقع فراہم کرنے چاہئے لیکن یہ سب کام ان کی عمر، ترقی کی سطح، موجودہ صلاحیت وغیرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے انجام دئے جائیں۔

تدریسی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی:

مختلف تدریسی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی کے وقت درج ذیل امور ذہن میں رہیں۔

۱۔ بچوں کی پسند و ناپسند ۲۔ پروگرام میں جدت و تنوع ۳۔ بچوں کے تجربات و مشاہدات سے مطابقت

۴۔ بولنے کے آداب کا لحاظ ۵۔ پروگرام میں جاذبیت و کشش

بات چیت کی تربیت میں درج ذیل سرگرمیوں کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ بیان ۲۔ کہنا اور دیگر سرگرمیاں ۳۔ گفتگو ۴۔ کہانی کہنا ۵۔ ڈرامہ ۶۔ گانے

طلباء کو گفتگو سکھانے کے کئی طریقے بیان کئے گئے ہیں ان میں چند اہم طریقوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ فرضی کھیلوں کے ذریعے: چھوٹے بچوں کو فرضی کھیلوں سے بڑی دلچسپی ہوتی ہے اور بچے دوکان داری کے کھیل کھیلنا، گھروندے بنانا، گھوڑا ہنکانا وغیرہ بے شمار کھیل کھیلتے ہیں۔ اس قسم کے کھیلوں سے ابتدائی گفتگو کے اسباق میں مدد لی جا سکتی ہے۔

۲۔قصہ کہانیوں کے ذریعے: بچوں کو چھوٹی چھوٹی اور دلچسپ کہانیاں یا قصے سنائے جائیں اور پھر ان سے کہا جائے کہ وہی قصے کو وہ اپنی زبان میں دہرائیں۔اس طرح سے بچوں کی جھجک دور ہوگی اور انہیں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع بھی ملے گا۔

۳۔گیتوں یا نظموں کے ذریعے: گفتگو سکھانے کے لئے بچوں کے گیت اور نظمیں بڑی کارآمد ہوتی ہیں۔اس سے ان کے مخارج حروف اور تلفظ کی بھی مشق ہوتی ہے۔بچوں کی نظمیں سکھانے کا اولین مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچوں کا دل بہلے بولنے کی صلاحیت کو فروغ حاصل ہو۔آواز کا زیر و بم،لہجہ کی تبدیلی،رفتار،ٹھہراؤ،رموزِ اوقاف،ترتیب الفاظ،تسلسل ،جملہ بندی وغیرہ کی پیائش کی جائے۔

قدر کی پیائش کے لئے درج ذیل طریقے استعمال کئے جاسکتے ہیں

۱۔معلم چند الفاظ بولے یا ٹیپ پر سنوائے اور بعد میں طلباء کو انہیں دہرانے کے لئے کہے۔

۲۔معلم کوئی کہانی،قصہ،سبق کا پیرا گراف سنائے اور بچوں کو دہرانے کے لئے کہے

۳۔خالی جگہوں میں مناسب الفاظ کو پُر کرنے کے لئے کہا جائے۔

۴۔تصاویر دکھا کر اس سے متعلق بیان یا کہانی سنانے کے لئے کہا جائے۔

۳۔پڑھنا(مطالعہ)

تمہید: اردو زبان کی مہارتوں میں پڑھنا(مطالعہ) تیسرا اہم مقام رکھتا ہے۔مطالعہ اکتساب کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ''الفاظ کو دیکھنے اور پہچان کر پڑھنے کو مطالعہ کہتے ہیں''۔پڑھنے میں نظر،زبان،اور کان تینوں بہ یک وقت برابر اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

مطالعہ علم حاصل کرنے کے لئے بے انتہا اہم ذریعہ ہے۔یہ دل کو سکون اور فرحت بخشتا ہے۔اس سے غور و فکر، تحقیق و تجسس،اخلاق و شائستگی اور کردار سبھی پر اثر پڑھتا ہے۔زبان کی تعلیم مختلف حواس خمسہ کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے مگر پڑھنے میں آنکھ کی مرکزیت قائم رہتی ہے۔وقت اور مطالعے کے ساتھ ساتھ آنکھ اور الفاظ میں ایک رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔موادِ مطالعہ کی تشکیل میں کتابت،حروف کے سائز اور طباعت کے معیار کا بڑا اہم رول ہوتا ہے۔موادِ مطالعہ کا آنکھ سے ۳۰ سنٹی میٹر تک فاصلہ رکھنا مناسب ہوتا ہے ساتھ میں مناسب روشنی اور معقول نشست کا بھی انتظام ہو۔قدرتی

روشنی میں پڑھنا بہت اچھا ہوتا ہے۔

زبان کے استاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے شاگردوں میں صحیح اور فکر انگیز مطالعہ کی عادت پیدا کرے۔اپنے شاگردوں میں بہ غور پڑھنے کی عادت ڈالے۔کتاب طالب علم کے معیار کے مطابق ہو اور دلچسپ بھی۔

مطالعہ کی قسمیں:

مطالعے کی دو قسمیں ہیں۔(۱) خاموش مطالعہ (۲) بلند خوانی یا بہ آواز بلند مطالعہ

خاموش مطالعہ:

خاموش مطالعہ کو دل ہی دل میں پڑھنا یا بے آواز پڑھنا بھی کہا جاتا ہے۔اس میں نگاہوں سے حروف کی شناخت کی جاتی ہے اور دماغ کے ذریعے مطلب و مفہوم کو اخذ کیا جاتا ہے۔خاموش مطالعہ کے ذریعے نہایت کم وقت میں درکار معلومات فراہم ہو جاتی ہیں حقائق واقعات اور معلومات کی بنیاد پر اپنے فہم کو استعمال کرتے ہوئے تصورات کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے۔

طلبہ اگر ہجے اور تلفظ کی بنیادی مہارتوں پر عبور حاصل کرلیں اور بلند مطالعہ کی اچھی طرح مشق کرلیں تو ہی ان سے خاموش مطالعہ کروانا چاہئے ورنہ خاموش مطالعہ کے مقاصد حاصل نہیں ہونگے۔خاموش مطالعے کی اولین شرط یہ ہے کہ عبارت کو خاموشی کے ساتھ اور غور سے پڑھا جائے۔

خاموش مطالعہ اور بلند خوانی کی درمیانی منزل:''زیرلب مطالعہ'' ہے جس میں ہونٹ ہلتے ہیں اور آواز دھیمی ہوتی ہے اور نظر تیزی سے کام کرتی ہے مثلاً قرآن کی زیرلب تلاوت۔

خاموش مطالعہ کے فوائد حسب ذیل ہیں:

۱۔وقت اور محنت کی بچت ہوتی ہے۔

۲۔مختلف سماجی انجمنوں مثلاً کتب خانہ، ریلوے اسٹیشن، کمرۂ جماعت وغیرہ میں موزوں ثابت ہوتا ہے۔

۳۔واقعات اور حادثات سے زیادہ تخیلی اور متجسس مواد کی صورت میں خاموش مطالعہ کامیاب رہتا ہے۔

خامیاں: خاموش مطالعہ کی سب سے بڑی خرابی خاموشی ہے اگر کوئی طالب علم کتاب کھول کر صرف اس پر نظر جمائے بیٹھا ہے تو یہ کہنا دشوار ہوگا کہ وہ خاموش مطالعہ میں مصروف ہے یا صرف کتاب کھولے بیٹھا ہے۔

بلندخوانی: بآواز بلند پڑھنے کو ''بلندخوانی'' یا بآواز بلند مطالعہ'' کہتے ہیں دوسرے الفاظ میں تحریری الفاظ کوآواز کے ساتھ ادا کرنا بلند خوانی کہلاتا ہے ۔بلند خوانی میں آنکھیں ،کان ،زبان اور دماغ کا بہ یک وقت استعمال ہوتا ہے۔جب کہ خاموش مطالعہ میں صرف آنکھوں اور دماغ کا۔

بلندخوانی میں تین فعل انجام پاتے ہیں:

الف)الفاظ کے مجموعہ کونگاہوں سے اخذ کرنا

ب)ان کا مطلب اور مفہوم اخذ کرنا

ج)اسے بآواز بلند ادا کرنا۔

ایک معلم کواس فن کے تمام رموز سے واقف رہنا چاہئے۔

بلندخوانی کے لئے حسب ذیل مہارتیں درکار ہیں:

ا۔ادائیگی۔ ۲۔آواز کا زیر وبم ۳۔اظہار

ان تینوں مہارتوں کو باری باری پختہ کرانے کی کوشش کی جائے۔

بلندخوانی میں درج ذیل امور کی ترقی ہونی چاہئے:

ا۔عام الفاظ کا صحیح اور صاف تلفظ ۲۔مرکب حروف والفاظ کا صحیح تلفظ

۳۔لفظوں کے مناسب گروپ بنا کر پڑھنا ۴۔معنی کے لحاظ سے الفاظ پر زور دینا

۵۔روانی کے ساتھ پڑھنا ۶۔رموزِاوقاف کا خیال رکھنا

۷۔مناسب اور موزوں معنی اخذ کرنا ۸۔لطف اندوز ہونا

بلندخوانی کے فوائد: بلندخوانی کے ذریعہ سرمایۂ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔ادب کی بہتر تحسین کی جاسکتی ہے۔مختلف جذبات وتاثرات کا لہجے کی تبدیلی سے اظہار کیا جاسکتا ہے۔بلندخوانی سے مصنف یا شاعر کے خیالات کی عکاسی کی جاسکتی ہے۔طلبہ اپنی انفرادیت کو بلندخوانی کے ذریعہ اجاگر کرسکتے ہیں۔بلندخوانی میں قاری اور سامع دونوں محظوظ ہوتے ہیں۔

خامیاں: بلندخوانی کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں زیادہ وقت لگتا ہے۔محنت زیادہ ہوتی ہے۔اس میں دل اور

دماغ یکساں طور پر متوجہ نہیں رہتے۔ بچے صرف آنکھ اور زبان سے کام لیتے ہیں۔

مطالعے کی خامیاں اور ان کا علاج:

سلسلہ	مطالعہ کی خامیاں	وجوہات	علاج
۱۔	ناکمل اظہار الفاظ	نظر کی کمزوری محدود ذخیرۂ الفاظ، عدم توجہ	بینائی کے اضافے کے لئے علاج، ذخیرہ میں اضافے کی کوشش، توجہ کی مرکوزیت
۲۔	کمزور اظہار	نظر کی کمزوری، بٹی ہوئی توجہ، مضمون کا ادھورا علم	طبی علاج، علم میں اضافہ کی کوشش، توجہ کا ہونا
۳۔	غلط تلفظ	نظر کی کمزوری، پڑھنے کی غلطی، ادھورا تلفظ اور لاپرواہی	طبی علاج، بار بار پڑھنا اور دھیان دینا
۴۔	لفظ لفظ پڑھنا	مضمون پر محدود نظر، سیاق وسباق سے لاعلمی مطالعے کی غلط شروعات	حلقۂ نظر کو بڑھانا، سیاق وسباق کا علم حاصل کرنا پڑھنے کے طریقوں پر توجہ دینا
۵۔	الفاظ پر انگلی پھیرنا	مطالعے کی غلط شروعات، نظر کی کمزوری احساس کمتری، الفاظ کا سہارا لینا	آداب مطالعہ کا خیال، طبی علاج، جبراً صفحہ سے انگلی ہٹانا، اعتماد پیدا کرنا
۶۔	بعض الفاظ کو چھوڑ دینا	نظری کمزوری، لاپرواہی، عجلت، مواد کی خراب طباعت	طبی علاج، توجہ کی مرکوزیت، مناسب رفتار اور بہتر طباعت
۷۔	نہ لکھے ہوئے الفاظ پڑھنا	ذہنی خرابی، محدود ذخیرۂ الفاظ، بے توجہی	طبی علاج، ذخیرۂ الفاظ بڑھانا، اطمینان اور توجہ سے پڑھنا
۸۔	اوقاف کی غلطی	خیال کی کمزوری، رموزِ وقاف سے بے توجہی	قوتِ تخیل کو بڑھانا، اوقاف کا خیال رکھنا
۹۔	پڑھتے ہوئے اچانک رک جانا	شکستہ خط، غائب دماغی، شدید تکان	بہتر خط تحریر استعمال کرنا، حاضر دماغی تھوڑا سا آرام
۱۰۔	بے تاثر مطالعہ	بے سمجھے بوجھے پڑھنا، ظاہری طور پر عمل مطالعے میں مشغولیت	ڈوب کر پڑھنے کی عادت ڈالنا اور سمجھتے ہوئے پڑھنا

مطالعے کے تدریسی طریقے:

مطالعے کی اہمیت کے پیشِ نظر استاد کا فرض ہے کہ وہ مطالعہ کے لئے طلباء کی صحیح رہنمائی کرے اور ان کے اندر پائی جانے والی مطالعاتی کمیوں اور غلطیوں کی اصلاح کرے۔ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے استاد کو چند تدریسی طریقوں کو اپنانا پڑھتا ہے۔ پڑھنا سکھانے کے لئے مختلف تدریسی طریقے استعمال ہوتے ہیں جن میں حروفِ تہجی کا طریقہ، گروہی طریقہ، الفاظ کا طریقہ، کلماتی طریقہ، واقعاتی طریقہ، کہانی کا طریقہ اور سبق کا طریقہ خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

حروف تہجی کا طریقہ:

اس طریقے میں پہلے قلم کا استعمال ہوتا ہے پھر زبانی حروف کی ادئیگی، تمام حروفِ تہجی کو لکھ کر بتایا جاتا ہے اور ساتھ ہی بہ آواز بلند ان کو دہرایا بھی جاتا ہے۔ اس طرح حروف شناسی بھی ہو جاتی ہے اور پھر ان کی ادائیگی کے طریقے سے بھی بچے واقف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ا سے ی تک حروف لکھنا پھر ان کا تلفظ کرنا۔ دوسرے مرحلے میں حروف علت کو جوڑنا اور حروف کا ملانا سکھایا جاتا ہے۔ بچے کو اس میں اچھی طرح مشق کرنے کے بعد مرکب حروف سکھائے جاتے ہیں۔

گروہی طریقہ:

اس طریقہ میں یکساں شکل والے حروف کے گروہ تشکیل دیئے جاتے ہیں۔ جیسے ب، پ، ت، ٹ کا گروہ۔ ج، ح، خ، چ کا گروہ وغیرہ اس سے بچے کو حروف کی شناخت میں آسانی ہو جاتی ہے۔ یہ حروف تہجی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس میں الفاظ کی شکل اور بناوٹ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ متعلقہ تصویروں کی مدد سے ہر حرف کا مطلب ترتیب وار سمجھا دیا جاتا ہے۔ مثلاً ج سے جانور۔ (کوئی جانور کی تصویر) پ سے پیر (پیر کی تصویر) وغیرہ۔ یہاں پر تصویر کا نام بہ آواز بلند لے کر اس کا تعلق حرف سے ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح حرف اور اس سے متعلق بامعنی لفظ دونوں ہی طالب علم کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

پھر گروہوں میں پائے جانے والے مختلف حروف کے الفاظ بنائے جائیں مثلاً تب، تپ وغیرہ اس کے بعد حروفِ علت (ا، و، ہ) کو جوڑ کر الفاظ بنانے سکھائے جاتے ہیں۔ مثلاً پوت، بات، باٹ، باپ، بیت، پیٹ وغیرہ

اس طریقے کی کمزوری یہ ہے کہ اس میں زیادہ زور حروف شناسی پر دیا جاتا ہے۔اور بچے معنی و مفہوم کم ہی سمجھ پاتے ہیں۔جس سے بیزاری کا پیدا ہونا فطری ہے۔

لفظی طریقہ: اس طریقے میں بچوں کے جانے پہچانے الفاظ سے تدریس کا عمل شروع ہوتا ہے۔یہاں پر مختلف حروف سے شروع ہونے والے الفاظ کے ساتھ ان سے متعلق تصویروں کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔بلکہ سہولت کی خاطر ہر تصویر کے نیچے اس کا نام اور ہجے بھی لکھے جاتے ہیں۔عموماً تصویروں کو بتانے کے لئے تختہ سیاہ پر ہاتھ سے تصویریں اتار دی جاتی ہیں۔یا پھر چھپی ہوئی تصویروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔بعض اوقات تصویروں کو کارڈ پر کھینچ کر بچوں کو کارڈ دکھائے جاتے ہیں۔پھر چھوٹے چھوٹے جملے بنانے کا عمل شروع کیا جاتا ہے۔بچے کھیل کھیل میں تعلیم حاصل کر لیتے ہیں۔

اس طریقے میں چونکہ وہ الفاظ کو ایک ہی آواز میں ادا کرتا ہے اس لئے بچہ کو اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ اسے کس لفظ پر زیادہ زور دینا ہے اور کس پر کم۔لہذا بچہ میں اُکتاہٹ یا عدم توجہی پیدا ہو سکتی ہے۔

کلماتی طریقہ:

مکمل جملوں پر مشتمل کارڈس یا واقعاتی تصاویر کا استعمال بچہ کو مفہوم اخذ کرنے میں معاون ہوتا ہے۔اس طریقے میں معلم، گفتگو اور بات چیت کے ذریعہ بچوں سے مکمل جملے کہلاتا ہے۔پہلے جملہ کی پہچان بتائی جاتی ہے اس کے بعد علٰحدہ علٰحدہ الفاظ سے شناخت کرائی جاتی ہے۔کھیل ہی کھیل میں بچے علم حاصل کر لیتے ہیں۔

اس طریقہ میں جملوں اور لفظوں کی پہچان تو اچھی طرح ہو جاتی ہے لیکن حروف شناسی میں بچے کمزور رہنے کی وجہ سے زبان کی اصل بنیاد مستحکم نہیں ہوتی۔حروف اور الفاظ کے درمیان تعلق سے بھی بچے واقف نہیں ہو پاتے۔

واقعاتی طریقہ:

گذرے ہوئے واقعات میں سے کسی دلچسپ واقعے یا حادثہ کو منتخب کرکے اسے چھوٹے چھوٹے جملوں کے ذریعہ بیان کیا جاتا ہے۔جملوں کی ترتیب اور پھر واقعہ کے تسلسل کی وجہ سے بچے مفہوم اخذ کر لیتے ہیں واقعات کو سنانے کے بعد الفاظ کا تجزیہ کرکے حروف کی شناخت بھی کرائی جاتی ہے۔

کہانی کا طریقہ:

بچے عموماً کہانیوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور ان میں گہری دلچسپی بھی لیتے ہیں۔اس طریقے میں کسی واقعے

یا حادثے کو کہانی کے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ لفظی طریقہ کی اصلاح شدہ شکل ہے۔ دو تین کہانیاں پڑھنے کے بعد، جملے الفاظ اور حروف کی شناخت کرائی جاتی ہے۔

سبق کا طریقہ:

اس میں بچوں کو ان کے نصاب سے منتخب کردہ سبق پڑھایا جاتا ہے۔ کسی بھی سبق کا آغاز کرتے وقت مختلف تدریسی امدادی وسائل مثلاً تصویر، چارٹ یا ماڈل وغیرہ کی مدد لی جاتی ہے۔ تصویروں کا استعمال موضوع کی وضاحت بھی کر دیتا ہے۔ بچوں سے سوالات کے ذریعے نئے الفاظ کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ بچوں کو جملے بنانا کا تجربہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس دوران معلم رموز واوقاف، مطالعہ کے انداز اور الفاظ کی ادائیگی پر خصوصی توجہ رکھتا ہے۔ بچوں کے تلفظ پر بھی دھیان دیا جاتا ہے۔

مطالعہ (پڑھنا) ایک پیچیدہ عمل ہے۔ جس میں انسان کے مختلف اعضاء کا استعمال ہوتا ہے۔ خصوصاً آنکھوں اور زبان کا استعمال مطالعے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ زبانی امتحان بڑی حد تک مطالعہ کی قدر کی پیمائش کے مقاصد پورا کر دیتا ہے۔ معلوماتی کوئز کو ایک موثر طریقے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں مخصوص یا غیر مخصوص مواد کی بنیاد پر بچے کی معلومات کو چھوٹے چھوٹے سوالات کے ذریعہ جانچا جاتا ہے۔

لکھنا (تحریر)

تمہید:

مخصوص آوازوں کو تحریری روپ دینا'' لکھنے کا عمل کہلاتا ہے۔ اگر خیالات وجذبات کا اظہار نہ ہو تو تحریر بے کار ہو جاتی ہے۔ دراصل زبان کے دو روپ ہیں۔ بولنا اور لکھنا۔ ہم زبان سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور قلم یعنی تحریر کے ذریعے سے اپنے دل کی بات صفحات پر ظاہر کرتے ہیں۔

تقریر کے ذریعہ بات صرف افراد کے محدود مجموعے تک پہنچ پاتی ہے لیکن تحریر کے ذریعے مواد کی عوام الناس کے بڑے طبقے تک ترسیل کی جاسکتی ہے۔ اور زیادہ عرصے تک محفوظ بھی رکھا جاسکتا ہے۔

تحریر ایک طرح کا فن یا ہنر ہے۔ تحریر لکھنے والے کی شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔ سنی ہوئی بات کو یاد رکھنا مشکل کام ہے جب کہ لکھی ہوئی بات کو بار بار پڑھ کر یاد کر سکتے ہیں۔ ایک ادیب اور شاعر جس کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہے اور اظہار

کی موثر قوت ہے تو وہ اپنی تخلیقات کے ذریعے سماج میں نئی تحریکات پیدا کر سکتا ہے۔

تحریر رابطے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نہایت اہم نعمت ہے۔ جو انسان کو دی گئی ہے۔ اس اہم وصف کا ذکر بھی قرآن میں خاص طور سے کیا گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وحی کا آغاز ہی قلم اور تحریر کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کیا ہے۔ سورۃ علق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "پڑھو اور تمہارا رب بڑا بزرگی والا ہے، جس نے تمہیں قلم کے ذریعے علم سکھایا"

موجودہ دور میں انسان کے لئے کامیاب زندگی گذارنے کے لئے تحریر کا فن جاننا ضروری ہو گیا ہے۔ ضرورتیں، شکایتیں، درخواستیں پیش کرنے کے لئے تحریر کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اپنے قریبی دوستوں، رشتہ داروں اور دیگر افراد کو اپنے دل کی بات بتانے کے لئے خط لکھنا ہمیشہ ایک اہم ضرورت رہی ہے۔

ابتدا میں تو انسان ایک عرصے تک اپنے جذبات خیالات اور احساسات کا اظہار صرف زبان سے کرتا رہا۔ پہلے تصویروں کی صورتوں میں پھر حروف اور الفاظ کی شکل میں۔ اس طرح تحریر کی ابتدا ہوئی۔ اور مختلف زبانوں میں مختلف ممالک کے اندر مختلف رسم الخط کی بنیاد پڑی۔

تحریر کے چند زرین اصول:

عمدہ اور خوبصورت تحریر کے لئے درج ذیل زرین اصولوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

۱۔ لکھائی صاف ستھری ہو۔

۲۔ لکھائی میں املا یا ہجے کی غلطیاں نہ ہوں

۳۔ لکھائی کی ایک مخصوص رفتار ہو۔

۴۔ اندازِ تحریر خوب صورت ہو۔

۵۔ تحریر میں موثر اسلوب کو اپنانا چاہیے۔

۶۔ تحریر میں اعراب اور رموز اوقاف کی غلطیاں نہ ہوں

۷۔ تحریر کے حروف یکساں ہوں۔

۸۔ لفظوں کی شکل میں مناسبت، ہم آہنگی اور یکسانیت ہو۔

۹۔بچوں کو پہلے حروفِ علت، پھر حروفِ صحیح اس کے بعد الفاظ، جملے اعراب، رموزِ اوقاف کا استعمال سکھائیں۔ اور پھر پیراگراف لکھنے دیا جائے۔

۱۰۔بچوں کو پہلے حروف کا نمونہ دکھائیں، املی کے بیج، ریت اور مٹی پر انگلیوں کی مشق کرائیں، پھر تختی اور کاپی وغیرہ میں لکھنا شروع کرائیں۔

۱۱۔نقل نویسی اور مشق کی کتاب کا استعمال کروایا جاسکتا ہے۔

۱۲۔لکھنے کا مواد بھی طلبہ کی عمر اور درجہ اور ذہن کے عین مطابق ہو۔

تحریری قسمیں:

بچوں میں تحریری صلاحیت پیدا کرنے کے لئے متعلم استاد کو مختلف اقسام کی تحریروں کی خصوصیات سے واقف ہونا چاہئے۔تحریر کی درج ذیل اقسام ہیں:

۱۔جملہ بندی:

بچے اپنے دل کی بات چھوٹے چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں۔بچوں کو ان جملوں کے لکھنے کی مشق کرانی چاہئے۔

۲۔پیراگراف لکھنا۔

ایک ہی خیال کو کئی جملوں میں لکھنا ''پیرگراف لکھنا'' کہلاتا ہے۔

پیراگراف میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں۔(۱) مرکزی خیال (۲) اس خیال سے متعلق ضرور معلومات(۳) خیال کا پھیلاؤ(۴) تمام جملوں میں گہرا ربط و تعلق (۵) اختتامیہ

مضامین کہانیوں اور خطوط میں کئی پیراگراف ہوتے ہیں۔لیکن ہر پیراگراف اپنی جگہ مکمل ہوتا ہے۔چونکہ عموماً مرکزی خیال ایک ہی ہوتا ہے اس لئے تمام پیراگراف ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں۔پیراگراف لکھنے میں خیال وجذبہ کے اظہار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

۳۔خلاصہ نگاری:

طویل عبارت کو سمجھ کر اس کو مختصر انداز میں پیش کرنا خلاصہ نگاری کہلاتا ہے۔طلبہ کے لئے یہ ایک ضروری فن

ہے۔اس سے پڑھے ہوئے اسباق کو کم از کم الفاظ میں بیان کرنے اور لکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو پڑھائی میں سہولت مہیا کرتی ہے۔

۴۔کہانی نویسی:

کہانی ایک دلچسپ اور پُر لطف صنف ادب ہے۔کہانی کے تین اہم حصّے ہوتے ہیں۔ کہنے والا، کردار اور اندازِ بیان

اچھی کہانی میں درج ذیل خصوصیات ہوتی ہیں۔

(۱) مناسب واقعہ کا مربوط بیاں (۲) منتخب کرداروں کی تصویر کشی (۳) ڈرامائی مکالمے (۴) موثر انداز بیان (۵)موضوع سے مناسبت رکھنے والا عنوان

۵۔مکالمہ نگاری:

دو یا دو سے زائد افراد کی بات چیت کو مکالمہ کہتے ہیں۔اس کا بنیادی عنصر مقصد بیان کرنا ہوتا ہے۔اس لئے مکالموں کا موضوع سے مناسبت رکھنا ضروری ہے۔

۶۔تشریح۔

کسی بات، خیال، قول، جملے یا شعر کے مفہوم کو واضح کرنا تشریح کہلاتا ہے۔اس میں خیال یا تصور کی وضاحت ہوتی ہے۔وضاحتِ خیال کی مشق سے بچوں کی قوتِ تخیل ترقی کرتی ہے۔

۷۔نظم نگاری:

خیالات کی منظم اور مربوط پیش کش نظم کہلاتی ہے۔اس میں خیالات کو ایک لڑی میں پرو دیا جاتا ہے۔نظمیں مخصوص بحروں اور اوزان میں لکھی جاتی ہیں۔نظم کو مزید موثر بنانے کے لئے تشبیہ استعارہ اور صنائع بدائع کا بھی استعمال ہوتا ہے۔نظم کی مختلف اقسام ہیں۔مثلاً مرثیہ، قصیدہ، مدح، حمد، نعت، غزل، سہرا وغیرہ۔نظم وہی شخص لکھ سکتا ہے جس میں شعر کہنے کی فطری صلاحیت ہو۔طبیعت میں اپج ہو اور مہارتِ فن حاصل ہو۔

۸۔مضمون نویسی:

مضمون میں خیال کو منظم طور پر ترتیب و تسلسل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے تین اجزا ہیں۔ (۱) آغاز

(۲)نقشِ مضمون (۳)اختتامیہ

مضمون کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔اس میں کسی خاص موضوع سے متعلق خیالات

۲۔مرکزی خیال کو دلائل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

۳۔موضوع سے متعلق اہم نکات کو پیراگراف کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

۴۔پیراگراف باطنی اور خارجی طور پر مربوط ومنسلک ہوتے ہیں۔

۵۔موضوع کی مناسبت سے اسلوب نگارش اختیار کیا جاتا ہے۔

۶۔عنوان۔مرکزی خیال کی ترجمانی کرتا ہے۔

مضمون کی مختلف قسمیں ہیں: مثلاً بیانیہ مضمون، حادثے یا واقعے کو بیان کرنا، سوانحی خاکے، آپ بیتی، مقام، شخص یا منظر کو بیان کرنا، سفرنامے وغیرہ مضامین کی ذیل میں آتے ہیں۔ بیان میں تسلسل، ترتیب اور زبان میں دل کشی ضروری ہے۔بعض مضامین منطقی انداز میں لکھے جاتے ہیں۔انہیں تجزیاتی مضامین کہتے ہیں۔بعض مضامیں ادب اور ادیب کے تعلق سے بحث ہوتی ہے۔یہ تنقیدی مضامین کہلاتے ہیں۔کچھ مضامین ایسے ہوتے ہیں جن میں مختلف موضوعات پر ہلکے پھلکے انداز میں لکھا جاتا ہے وہ انشائیہ کہلاتے ہیں۔

۹۔خطوط نویسی:

انسانی زندگی میں خط ایک لازمی شئے ہے۔اس کے ذریعہ دوردراز کے دوستوں اور عزیزوں سے آدھی ملاقات ہوجاتی ہے۔جدید دور میں خطوط نویسی ای میل Email کی شکل میں بھی کی جاتی ہے۔نجی خطوط میں بے تکلفی ہوتی ہے اور کاروباری خطوط اور عریضے رسمی تکلفات کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔شادی، سالگرہ، تہوار وغیرہ پر لکھے جانے والے خطوط اور دعوت ناموں کا اپنا انداز ہوتا ہے۔خط کے دو اجزا ہوتے ہیں۔(۱)ہیئت (۲)مرکزی خیال۔

خط کی ہیئت میں مقام وتاریخ، القاب، نفسِ مضمون، اختتام اور نوٹ شامل ہیں۔

۱۰۔عریضہ نویسی:

کبھی کبھی افسروں، وزیروں اور دیگر عہدے داروں کے نام عریضے بھیجے جاتے ہیں۔ عریضے میں عام طور پر

شکایات یا مطالبات ہوتے ہیں۔ یہ عریضے عموماً سماجی زندگی کی بہتری کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

۱۱۔روودادنویسی:

کسی ادارے کی کارکردگی یا کسی میٹنگ کی گفتگو کو تحریری انداز میں پیش کرنا روودادنویسی کہلاتا ہے۔عموماً اجلاسِ عام میں رووداد پڑھی جاتی ہے۔رووداد لکھنا بھی ایک فن ہے۔

۱۲۔خبریں: اخبارات میں شائع کرنے یا ٹی وی اور ریڈیو پر نشر کرنے کے لئے مختلف علاقوں سے واقعات،حادثات اور تقریبات کی تفصیلات بھیجی جاتی ہیں،انہیں خبریں کہتے ہیں۔اور خبریں بھیجنے والے افراد کو''نامہ نگار'' کہتے ہیں۔کئی لائبریریوں اور اسکولوں میں تختہ سیاہ پر اہم خبریں لکھنے کا انتظام رہتا ہے۔

۱۳۔روزنامچہ:

روزمرہ کے ذاتی حالات و تاثرات لکھنے کو روزنامچہ کہتے ہیں۔روز ہم کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں۔ان کاموں کو روزنامچے میں لکھا جاتا ہے۔

پیمائشِ قدر:

تحریری امتحان میں تین قسم کے سوالات ہوتے ہیں۔

۱)طویل جواب دینے والے سوالات

۲)مختصر جواب دینے والے سوالات

۳)معروضی سوالات

طویل جوابی سوالات کے ذریعے خیالات کے ربط و تسلسل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔مختصر جوابی سوالات کے ذریعے بچوں کی تفہیمی اور اختصار نویسی کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے اور معروضی سوالات کے ذریعے مخصوص جواب کو مخصوص الفاظ میں ادا کرنے کی صلاحیت کی پیائش کی جاتی ہے۔سوال بناتے وقت سوال کی نوعیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے آسان زبان میں بچوں کے لسانی صلاحیت کے مطابق واضح سوالات بنانے چاہئیں۔

معروضی سوالات کا استعمال درج ذیل جانچ کے لئے کیا جاتا ہے۔

(۱)ذخیرۂ الفاظ (۲)مناسب الفاظ کے انتخاب کی صلاحیت۔(۳) مقررہ جواب مقررہ الفاظ میں دینے کی

صلاحیت (۴) الفاظ کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کی صلاحیت ۵) الفاظ بنانے کا ہنر ۶) الفاظ کی قسموں، جنس، تعداد، حالت اور زمانے کے لحاظ سے الفاظ کو بدلنے کا علم ۷) جملے میں الفاظ کے باہمی تعلق کو سمجھنے کی صلاحیت

پیمائش قدر کی مدد سے ہی بچوں کو لکھنا سکھانے کے مقاصد کا کتنا حصول ممکن ہوا ہے اندازہ لگایا جاتا ہے۔

زبان کی مہارتوں میں باہمی ربط:

زبان کی بنیادی مہارتوں کو حاصل کرنے سے ہماری ترسیلی صلاحیت فروغ پاتی ہے۔ترسیل کو انگریزی میں Communication کہتے ہیں۔ترسیل سے مراد ایک فرد سے دوسرے فرد کی طرف آوازوں اور علامتوں کے ذریعے معنی و مفہوم کی منتقلی ہے۔

ترسیل دو طرح کی ہوتی ہے۔زبانی ترسیل اور تحریری ترسیل

زبانی ترسیل سننے اور گفتگو کے ذریعے انجام پاتی ہے اور تحریری ترسیل لکھنے اور پڑھنے کے ذریعے انجام پاتی ہے۔

ترسیل کی چند اہم شکلیں درج ذیل ہیں:

۱) آپسی گفتگو ۲) ٹیلی فونی گفتگو ۳) تقریر کرنا ۴) رول ادا کاری۔

۱۔آپسی گفتگو:۔ یہ ترسیل کی سب سے عام شکل ہے۔عام طور پر آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کے ذریعے ہی رابطہ رکھتے ہیں۔جب دو افراد باہم مصروفِ گفتگو ہوں تو یہ گفتگو کہلاتی ہے۔اس ضمن میں چند ضروری ہدایات درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ گفتگو مخاطب کی دلچسپی کے مطابق ہو۔ایسے موضوع پر بات چھیڑی جائے جس میں آپ اور آپ سے گفتگو کرنے والے فرد کی دلچسپی پائی جائے۔

۲۔ اپنی زبان الفاظ کے استعمال، آواز کے اتار چڑھاؤ اور لہجہ کا خاص طور پر خیال رکھئے۔

۳۔ غیر ضروری بحث اور طوالت سے ہمیشہ احتراز کیجئے۔

۴۔ تکیۂ کلام اور چند الفاظ کی بار بار تکرار سننے والے کو گراں گذرتی ہے اس سے احتراز کیجئے۔

۲۔ٹیلی فون گفتگو: آج کے دور میں دو افراد کے درمیان رابطہ کا ایک اہم ذریعہ ٹیلی فونی گفتگو ہے۔یہ ایک سادہ، آسانی

سے دستیاب اور کم خرچ سہولت ہے۔لہٰذا اسے ترسیل کا ایک لاقیمت ذریعہ کہا جاتا ہے۔

۳۔تقریر کرنا: تقریر خیالات کے اظہار کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ایک معلم میں اس صلاحیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔تقریر کرتے وقت اگر ہم اِن چند امور کا خیال رکھیں تو ایک اچھے مقرر بن سکتے ہیں۔

منصوبہ بندی: تقریر سے قبل مقرر کو اچھی طرح منصوبہ بندی کر لینا چاہئے کہ اسے کس موضوع پر تقریر کرنی ہے۔اور کونسے نکات پیش کرنے ہیں۔بہتر ہے کہ پہلے ہی تقریر کا ایک خاکہ تیار کر لیا جائے۔

۴۔رول ادا کاری: رول ادا کاری طلباء میں تخلیقی صلاحیت کو فروغ دیتی ہے طالب علم اپنے آپ کو ڈاکٹر، انجینر، وکیل یا اپنا پسندیدہ اداکار اور کھلاڑی تصور کر لیتا ہے اور اسی کی نقل اتارتے ہوئے اس کے انداز میں مکالمے ادا کرتا ہے۔

بہ حیثیت معلم ہمیں مختلف رول ادا کرنے پڑتے ہیں جیسے رہنماء، کونسلر، فن کار، اتالیق (Mentor) مصالحت کنندہ (Negotiator) وغیرہ رول میں حصہ لے کر ہم اپنی ان صلاحیتوں کو فروغ دے سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا چار بنیادی مہارتوں کو ذیل کے نقشے سے سمجھایا جاسکتا ہے

زبان

ذریعۂ ابلاغ وترسیل کی حیثیت سے

(Language Communcation)

- اپنی بات دوسروں تک پہنچانا
  اظہار فی الضمیر
  (Expression)
  - تقریری اظہار
    ۱۔بولنا
    (S peaking)
  - تحریری اظہار
    ۲۔لکھنا
    (Writing)
- دوسروں کی بات کو سمجھنا
  افہام مطلب
  (Comprehension)
  - زبانی بات چیت کرنا
    ۳۔سمجھنا
    (Understanding)
  - تحریر کو پڑھنا اور سمجھنا
    ۴۔پڑھنا
    (Reading)

بہ غور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان چار بنیادی مہارتوں میں سے ہر ایک کئی مہارتوں کا مجموعہ ہے۔ جیسے:

(۱) بولنا-------(Speech)

(الف) تلفظ (Pronounciation)

(ب) لب ولہجہ (Intonation)

(ج) روانی (Facility)

(د) وضاحتِ مخارج (Clear Articulation)

(۲) لکھنا-----(Writing)

(الف) ہجے (Spelling)

(ب) املا (Script)

(ج) اوقاف وعلامات کا صحیح استعمال (Correct Punctuation)

(ر) خوش خطی (Good writing)

(۳) سمجھنا ---- (Understanding)

(الف) صحیح سننا (Correct Auditory Habits)

(ب) صحیح تلفظ سے واقفیت (knowledge of Correct Pronunciation)

(۴) پڑھنا-----(Reading)

(الف) حرف شناسی (Recognition of letters)

(ب) تیز رفتاری سے پڑھنا (Reading with speed)

(ج) خاموش مطالعہ (Silent Reading)

(د) بلند خوانی (Reading Aloud)

زبان سیکھنے کے یہ چار مقاصد ''افادی مقاصد'' کہلاتے ہیں۔ چوں کہ مدارس میں زبان اور ادب ایک دوسرے

کے لئے لازم وملزوم ہوتے ہیں۔ جو چیز زبان کے نام سے پڑھائی جاتی ہے وہ ادب ہی ہے۔

مضمون نویسی

مضمون کیسے لکھیں: اردو زبان میں لکھنے سے پہلے مضمون نگار کے لئے چند خاص اصولوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

موضوع کا انتخاب: لکھنے سے پہلے موضوع کا انتخاب کرے اور پورے مضمون کا ایک مختصر خاکہ بنائے، یعنی موضوع کے متعلق یہ طے کرے کہ اس ضمن میں اس کو کیا لکھنا ہے۔ ابتدائی درمیانی اور آخری حصّہ کا جو خاکہ ذہن میں ہو تو اس کو لکھ لے اور موضوع سے متعلق جو مربوط اور اچھے جملے ذہن میں آئیں ان کو قلم بند کرے تاکہ لکھتے وقت ان کو مناسب جگہ پر چسپاں کر سکے۔

عنوان: مضمون لکھتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ہر مطلب کو مختصر سے مختصر الفاظ میں ادا کیا جائے۔ غیر ضروری باتوں سے پرہیز لازمی ہے، ورنہ مضمون میں دلچسپی نہ پیدا ہو سکے گی۔ اس طرح مضمون کا عنوان بھی مختصر ہونا چاہئے۔ بڑے عنوان موجودہ زمانے میں پسند نہیں کئے جاتے۔ مختصر عنوانات میں بڑی دل کشی ہوتی ہے۔ اس لئے مضمون نگار کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

تمہید: مضمون کا آغاز ایسے دلچسپ جملوں سے کیا جائے کہ جن سے پڑھنے والے کی طبیعت ابتدا ہی سے مضمون پڑھنے کی طرف مائل ہو سکے۔ اگر مضمون کا آغاز دلچسپ اور زوردار جملوں سے ہوا ہے تو یہ مضمون نگار کی کامیابی کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ خیالات کو دلنشین اور عمدہ انداز میں ظاہر کرنا چاہئے۔ الفاظ بھی موزوں و مناسب استعمال کئے جائیں۔ جملے سادہ اور چھوٹے ہوں اور غیر ضروری باتوں کا ذکر نہ کریں۔ مضمون کو دلچسپ بنانے کے لئے درمیاں میں جا بجا مختلف سرخیاں بھی قائم کر دی جائیں۔

معلومات اکٹھا کرنا: مضمون لکھنے سے پہلے اس بات کا اچھی طرح اندازہ کر لینا چاہئے کہ موضوع مقررہ کے متعلق معلومات کا ذخیرہ ذہن میں موجود ہے یا نہیں کیونکہ مضمون اسی وقت مکمل اور بہتر ہو سکتا ہے جب اس کے متعلق مکمل معلومات ہوں۔ عدم معلومات کی حالت میں کسی موضوع پر قلم اٹھانا بالکل مناسب نہیں۔ اس طرح نہ تو مضمون ہی جامع ہوگا اور نہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

اخبارات کا مطالعہ کرتے وقت اگر کچھ ایسے مضامین اور جملے نظر آئیں جن سے مضمون میں مدد ملنے کا امکان ہو تو

ان اخبارات کے مخصوص اور مفید مطلب حصّوں کو کاٹ کر اخبار سے علحدہ کرلیں اور اس کو نوٹ بک کی صورت میں محفوظ رکھیں تا کہ مضمون لکھتے وقت ان سے مدد حاصل کی جاسکے۔

اسلوب بیان: مضمون نویسی کی روح دراصل ''اسلوب تحریر'' ہے اور اسی پر مضمون کی خوبی وخرابی اور پختگی وخامی کا انحصار ہے۔ اس لئے اسلوب تحریر سادہ اور دلکش ہونا چاہئے۔ مضمون نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے ایک اچھا اسلوب بیان اختیار کرلے۔ اور اس میں ایسی جدّت اور خصوصیت پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ جس سے پڑھنے والوں کو خود بخود اس کے مخصوص طرز اور اسلوب بیان کا اندازہ ہوجائے۔ لوگ یہ معلوم کرلیں کہ یہ فلاں شخص کا مضمون ہے۔

اسلوب بیان کے سلسلے میں مضمون نگار کے لئے چند خاص اصولوں کا پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ اس بات کا خیال رکھنا کہ مضمون میں استعمال ہونے والے الفاظ چھوٹے چھوٹے ہوں اور لکھنے والے کا مطلب بغیر غور وتامل کے ظاہر ہوجائے۔

۲۔ جہاں تک ہوسکے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کئے جائیں۔ دوسری زبانوں کے الفاظ خواہ مخواہ نہ استعمال کرنا چاہئے۔ اگر اپنی زبان کے الفاظ کسی مطلب کے ادا کرنے کے لئے کافی ہوں تو اسی وقت دوسری زبانوں سے مدد لینے میں کوئی خرابی نہیں۔ مضمون میں اختصار کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ طویل مضامین نہ صرف غیر دلچسپ ہوتے ہیں بلکہ پڑھنے والے ان سے گھبراتے ہیں۔ ہاں اتنا اختصار بھی مضر ہے جس سے مطالب واضح نہ ہوسکیں۔

۴۔ کسی لفظ کو مضمون لکھنے کے دوران میں بار بار دہرانا کسی طرح مناسب نہیں۔ اس سے مضمون غیر دلچسپ ہوجاتا ہے اور لکھنے والے کے سرمایۂ الفاظ کی کمی کا پتہ چل سکتا ہے۔

۵۔ مضمون نگار کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ مضمون میں خیالات کا ربط قائم رہے۔ جس بات کا ذکر ہو تمام جملے اسی کے متعلق ہوں۔ ایک بات کو پورا کئے بغیر دوسری بات کا بیان کرنا مضمون کو بے ربط بنادیتا ہے۔ اور پڑھنے والوں کے لئے باعث تکلیف بن جاتا ہے۔

۶۔ مضمون کے الفاظ موقع کے مناسب ہوں۔ موثر اور رواں ہوں۔ بھونڈے الفاظ اور الجھی ہوئی ترکیبوں سے بچنا چاہئے۔ ایسے اچھے الفاظ تلاش کرنا ضروری ہیں کہ جو مفہوم کو فطری طریقہ پر ادا کریں تا کہ مضمون عام فہم ہوسکے۔

۷۔ عام مضامین ایسی آسان وسادہ زبان میں لکھنا بہتر ہے، جسے ہر اوسط درجے کا پڑھا لکھا سمجھ سکے تا کہ زیادہ

سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھائیں۔مشکل الفاظ اور پیچیدہ ترکیبوں والے مضامین صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔عام لوگوں کو اس میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ایسے محاورات اور کہاوتیں جو عام فہم نہ ہوں مضمون میں نہ ہونا بہتر ہیں۔یہ اور بات ہے کہ اگر وہ مضمون خواص واہل علم کے لئے مخصوص ہے تو پھر مشکل الفاظ ومحاورات میں چنداں مضائقہ نہیں۔

۸۔مضمون نگار کو کبھی پڑھنے والوں پر اس بات کا دباؤ نہ ڈالنا چاہئے کہ وہ اس کے خیالات کو قبول کر لیں اور نہ مختلف قسم کی پند ونصیحت کی تائید کرنا بہتر ہے۔پڑھنے والوں کی رائے کو بھی مرعوب نہ کرنا چاہئے۔اگر ایسا کیا گیا تو یہ مضمون نگار کی کمزوری وکم مائیگی کی دلیل ہوگا۔کیونکہ مضمون اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔اگر ان خیالات میں کچھ صداقت ہوگی تو وہ خود پڑھنے والے کو متاثر کرلیں گے۔ہمارا اصرار وتاکید الٹا اثر ڈالنے کا باعث ہوسکتا ہے۔

۹۔مضمون نگار کو اپنا اسلوب تحریر درست کرنے کے لئے اپنے مضمون کو بار بار پڑھنا چاہئے تاکہ اس کی خوبیوں سے دل کو فرحت وانبساط کا احساس پیدا ہو۔جو آئندہ اس کو اور بہتر اسلوب اختیار کرنے میں مدد دے سکتا ہے اور مضمون نگار ایک ایسی خوشی سے محظوظ بھی ہوتا ہے جو تنہا اسی کے لئے ہوتی ہے اور اسی کی قوت عقل وفکر کی پیداوار ہے۔

مذکورہ اصولوں کے علاوہ مضمون نگار کو اس حقیقت سے واقف ہونا چاہئے کہ عام لوگ ہمیشہ دلکش اور پُرکشش اسلوب بیاں کو پسند کرتے ہیں اور یہی چیز مضمون نگار کی قبولیت کی ضامن ہے۔

عمدہ اسلوب نگارش اختیار کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ قدیم وجدید مسلمہ انشاء پردازوں کی تحریریں ومضامین بار بار پڑھے جائیں،اردو میں اسلوب نگارش کے اعتبار سے مولانا آزاد،سرسید،مولانا شبلی،خواجہ حسن نظامی اور رشید احمد صدیقی کے مضامین کا مطالعہ مفید ہوگا۔یہاں پر ایک مضمون بطور نمونہ دیا جارہا ہے۔

عورتوں کی تعلیم

تعلیم انسان کو اچھا شہری بناتی ہے۔اُسے اس کی ذمہ داریوں اور حقوق سے آگاہ کراتی ہے۔اس طرح تعلیم جہاں مردوں کے لئے ضروری ہے وہیں عورتوں کے سلسلے میں بھی تعلیم کی ضرورت اور اُس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جس طرح مردوں کے لئے زندگی میں تعلیم کی اہمیت ہے۔اسی طرح عورتوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری اور لازمی ہے۔جسے کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مرد اور عورت ایک گاڑی کے دو پہیّوں کی طرح ہیں۔اس طرح ایک پہیّہ بڑا اور ایک پہیّہ چھوٹا ہو تو گاڑی ٹھیک

طرح چل نہیں سکتی۔اسی طرح زندگی کی گاڑی بھی ٹھیک طریقہ سے چل نہیں سکتی اور گھریلو نظام بگڑ جاتا ہے۔سماج میں جہاں مردوں کی تعلیم کی وجہ سے برتری حاصل ہوجاتی ہے وہیں عورتیں اگر تعلیم سے محروم رہ جائیں تو زندگی کے ہر معاملے میں مردوں سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔

اگر یہ سچ ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ماں تعلیم یافتہ اور پڑھی لکھی ہو یہ اسی وقت ممکن ہے جب ماں اپنے بچوں کی بہتر سے بہتر تربیت کر سکے اور زندگی کے مسائل اور اس کی ضرورتوں سے ان کو زیادہ سے زیادہ آگاہ کر سکے، تاکہ اس کی آغوش میں تربیت پانے والے آج کے بچے کل کے اچھے انسان بن کر ابھر سکیں۔بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ عورت تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملازمت کے چکر میں پڑ جاتی ہے۔اس کے اندر غرور اور احساس برتری پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے گھریلو سکون درہم برہم ہوجاتا ہے اور ملازمت کرنے والی عورت اپنے شوہر اور اپنی اولاد کی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا نہیں کر سکتی۔

یہ ضروری نہیں کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد عورت ملازمت بھی ضرور کرے عورت کو میکہ اور سسرال کی شکل میں دو بہترین قلعے حاصل ہیں۔ایک تعلیم یافتہ عورت اپنی سلیقہ مندی سے اپنے ان گھروں کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے اگر کسی وجہ سے ان گھروں کے حالات خراب ہوجائیں اور معاشی تنگی پیدا ہوجائے تو ایک تعلیم یافتہ عورت سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت اختیار کر کے اپنے ان گھروں کی گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دے سکتی ہے اور تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو بھی پوری طرح کامیابی کے ساتھ انجام دے سکتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عورتوں کو قرآن اور دینی تعلیم کی حد تک پڑھا دینا کافی ہے لیکن موجودہ ترقی یافتہ دور میں عورتوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی حساب اور وغیرہ کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے ورنہ یہ عورتیں نہ صحیح طریقہ پر گھر چلا سکیں گی اور نہ دودھ والے اور دھوبی تک کا حساب لکھ سکیں گی۔اڈرس Address لکھنے کے لئے بھی دوسروں کی محتاج بن کر رہ جائیں گی۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جدید زمانے میں عورتوں میں بے حیائی اور فیشن پرستی کی وبا پھیل جاتی ہے، لیکن یہ بھی ایک غلط خیال ہے۔سچ تو یہ ہے کہ بے حیائی اور فیشن پرستی تعلیم یافتہ عورتوں سے زیادہ جاہل اور ان پڑھ عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے، جس کا تعلیم اور جہالت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ چیزیں تو سارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں۔

ایک تعلیم یافتہ عورت نہ صرف اپنے گھر کے لئے بلکہ رشتہ داروں اور پاس پڑوس والوں کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی ہے۔وہ جانتی ہے کہ بڑوں، چھوٹوں اور رشتہ داروں کے حقوق کیا ہوتے ہیں؟مسلمانوں کی آو بھگت اور خاطر تواضع کس طرح کی جاتی ہے۔ماں باپ، بہن بھائی، شوہراور ساس سسر کے حقوق کیا ہوتے ہیں اورانہیں کس طرح خوش رکھا جاسکتا ہے۔گھریلو نظام کے چلانے میں اس کی تعلیم قدم قدم پراس کی رہ نمائی کرتی ہے اوراسے صحیح راستہ دکھاتی ہے۔

آنحضور ﷺ کی زندگی میں بھی باقاعدہ عورتوں نے میدان جنگ میں پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی ذمہ داریاں انجام دی ہیں۔اسی طرح موجودہ دور میں بھی نرسوں اورڈاکٹروں کی شکل میں تعلیم یافتہ عورتوں کی ضرورت ہے۔آج کمپیوٹر کا میدان نہایت وسیع ہے۔عورتیں کمپوٹر کی تربیت حاصل کرکے گھر بیٹھے اپنی آمدنی کا ذریعہ بنا سکتی ہیں۔اور سماج کی خدمت بھی کرسکتی ہیں۔بقول اکبرالہ آبادی

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

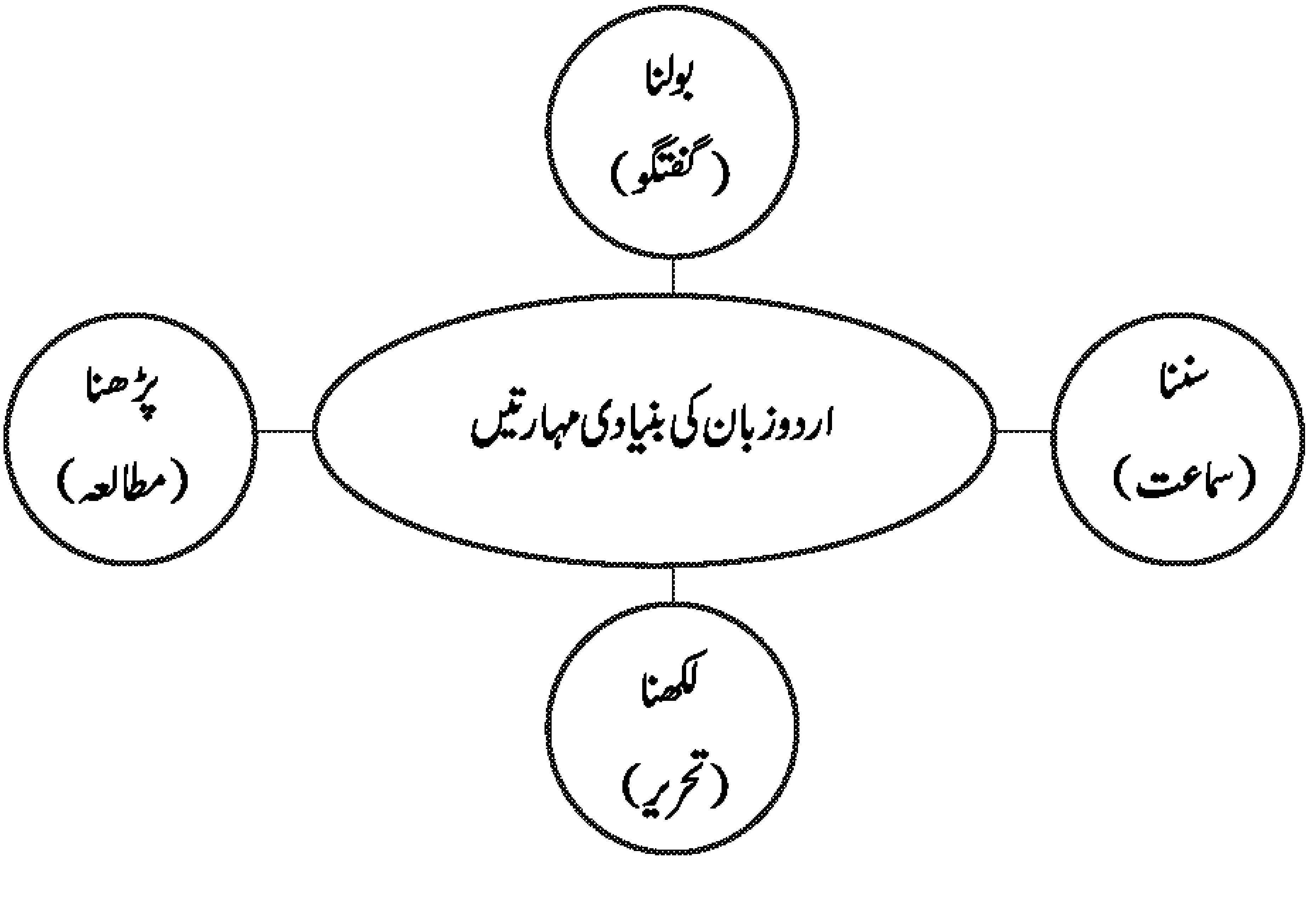

باب ۹ مبنی برعمل اکتساب

IX - Activity Based Learning

پہلے پہل یہ منصوبہ 23 ستمبر 2003 میں چینئی کارپوریشن کے زیرانتظام تیرہ ماڈل اسکولوں میں عمل میں لایا گیا۔ 2004-2005 کے ایک چوتھائی سال سے چینئی کارپورشن کے تمام پرائمری اسکولوں میں یہ طریقۂ عمل جاری ہوا ہے۔

عمل کے ذریعے سیکھنا ہی اس منصوبے کا مقصد ہے۔

عمل کے ذریعے سیکھنے کے مدارج:

1. تمام طلباء حصیر (چٹائی) پر بیٹھیں گے۔ متعلم استادان طلباء کے درمیان بیٹھیں گے۔
2. کم اونچائی کے تختہ سیاہ، دیواروں پر چسپاں ہوتے ہیں تاکہ طلباء کو لکھنے میں آسانی ہو۔
3. طلباء کی بنائی ہوئی تصویریں درجے میں باریک تار کے منڈوے پر نمائش کے طور پر لگائی جاتی ہیں۔
4. طلباء اپنی حاضری از خود بنانے کے لئے ان کے درج شدہ ناموں کے چارٹ فراہم کئے جاتے ہیں۔
5. موسمی حالات کی نشان دہی کے لئے ایک موسمی چارٹ ہوتا ہے۔
6. حفظانِ صحت اور صاف ستھرے رہنے کے لئے ایک چاک ہوتا ہے۔
7. لوگو (Logo) لگائے ہوئے ٹرے، الماری میں رکھے ہوتے ہیں۔
8. کٹھ پتلی بنانے کے لئے چلنی مٹی، چیانا کلے، (China Clay) جیسے نرم اشیاء مہیا کئے جاتے ہیں۔
9. طلباء کے مکمل حاصل شدہ طریقۂ عمل کے نشان کرنے کے چارٹ
10. سیڑھی کے چارٹ

11. حصیر پر مقررہ جماعت بیٹھے رہنے کے کارڈس ہوتے ہیں۔

بنیادی عمل سے سیکھنے کے امدادی اشیاء

1. نشانات کے لئے تصویروں کے کارڈس یعنی لوگو۔ ہر سبق کے لئے مختلف نشانات جیسے

تمل / اردو۔	جانور
انگریزی۔	سواریاں
حساب۔	پرندے
ماحولیاتی سائنس۔	کیڑے مکوڑے
سماجی سائنس۔	روشنی دینے والے اشیاء

2. درجے (کلاس) کے کارڈ کے کنارے مختلف رنگ دیئے جاتے ہیں۔

1. درجہ اوّل - سرخ (لال)
2. درجہ دوم - ہرا (سبز)
3. درجہ سوم - نیلا (اُودا)
4. درجہ چہارم - زرد (پیلا)

3. <u>جماعت بندی کے لحاظ سے طلباء کی بیٹھک</u>

بنیادی عمل کے ذریعے سیکھنے کے طریقے میں چھ حلقوں میں طلباء بٹھائے جاتے ہیں۔ ازخود سیکھنے کے کارڈ اٹھا کر اسپر لگے نشان کے مطابق حلقے میں شامل ہوتے ہیں۔

جماعت 1: شروع میں (نو آموز) طلباء کی ذمہ داری متعلم استاد پر منحصر ہے۔ (Preparatory Group)

جماعت 2 : ایسی جماعت جسے مکمل طور پر استاد کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ Fully Teacher Supported group

جماعت 3 : استاد کی جزوی امداد پر منحصر ہے۔ Partially Teacher Supported group

جماعت 4 : خود مکمل طور پر خود مددگار جماعت ہے۔ Fully peer Supported group

جماعت 5 : اپنے ساتھیوں کی جزوی امداد پر منحصر ہے Partially peer Teacher Supported group

جماعت 6 : ازخود سیکھنے کی جماعت Self learning group

مبنی بر عمل کے ذریعے سیکھنے کی تیاری

مدرسے میں طلباء کے داخلے کے بعد پہلے مرحلے میں سبق کے نشانات اور جماعت کے کارڈ کے رنگ سے متعلق متعلم استاد طلباء کو واقف کرانا چاہیے۔ شروع کے چھ ہفتوں تک یہ عمل جاری رہے گا۔ اس دوران جانور۔ تمل / اردو کے لئے۔ پرندے حساب کے لئے۔ سواریاں انگریزی کے لئے اور کیڑے مکوڑے، ماحولیاتی سائنس اور روشنی دینے والے اشیاء۔ سماجی سائنس کے لئے۔

کارڈ کے کنارے سرخ (لال) رنگ ہو تو۔ درجہ اوّل

ہرا رنگ ہو تو درجہ دوّم اودا یا نیلا رنگ ہو تو درجہ سوم۔

زرد رنگ ہو تو درجہ چہارم

نوٹ: ہر ایک درجہ کے نشانات کے کارڈ کی فہرست متصور کرنا چاہیے۔

مبنی بر عمل کی تعلیم کا آغاز:

درجہ اوّل میں ہر ایک سبق کے لئے "0" صفر سیڑھی کے مطابق تعلیم دینا ہوگا۔ اس میں پائے جانے والے نشانات یہ ہیں جیسے طلباء کا گفتگو کرنا، سُننا، ہاتھ کے انگلیوں کو حرکت میں لانا جو کھیل میں مددگار ثابت ہوتی

ہے۔وغیرہ

مثلاً : اردو زبان کے اسباق :۔

نشانات:

تارہ ناتھ : شکلیں کھینچنے کی ایک تختی

سیتا پھل : کمان کی شکل کھینچنا۔

پنسل : کھینچنا اور رنگ بھرنا۔

مٹکا : ہاتھ اور ہاتھ کے انگلیوں کی ورزش (چکنی مٹی)

بڑ کا درخت: کھیل سکھا کر خوش کرانا۔

اُردو زبان کی تعلیم کے نشانات اور عمل کے متعلق بعد کے ملفوف حصّے کے کاغذ پر دیکھ کر ان نشانات کے عملی کارڈ کے ذریعے تعلیم مکمل کر سکتے ہیں۔صفر (0) سیڑھی کے عملی کارڈ مکمل کئے ہوئے طلباء سیڑھی کے پہلے درجے (Step) پر جا سکتے ہیں۔

ہر ایک سیڑھی Ladder کے درجہ Step پر ایک کے بعد ایک نشان آتے رہتے ہیں ہر طالب علم نشان کے کارڈ دیکھ کر اس کارڈ کی جماعت میں شامل ہوتا ہے۔

دوسری جماعت کے طلباء مکمل طور پر متعلم استاد کی مدد سے تیسری جماعت کے جزوی طور پر متعلم استاد کی مدد سے تیسری جماعت کے جزوی طور پر متعلم استاد کی مدد سے چوتھی جماعت میں رہنے والے طلباء اپنے ساتھیوں کی مکمل مدد سے پانچویں جماعت کے طلباء اپنے ساتھیوں کی جزوی مدد سے چھٹویں جماعت بغیر کسی مدد سے از خود سیکھتے ہیں۔

مثلاً:۔دوسری سیڑھی کے نشانات پر عمل اور جماعت بندی دیکھی جا سکتی ہے۔

پہلی سیڑھی:۔خرگوش1، باگھ1، گائے1، ہرن1، مثلث1، 1←، ہاتھی1، اور بکری1 ہوتے ہیں۔

دوسری سیڑھی:۔ خرگوش2، باگھ2، گائے2، ہرن2، مثلث2، 2←، ہاتھی2، ہوتے ہیں۔

(1,2 کارڈ کے عدد ظاہر کرتے ہیں۔)

مثلاً:۔ سیڑھی۔پہلا

تصویر کے کارڈ		جماعت کے عدد	
(Logo)	نظمیں،حرف کے ذریعے		
خرگوش1	لفظوں کی پہچان	2	متعلم استاد کی مکمل امداد
باگھ 1	ماحول کی جان پہچان حاصل کرکے بات کریں	2	
بیل1 :	حرف کا ٹھیک تلفظ ادا کرنا	2	متعلم استاد کی مکمل امداد
ہرن1 :	حرف کی آواز اور اس کی پہچان	2	
مثلث1:	لفظوں کو پہچان کر چھوٹے تصویروں کے کارڈ جمع کرنا۔	4	ساتھی طلباء کی مکمل مدد
نیزہ 1 :	حرف کے لکھنے کا طریقہ، کہاں سے لکھنا شروع کرنا اور ختم کرنا	4	
ہاتھی1 :	نئے لفظوں کی شناخت کرانا	3	ساتھی طلباء کی جزوی امداد
بکری1:	لفظ اور جملے بنانا	6	از خود سیکھنا

(ہر جماعت کے لئے کون کونسے نشان کے کارڈ ہوتے ہیں۔اُن کو منسلک صفحہ پر ملاحظہ کریں۔اس طرح ہر

سیڑھی کے نشانات پر عمل کریں۔ 23 سیڑھی کے نشانات پار کئے ہوں تو یہ سمجھا جائے گا کہ زبان کا درجہ اوّل مکمل کرلیا ہے۔

ہر سیڑھی پر آگے بڑھنے کے دوران درجہ کے ''حاصل شدہ چارٹ'' پر متعلم استاد نشان کرتے ہیں۔ جس سے طلباء کی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔

گھر پر کرنے کی مشق اور از خود سیکھنے کے عمل کے ذریعہ متعلم استاد طلباء کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

ایک سبق کے نشانات کی واقفیت حاصل کئے ہوئے طلباء متعلم استاد کے ذریعے دوسرے سبق کی مبنی بر عمل تعلیم کی اکتساب سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

مبنی بر عمل سے سیکھنے کے طریقے میں پیش آنے والی دشواریاں، طور وطریقے اور اس کو دور کرنے کے طریقے کی جانکاری حاصل کرنا ضروری ہے۔

<u>بعد کا منسلک حصہ:</u>

1. نشانات اور کارڈ کے اعداد
2. زبان کے نشانات اور عمل
3. جماعت اور اُس جماعت میں شامل ہونے والے نشانات

درجہ کے لحاظ سے ABL کی قسمیں

1. درجہ :	درجہ اوّل	درجہ دوم	درجہ سوم
2. رنگ :	گہرا سرخ / لال	گہرا سبز رنگ / ہرا	گہرا، نیلا رنگ
3. سبق:	اردو	اردو	اردو
4. نشانات:	جانور	جانور	جانور

5.عام علامت:	7	7	—
6. مخصوص علامت:	13	13	13
7. سیڑھی کے درجے:	23	18	17
8. صلاحیت:	19	19	19
9. سیڑھی:	تنہا پنکھا	سورج گیند	سلسلہ وار سیڑھی
10. کارڈس :	316	142	168

اردو زبان سکھانے کے دوران استعمال ہونے والے نشانات

درجہ اوّل سے درجہ چہارم تک

عدد	شکل	شکل کا نام	عمل				
1	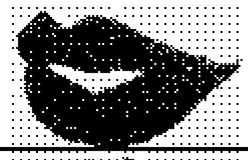	منہ	گانا اور بات کرنا				
2	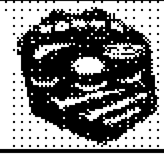	تارہ ناتھ	لفظوں کی شکلیں کھینچنے کی تختی				
3	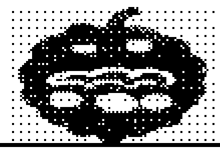	سیتا پھل	لفظوں کی لکیر کی شکلیں کھینچنے کی تختی				
4.	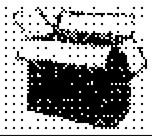	ڈبّہ	سیکھنے کے کارڈس رکھے ہوئے ڈبّے کا استعمال				
5	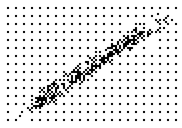	پنسل	تصویر بنانا اور رنگ سازی کرنا				
6	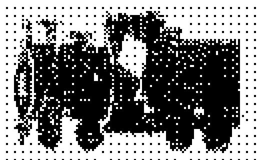	تصویروں کی ریل	ایک ہی قسم کے تصویروں کو سمجھ کر ایک کے بعد ایک ترتیب دینا				
7	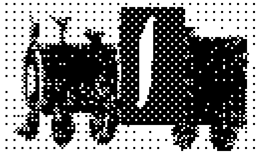	لفظوں کی ریل	ایک ہی قسم کو سمجھ کر ایک کے بعد ایک ترتیب دینا				
8	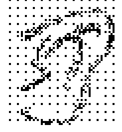	کان	کہانی / قصّے سُننا				
9	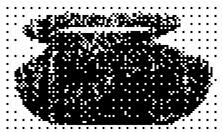	مٹکی	ہاتھ اور ہاتھ کی انگلیوں کی بافت کی ورزش				

عدد	شکل	شکل کا نام	عمل				
10	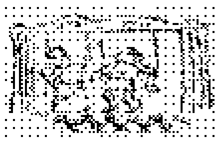	کٹھ پتلی	پردے کے پیچھے کٹھ پتلی رکھ کراس کے سایے کے ذریعے قصّے سنانا				
11		بڑ کا درخت	شوق بڑھانے کے لئے اندرونی اور بیرونی کھیل سکھانا				
12	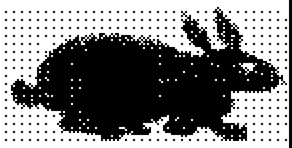	خرگوش	گانے اور لفظوں کے ذریعے جانکاری حاصل کرنا				
13	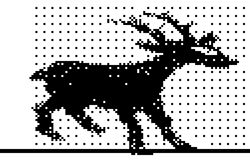	ہرن	حروف کی آواز اور اس کی پہچان				
14	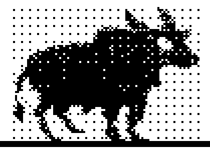	بیل	حروف کا ٹھیک تلفظ ادا کرنا				
15	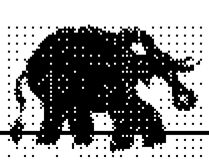	ہاتھی	نئے لفظوں کی شناخت کرنا				
16	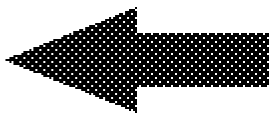	نیزہ	حروف کے شروع اور ختم کرنے کے طریقے کی جانکاری				
17	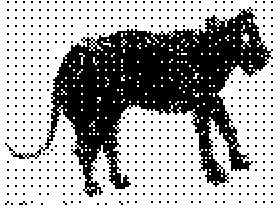	باگھ	ماحول سمجھ کر بات کرنا بحث کرنا اور سوچنے کے طریقے کی اہمیت				
18	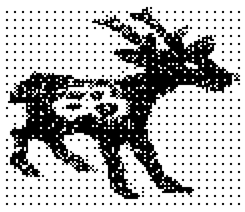	ربڑ کا ہرن	ربڑ سے بنائے ہوئے حروفوں پر انگلی گھما کر شکلوں کی جانکاری				
19	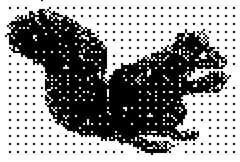	گلہری	تصویر دکھا کر نام لکھنا سکھانا				
20	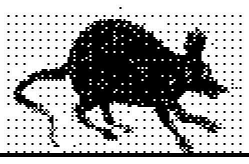	چوہے کا تاج	حروف کو ملا کر معنی دار لفظ بنانا اور لکھنا				
21	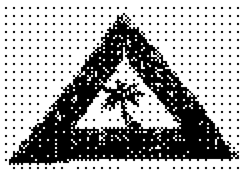	مثلث	کارڈس میں دئے ہوئے لفظوں کو رکھ کر تصویروں کے چھوٹے کارڈس جمع کرنا				

22		ڈنبہ کا سر	اخبار یا اشتہار میں جانے پہچانے الفاظ یا حروف کے حلقے بنانا	-	-	-	-
23	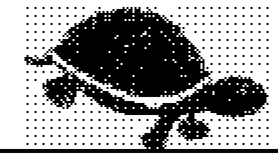	کچھوا	خالی جگہوں کو لفظوں سے بھرتی کرنا	9	18	-	3
24	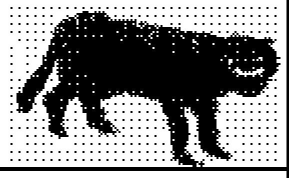	بلّی	خالی جگہ بھرتی کرنا	7	9	-	5
25	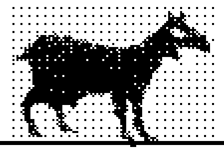	بکرا	لفظوں سے جملے بنانا	-	5	17	-
26	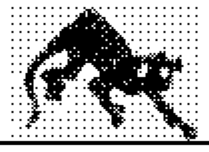	بندر	جوڑ لگانا	10	6	-	4
27	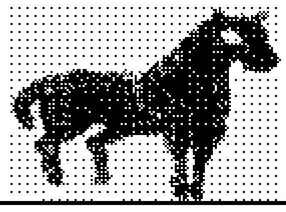	گھوڑا	نیچے، اوپر، اندر باہر، قریب اور دور کی چیزوں کی جانکاری حاصل کرنا	2	-	-	-
28	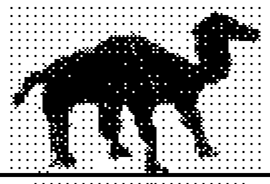	اونٹ	ترچھے لفظوں کے کھیل	9	9	-	3
29	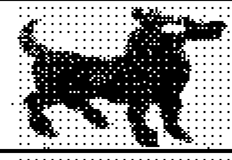	کتّا	جانچنے یا امتحان کے کارڈ	3	3	3	3
30	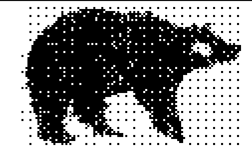	ریچھ	کہانی پڑھ کر سوالات کے جوابات حاصل کرنا	-	6	-	6
31	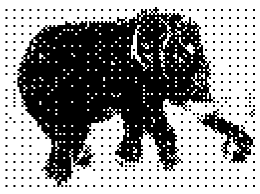	ہاتھی اور مکبّر شیشہ	جانے پہچانے یکساں آواز کے لفظ اور اسی آواز کے نامعلوم لفظوں کی جانکاری	10	-	-	-
32	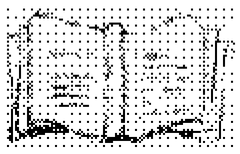	کتاب	کتاب کا استعمال	-	-	-	-
33	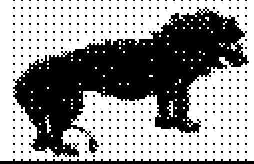	شیر	نظمیں	6	6	12	13
34	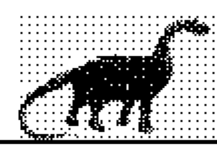	ڈائنیاسر	آواز کی مشق	29	-	-	-
35	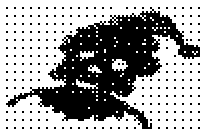	جوکر	ہنسانے کے حرکات	-	-	-	-
36	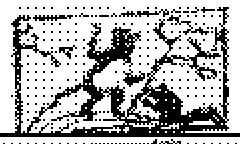	بندر اور گلہری	ناٹک کر کے دکھانا، جماعت کے ساتھ ناٹک کرنا	-	-	-	-
37	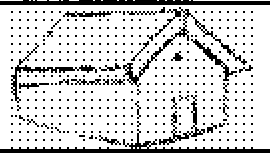	گھر کے کام کے کارڈس	گھر پر مشق کرنا	-	-	-	-

باب ۱۰ سبق کی تدریس کا منصوبہ اور تعلیمی سرگرمیاں

X - Teaching Notes, Lesson Plan and Activities

تعارف: سبق کی تدریس کی منصوبہ بندی وہ منصوبہ ہے جس کے تحت کسی مضمون کے ایک حصّے کو یا مکمل مضمون کو ایک متعینہ وقت میں پڑھانے کا لائحہ عمل ہے۔ یہ گہری سوچ کا نتیجہ ہے۔ نصاب میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ سبق کی تدریس کے منصوبے میں بھی تبدیلی آئیگی۔ آج کل پہلی جماعت سے چوتھی جماعت تک مبنی بر عمل اکتسابی نظام ABL، پانچویں جماعت میں روایتی تعلیم اور چھٹی جماعت سے آٹھویں جماعت تک عملی اکتساب کا طریقۂ کار ALM نافذ ہے۔ متعلم اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تینوں تدریسی طریقوں سے واقف ہوں۔ اس باب کے مطالعہ سے مذکورہ بالا تین تدریسی طریقوں کی جانکاری کے ساتھ ساتھ ان طریقوں کو روبہ عمل لانے کے متعلق بھرپور واقفیت حاصل ہوگی۔

سیکھنے کے مقاصد: اس باب کے مطالعے سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ سبق کی منصوبہ بندی کیوں ضروری ہے؟

☆ مبنی بر عمل اکتسابی نظام کو اختیار کرتے ہوئے اُس کی وضاحت کرنا۔

☆ مبنی بر عمل اکتسابی نظام کے تحت سبق کی منصوبہ بندی کرنا۔

☆ روایتی طریقۂ تعلیم کے تحت سبق کی منصوبہ بندی کرنا۔

☆ اکتساب اور تدریس کے امدادی آلات تیار کرنا۔

☆ متعلم اساتذہ عملی اکتساب کے طریقہ کار (ALM) کی وضاحت کرینگے۔

☆ متعلم اساتذہ عملی اکتساب کے طریقہ کار (ALM) کے تحت سبق کی منصوبہ بندی کریں گے۔

☆ متعلم اساتذہ عملی اکتساب (ALM) کے طریقہ کار سے متعلق امدادی آلات تیار کرینگے۔

سبق کی منصوبہ بندی کی اہمیت: تدریس کو کامیاب بنانے میں تدریس کی منصوبہ بندی کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ کیا پڑھانا ہے؟ کیسے پڑھانا ہے؟ اس بات کو پیشگی طور پر طے کرلینا چاہئے۔

سبق کی تدریس کا اہم مقصد متعین کرنا، سبق کے آغاز کا طریقہ، نئی معلومات کو یکجا کرنے کا طریقہ، اکتساب اور تدریس کے امدادی آلات کے استعمال کا طریقہ، تدریسی عمل کے بعد تدریسی مقاصد کی جانچ کرنا، ان تمام باتوں پر متعلم

استاد کو پہلے ہی غور وخوض کر لینا چاہیئے۔

تدریس کی مشق کو صحیح رخ پر لے جانے اور تدریس کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ایک اچھے تدریسی منصوبے کی تیاری بے حد ضروری ہے۔

سبق کی منصوبہ بندی کی عمدہ خصوصیات

☆طلباء میں سیکھنے کی فطری خواہش موجود رہتی ہے جس کے پیش نظر متوقع اکتسابی نتائج پر مبنی طریقے، اور امدادی آلات کی فہرست تیار کی جائے۔

☆سبق کا نمونہ تفصیل سے دیا جائے۔

☆ہر ایک جُز کے لئے ایک مقررہ وقت متعین کر دیا جائے۔

☆متوجہ کرنا، متعارف کرانا، سبق کے موضوع کے درجہ بہ درجہ ارتقاء کے لئے وقفہ دیا جائے۔

☆ہم جماعت طلباء کے درمیان باہمی اکتساب کی سرگرمی پیدا کرنا چاہیئے۔

☆اعادہ کے ذریعے علم کو مستحکم بنانے میں تدریسی عمل شامل ہونا چاہیئے۔

☆سبق کے ذریعے جو معلومات فراہم کی گئی ہیں ان میں اضافہ کے لئے مختلف طریقے بتائے جائیں۔

☆سبق کی منصوبہ بندی میں متعلم اساتذہ کے لئے ضروری باتوں کی نشاندہی کرنا چاہیئے۔

☆سبق کی منصوبہ بندی کا مطلب یہ نہیں کہ صرف موضوع کے متعلق معلومات فراہم کر دئے جائیں بلکہ اس کے سوا بھی بہت کچھ ہے۔ دراصل اس کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ طلباء میں علم کے حصول کا شوق پیدا کیا جائے کیونکہ ہر بچہ اپنی جگہ پر ایک اپنا علحدہ وجود رکھتا ہے اس لئے تعلیم کے ذریعے اس کے اندر سیکھنے کے جذبات کو متحرک کرنا چاہیئے۔

ایک ہی درجہ میں موجود مختلف طالب علموں کے خیالات مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ سبق کی منصوبہ بندی کا منشاء یہ ہونا چاہیئے کہ ہر سطح کا ذہن رکھنے والے طالب علم اس سے استفادہ کر سکے۔ اس کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جانے چاہیں۔ درجے کے مطابق اور ضرورت کے مطابق سبق کو دلچسپ بنانے کے طریقے اپنائے جائیں۔

مختلف درجوں کو مختلف طریقے سے سکھانے کے عمل کو سبق کی منصوبہ بندی میں شامل کیا جائے۔ ۲۰۰۵ کے (National Curriculum Framework) قومی نصاب کا سانچۂ عمل میں بیان کردہ نظریات کے نفاذ کو

منصوبہ بندی میں شامل کیا جائے۔

پہلی جماعت سے چوتھی جماعت کے طلباء کو مبنی پر عمل اکتساب (ABL) کے طریقے ،اس کے بنیادی اصول، خصوصی نکات۔ سیکھنے کے کارڈ، سیڑھی کے چارٹ، گروپ کارڈ، مشق کے چارٹ وغیرہ کے ذریعے بہتر طور پر سیکھنے کے مواقع فراہم کئے جائیں

اساتذہ کے تربیتی نصاب کے تحت یہ ضروری ہے کہ متعلم اساتذہ کو چاہئے کہ وہ کسی مدرسے کو جائیں اور خود کو تدریس کے مشغلے میں شریک کریں۔ DTE کے سالِ اول اور سالِ دوم کے دوران متعلم اساتذہ کو چاہئے کہ وہ کسی مدرسہ کو جا کر ۳۰ دن کے لئے تدریس کی مشق (Teaching Practice) کریں۔

پہلی جماعت سے چوتھی جماعت تک سبق کی منصوبہ بندی:

پہلی جماعت سے چوتھی جماعت تک مبنی بر عمل اکتساب (ABL) کے طریقے کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق تدریس کے لئے درسی کتب کے بجائے عملی سرگرمی کے کارڈس استعمال کئے جاتے ہیں۔

درسی کتب میں موجود صلاحیتوں کی بنیاد پر چھوٹی چھوٹی یونٹ کی شکل میں تعلیمی سرگرمی کے کارڈس تیار کئے جاتے ہیں۔ ہر ایک سیکھنے کی سیڑھی کو زنجیر کی شکل میں جوڑا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اساتذہ معاون کی حیثیت سے اپنا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

ہر سیکھنے کی سطح میں درج ذیل کا ہونا لازمی ہے

۱۔ صلاحیتوں کے فروغ کے لئے تحتانی درجوں کے عمل

۲۔ اعادہ کے ذریعہ یادداشت کے عمل

۳۔ مشق کے عمل

۴۔ تعین قدر کے عمل

۵۔ اصلاح کے عمل

۶۔ ترقی کرنے کے عمل

متعلم اساتذہ کو ہر ایک عملی کارڈ اور اس کے نشانات سے واقفیت ہونی چاہیئے۔

مبنی بر عمل اکتساب کے طریقے کے تحت کارڈس، نشانات، سیکھنے اور سکھانے کے طریقوں سے متعلق متعلم اساتذہ کو واقف ہونا چاہیئے۔

مبنی بر عمل اکتساب کا طریقہ درجہ میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

☆مبنی بر عمل اکتساب کے طریقے کو اختیار کرنے والے متعلم اساتذہ کے لئے ضروری ہدایات:

☆اسکول میں ہونے والے صبح کے اجتماع (اسمبلی) میں طلباء کو شریک ہونے میں معاون ہونا چاہیئے۔

☆طلباء اپنی حاضری کا خود اندراج کرتے ہیں یا نہیں، اس کا معائنہ کرنا چاہیئے۔

☆موسمی چارٹ پر طلباء موسم کی تبدیلیوں کے متعلق اندراج کرتے ہیں یا نہیں اس پر نظر رکھنی چاہیئے۔

☆حفظان صحت کے چاک پر اندراج کرتے ہیں یا نہیں دیکھنا چاہیئے۔

☆طلباء کو نصف دائرہ یا "ن" کی شکل میں ترتیب دے کر انہیں چاق و چوبند کرنے کے لئے پانچ منٹ جسمانی ورزش دی جائے

☆طلباء کو پڑھنے کے لئے ضروری اسباق کے گروپ کے کارڈس چُن کر گروپ یا جماعت میں ترتیب دینا چاہیئے۔

☆تمام طلباء اپنے سیکھنے کے کارڈس اٹھا کر اس کے مطابق کے گروپ میں بیٹھنے میں اساتذہ کو مدد کرنا چاہیئے۔

☆متعلم استاد کو چاہیئے کہ ان طلبہ کی مدد کریں جو خود پڑھنے کے کارڈ اٹھا کر گروپ میں بیٹھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔

☆اساتذہ کی مکمل مدد سے عمل کرنے والے گروپ کے طلبہ کو متعلم اساتذہ پڑھنے اور لکھنے میں مدد کرنا چاہیئے۔

☆کسی ایک گروپ میں طلبہ کی تعداد زیادہ ہو تو متعلم استاد کو چاہیئے کہ آہستہ سیکھنے والوں کی مدد کرے اور ان کی سیکھنے کی سیڑھی میں آگے بڑھنے میں تعاون کرے۔

☆دوسرے گروپ کے جن طلباء کو مدد کی ضرورت پیش آتی ہے متعلم استاد کو چاہیئے کہ وہاں پہنچ کر ان کی مدد کرے۔

☆کم اونچائی کے تختہ سیاہ پر بچوں کو لکھنے میں مدد کرنے کے علاوہ انہیں اپنی ورک بک میں لکھنے میں بھی مدد کرنا چاہئے۔

☆طلباء کو زیادہ سے زیادہ لکھنے کی مشق دینا چاہئے۔

☆سیڑھی کے درجے میں نصابی اکتساب کے عملی کارڈس اٹھانے کے دوران بچوں کو نصابی کتاب کا استعمال کرنے کی اہمیت بتانا چاہئے۔

☆متعلم استاد کو چاہئے کہ وہ بچوں کے ساتھ کٹھ پتلی کے کھیل ترتیب دیں۔

☆طلبہ حاصل کردہ چارٹ پر کس طرح نشان کرتے ہیں ان کو نوٹ کرنا چاہئے۔

مبنی بر عمل اکتساب (ABL) کے طریقے میں ایک سے زیادہ جماعت کے طلبہ ہوتے ہیں۔ ہر گروپ میں کئی سطح (Level) کے طلبہ ہوتے ہیں ۔اس لئے متعلم استاد پہلے ہی سبق کا منصوبہ تیار نہیں کرسکتا وہ کلاس کے طلباء کی سرگرمیوں سے متعلق ایک روداد پیش کرینگے۔ جس کے ذریعے طلباء کو دوسرے دن کی پڑھائی کے لئے منصوبہ تیار کرنے میں انہیں آسانی ہوگی۔

پانچویں جماعت کے سبق کا منصوبہ:

پانچویں جماعت میں روایتی طریقے سے سبق کا منصوبہ تیار کیا جاتا ہے جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

☆صلاحیتیں (سیکھنے کے نتائج)

☆متوجہ کرنا (Motivation)

☆سیکھنے سکھانے کا عمل: (Teaching Learning Activities)

☆تعین قدر (Evaluation)

☆عملی مشق (Follow up work)

سیکھنے کے نتائج: پانچویں جماعت کی درسی کتاب کے آخر میں صلاحیتوں کی فہرست دی جاتی ہے۔اس کے علاوہ اس حصے میں زبانی صلاحیتوں کے ساتھ طلباء کے اخلاق وعادات، زبان اور وطن سے محبت اور تہذیبی عناصر کی جانچ کی جاتی ہے۔

متوجہ کرانا: متعلم استاد کو چاہئے کہ وہ طلباء کو سبق کی طرف متوجہ کرے۔ طلباء کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں سبق کی طرف متوجہ کرنے کے لئے متعلم استاد کو چاہئے کہ وہ کہانیوں ، گیتوں ، پہیلیوں اور واقعات وحکایات سنائے۔

سیکھنے سکھانے کے عمل: اس عمل کے دوران طلباء کو سبق کی طرف متوجہ کرانے کے لئے تعلیمی امدادی اشیاء جیسے تختۂ سیاہ کا استعمال ،تصویریں کھینچنا، گیت ترنم کے ساتھ پڑھنا ،سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لئے طلباء کو جواب دینے کی طرف راغب کرنا وغیرہ شامل ہے۔ متعلم استاد کو چاہئے کہ وہ کلاس میں نظم وضبط قائم کرکے ہر ایک طلبِ علم پر نظر رکھے۔ سیکھنے سکھانے کے عمل میں چاہئے کہ سبق کے مضمون اور صلاحیتوں پر غور کرے۔

سبق کی تدریس کو موثر بنانے کے لئے مناسب سیکھنے کے طریقے جیسے کھیل کا طریقہ، انکشافی طریقہ، خود بخود سیکھنے کا طریقہ ایک طالبِ علم دوسرے طالب علم کی مدد سے سیکھنا ، سبق کو اور دلچسپ بنانے کے لئے تعلیمی سیر وتفریح بھی ضروری ہے۔

سیکھنے کے نتائج میں دی گئی زبان کی صلاحیتوں کے علاوہ اخلاق وعادات اور حب الوطنی کے جذبات کے فروغ کے متعلق معلومات سیکھنے سکھانے کے عمل میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

زبان کے سبق سکھانے کا مقصد یہ ہے کہ زبان کی صلاحیتوں کو فروغ دینا اور کردار کی تشکیل کرنا ہے۔

تعین قدر: کلاس میں سکھائے ہوئے سبق کی جانچ کرنے کے لئے پہلے ہی سے سوالات کی فہرست تیار کرنا ضروری ہے۔

عملی مشق: Follow up work سبق کے مطابق طلباء کو گھر پر کرنے کے لئے کچھ مشق دی جاتی ہے اس کے علاوہ انکی دلچسپی بڑھانے کے لئے سیر وتفریح پر لے جانا چاہئے۔ جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹانڈ، پوسٹ آفس وغیرہ ،طلباء کو ہدایت دی جانی چاہئے کہ وہاں کی کارروائیوں کو نوٹ کریں۔

تعلیمی سرگرمیاں

کلیدی لفظ کی تلاش

مقصد : اشاروں کی مدد سے کلیدی لفظ بنانا۔

ہدایت : مثال کے مطابق بے ترتیب حروف سے لفظ بنائیں اور دائرون میں درج شدہ حروف کی مدد سے کلیدی لفظ بنا کر مصرعہ / جملہ مکمل کریں:

کھلاڑی : دو وقت : چھ منٹ نمبر: صحیح لفظ کے لئے ایک اور کلیدی لفظ بنانے پر دو

مثال : (1) دن ص ل =

(2) ب خ ر =

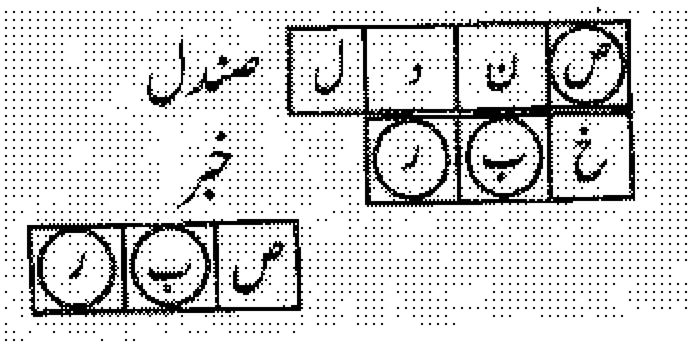

صبر اعلیٰ کردار کی نشانی ہے۔=

پہلا کھلاڑی :

الف : (1) ت ع ب ی ط =

(2) س ف ل م =

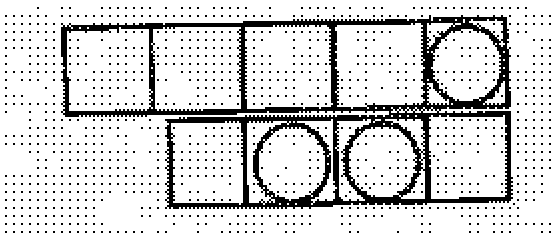

وہ.......... کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

ب : (1) ر ک س ت =

(2) گ س ن =

(3) ا ج م ن =

(4) ش ک ی ت =

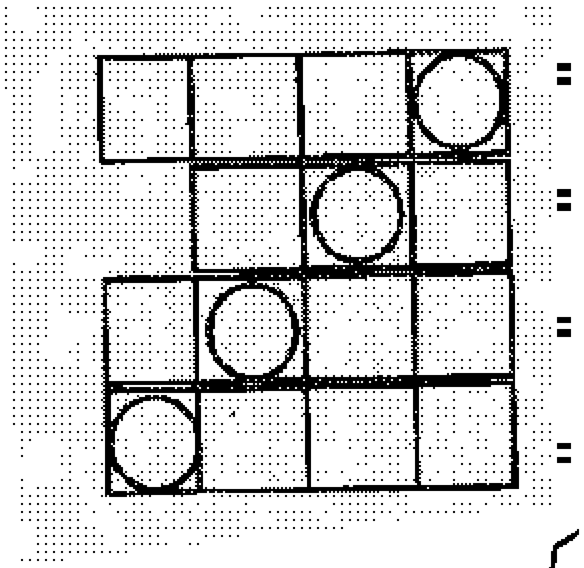

خود اعتمادی کامیابی کی.............. ہے

دوسرا کھلاڑی:

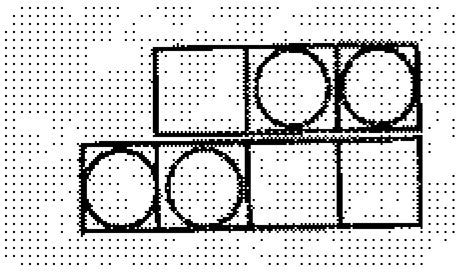

الف : (1) س ح د =

(2) دق رت =

.... اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

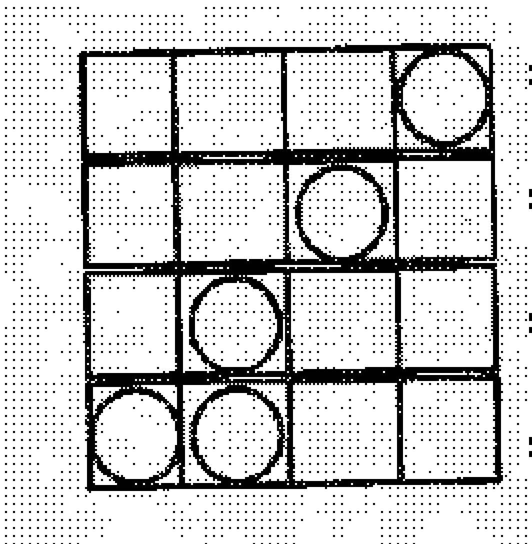

ب : (1) زن م ل =

(2) ف س ے د =

(3) اک ل ا =

(4) دا س ا ی =

سستی............ کی ماں ہے۔

جوابات کھلاڑی:1 الف): (1) طبیعت (2) مفلس کلیدی لفظ: طفل

ب): (1) کسرت (2) سنگ (3) انجم (4) کشتی کلیدی لفظ: کنجی

کھلاڑی:2 الف): (1) حسد (2) قدرت کلیدی لفظ: حسرت

ب): (1) منزل (2) سفید (3) اکیلا (4) اداسی کلیدی لفظ: مفلسی

چچا جُمن بنے چور

مقصد : صحیح مقام پر نقطے لگانا۔

ہدایت : چچا جمن کی اس دلچسپ کہانی کو لکھتے ہوئے ننھے چھٹن نے کئی الفاظ کے نقطے ہضم کیے ہیں اور کئی نقطوں کو غلط جگہوں پر لگایا ہے۔ ان الفاظ کو پہچان کر چھٹن کا اِملا درست کیجیے۔

کھلاڑی : ایک وقت : دس منٹ نمبر : صحیح لفظ کی پہچان پر ایک

چچا جمن کو من گھڑت کہانیاں سنانے کا بڑا شوق تھا۔ وہ ہمیشہ شیخی بگھارا کرتے اور بچے جب چاپ ان کہانیوں کا مرا لیتے ۔ ایک دن جوروں نے چچا جمن کے گھر دھاوا بولا۔ رات کے دو بجے وہ گھر لوٹے ۔ جیسے ہی انھوں نے دروازے کو ہاتھ لگایا وہ پھٹاک سے کھل گیا۔ کمرے میں ہر چیز نکھری تھی۔ ان کا حلق خسک ہونے لگا۔ انہوں نے

فریج سے نانی کی بوتل نکال کر ابھی منہ سے لگائی تھی کہ ایک نے ان کا منہ دبایا، دوسرے نے لاتوں اور گھوسوں کی برسات کردی۔ انھوں نے ہمت کرکے ایسا ہتھا تھمایا کہ دونوں دور جا گرے۔ چوروں نے فوراً کھڑکی سے چھلانگ لگائی اور فو چکر ہوگئے۔ چچا جمن ہانپتے کانپتے چور چور چلانے لگے اور ندحواسی کے عالم میں انہوں نے کھڑکی کی سلاجوں سے اپنا کدو جیسا سر آگے کیا جو زری طرح پھنس گیا تھا، تھوڑی ہی دیر میں پڑوسی جمع ہوگئے، کسی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ سب چچا چمن کو چور سمجھ کر پیٹنے لگے۔ انھوں نے کراہتے ہوئے کہا بھائیو تم لوگ مجھے ناحق پیٹ رہے ہو ذرا میری بھی سنو۔ میں خور نہیں، تمہارا چمن چاچا ہوں۔ جدا کے لئے مجھے اس مصیبت سے نکالو۔ ورنہ میں........میں ....مرجاؤں گا۔

جواب من گھڑت بڑا شیخی چپ مزا چوروں بجے دروازے
بکھری بکھری خشک فریج پانی بوتل لاتوں گھونسوں ہتھا جمایا
چھلانگ رفو چکر ہانپتے کانپتے چلانے بدحواسی سلاخوں بُری پڑوسی
جمع جمن پیٹنے بھائیو ناحق پیٹ چور جمن خدا

آؤ نا ہم بھی سیر کریں گول گنبد کی

مقصد : املا میں صحیح حرف لکھنا۔

ہدایت : ''بوجھو تو جانیں'' کے تحت ایک پہلی پوچھی گئی ہے۔ پہلے اُس کو بوجھے۔ پھر معمہ میں دیئے گئے حروف کی مدد سے بننے والے الفاظ کے ذریعہ جملے مکمل کیجئے۔

کھلاڑی : ایک وقت : پانچ منٹ نمبر : پہلی بوجھنے پر پانچ، معمہ مکمل کرنے پر دس

پہلی........: میں وہ حرف ہوں جس کے نیچے ایک نقطہ لگانے سے حروفِ تہجی کا دوسرا حرف بن جاتا ہوں اور نقطہ کے اوپر لگانے سے میرا مقام بتیسواں ہوجاتا ہے۔ میں کبھی کبھی الفاظ میں بتیسویں حرف کے بعد آتا ہوں۔ جس کی وجہ سے مجھ پر اکتیسویں حرف کا گمان ہوتا ہے۔ بتایئے میرے کتنے روپ ہیں؟ ایک اور بہروپیے کا نام بتایئے جس کا شمار تو حرف کے طور پر نہیں ہوتا لیکن اس کے اضافے سے تیسویں حرف کی آواز ادا ہوتی ہے۔

(دائیں سے بائیں)........ سیر پر نکلنے کی تیاری کرنے لگی۔ امی نے کہا یہ کیا؟ تم نے اپنے بیگ کو عمرایار کی........ سمجھ رکھا ہے۔ یاد نہیں تمھیں...... پر کھڑے مولوی صاحب کیا کہہ رہے تھے۔ کام کی باتوں کو تم........ بھلا دیتی ہو۔

تمہارے آگے بین تو کیا........ بجانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔ ابو نے........ کی اور دُلارتے ہوئے کہا میری بٹیا .... سدھر گئی ہے۔

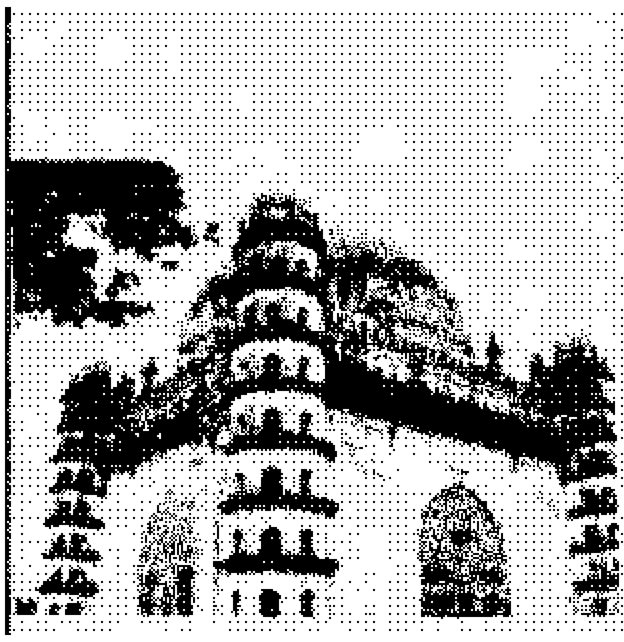

		8چ					10گ		
	1ع	ن	ب	ر		3م	ن	ب	ر
2ز	ن	ب	ی	ل			ب		
		ے			4ع	م	د	ا	
		ل		9ک		11ق			
		ی		ن		و			
		5ط	ن	ب	و	ر	ہ		
6ت	ن	ب	ی	ہ		ا			
		7ن	س	ب	ت	ا			

(اوپر سے نیچے) اُسی وقت اس کی سہیلی...... آ پہنچی اور فقرہ کسا واہ کیا خوشحال....... ہے۔ خیر یہ تو بتاؤ ہمیں........ کی سیر کے لئے کب چلنا ہے۔ اس نے کہا نیکی اور پوچھ پوچھ۔ دونوں نے....... اپنا بیگ اٹھایا اور خدا حافظ کہہ کہ نکل پڑیں۔

پہیلی کا جواب : ب،ن،م،تنوین ( )

دائیں سے بائیں : عنبر زنبیل منبر عمداً طنبورہ تنبیہ نسبتاً

اوپر سے نیچے : چنبیلی کنبہ گنبد فوراً

دل باغ باغ ہوگیا

مقصد : جملوں میں الفاظ کی تکرار کی اہمیت کو سمجھنا۔

ہدایت : دائروں میں دیئے گئے موزوں الفاظ کی تکرار سے جملے مکمل کیجئے۔

کھلاڑی :ایک وقت :چار منٹ نمبر: آٹھ

(1) کچھ دیر پہلے ہوا...... ...... کر رہی تھی۔ کسی کے ہاتھ سے
چھتری چھوٹ گئی تو کسی کا پیر پھسل گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسم بدل گیا۔

(2) بادل...... ..... کر آنے لگے۔

(3) لو...... ......بوندا باندی بھی شروع ہوگئی۔

(4) ہر طرف مٹی کی...... ......خوشبو مہکنے لگی ہے۔

(5) چلو چل کر....... ......برسات کا مزا لوٹیں۔

(6) ایسا موقعہ...... ......نہیں آتا۔

(7) آہا...... ......نشے میں ڈوب گیا ہے۔

(8) ....پھوار کا مزا ہی کچھ اور ہے۔

(9) اس سہانے موسم کا لطف اٹھاتے ہوئے دل...... ......ہوگیا۔

روم
سوندھی
اُمڈ
رم جھم
بار
ٹھنڈی
باغ
ہلکی
سائیں

جواب: سائیں سائیں۔ اُمڈ اُمڈ۔ ہلکی ہلکی۔ سوندھی سوندھی۔ رم جھم رم جھم۔
بار بار۔ روم روم۔ ٹھنڈی ٹھنڈی۔ باغ باغ

ذرا ان کی بھی سُنیے

مقصد : جملوں میں الفاظ کی تکرار کی اہمیت کو سمجھنا

ہدایت : حسبِ ذیل فہرست سے مناسب اسما کو چن کر ہر جملے کے ابتدائی حصے کو پُر کیجیے، پھر اپنے طور پر موزون الفاظ کی تکرار سے مکالموں کو مکمل کیجیے۔

کھلاڑی : ایک وقت : پانچ منٹ نمبر : دس

مثال : بھیا نے ڈانٹتے ہوئے کہا شاہی تم نے اس قدر قیمتی گلدان چور چور کر دیا

1 عدالت میں......نے بیان دیتے ہوئے کہا ''جج صاحب! میں نے...... ......دور سے گولیوں کی آواز سنی تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔

2 ......پیر پٹکتی ہوئی آئی اور کہنے لگی ممی! میں نے گھر کا...... ......چھان مارا لیکن میری کتاب نہیں ملی۔

3 ......نے کراہتے ہوئے کہا ڈاکٹر صاحب! میں دوائیاں...... ...... تنگ آ چکا ہوں۔

4 ......بچوں پر چلانے لگے یہ کیسا زمانہ آ گیا ہے۔ آج...... ......ٹی وی کا دیوانہ ہے۔

5 ......دکان کی سیڑھیاں اترتے ہوئے کہنے لگا "اِس شہر میں تو...... ......پر دھوکا ہے۔

6 ......بچوں کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگیں "فضول خرچی بری عادت ہے...... ......سے دریا بنتا ہے۔

7 ......اپنے عزیز دوست سے فرمانے لگے حضور والا! تشریف لائیے...... ......پر کھانے والے کا نام لکھا ہے۔

8 ......ڈنڈا لے کر غریب بچھڑے کے پیچھے بڑبڑاتے ہوئے دوڑنے لگا "میں نے...... ...... کی حفاظت کی ہے اور تو میری محنت کو مٹی میں ملانے آ گیا۔

9 ......نے ساہوکار سے التجا کی سرکار مجھ پر رحم کیجئے۔ اگلی فصل پر میں آپ کا پیسا لوٹا دوں گا۔ آپ بھی جانتے ہیں نا میرا...... قرض میں ڈوبا ہوا ہے۔

10 ......نے رامو کو ڈانٹتے ہوئے کہا "تمھیں سامنے رکھی چیز بھی دکھائی نہیں دیتی۔ تم...... ......کے اندھے ہو۔

(نواب صاحب، داداجی، مریض، مالی، ارباز، گواہ، تبسم، کسان، نانی امی، مالک)

جواب: (گواہ۔ چلتے چلتے) (تبسم۔ چپہ چپہ) (مریض۔ کھاتے کھاتے) (داداجی۔ بچہ بچہ)
(ارباز۔ قدم قدم) (نانی امی۔ قطرہ قطرہ) نواب صاحب۔ دانے دانے) (مالی۔ پتے پتے)
(کسان۔ بال بال) (مالک۔ جنم جنم)

ایک سے بھلے چار

مقصد : واحد جمع کی پہچان۔

ہدایت : حصہ "الف" میں دی گئی تصاویر کی مدد سے خالی دائرون کو پُر کر کے صحیح لفظ بنائیے۔ لفظ مکمل ہونے کے بعد آپ یہ جان جائیں گے کہ کچھ لفظ واحد اور کچھ جمع ہیں۔

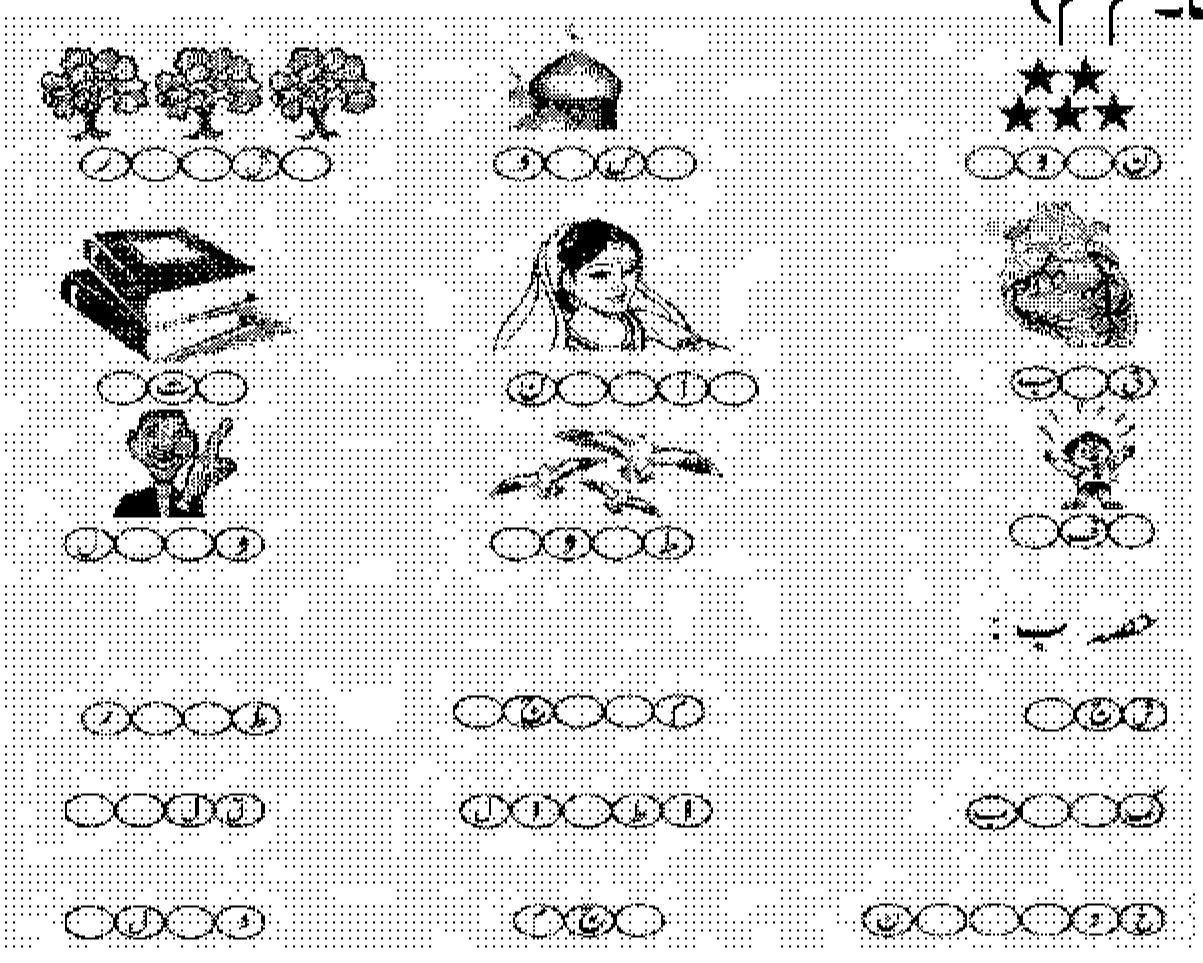

ان الفاظ کو ذہن میں رکھ کر حصہ "ب" کے خالی دائروں کو مناسب حروف سے پُر کرتے ہوئے واحد الفاظ کی جمع اور جمع کی واحد بنایئے۔ جواب: حصہ الف : نجوم، مسجد، اشجار قلب، خاتون، کتب طفل، طیور، وکیل

حصہ ب : شجر، مساجد، طائر کتاب، اطفال، قلوب خواتین، نجم، وکلا

<u>نشانہ لگایئے</u>

مقصد : اضاد کی پہچان

ہدایت : جدول میں دیئے گئے الفاظ کے اضداد پر نشانہ لگایئے

کھلاڑی : ایک وقت: پانچ منٹ نمبر: ہر لفظ پر ایک

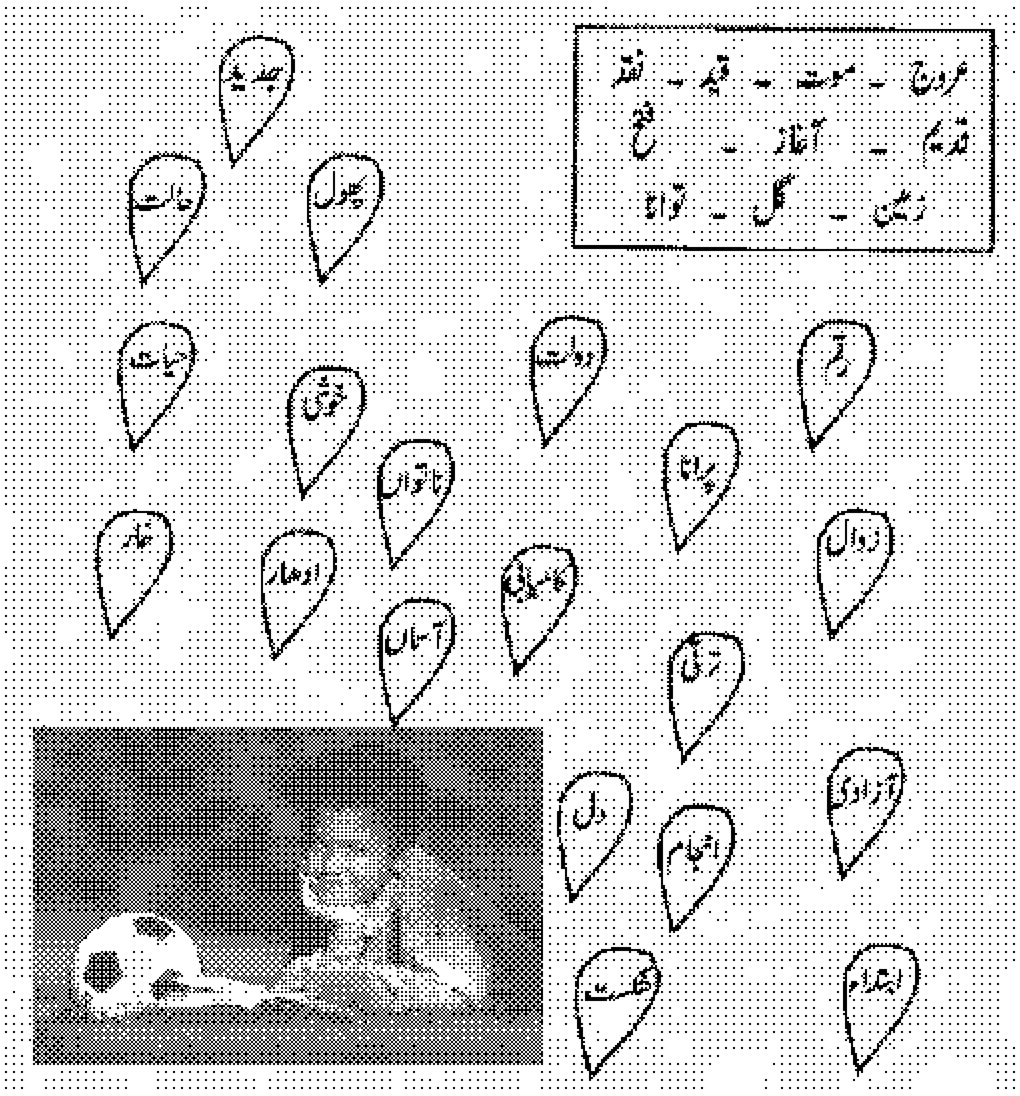

جواب: زوال حیات آزادی اُدھار جدید انجام شکست آسمان خار ناتواں

ٹریفک جیام

مقصد : اسماء کے جنس کی پہچان۔

ہدایت : چوراہے پر ٹریفک جیام ہے۔ ٹریفک میں پھنسے اسماء میں کتنے مذکر اور کتنے مؤنث ہیں پہچانیے۔

کھلاڑی: چار وقت: چھ منٹ نمبر: ہر صحیح لفظ پہچانئے پر ایک

جواب: کھلاڑی 1:

مذکر مؤنث

پرندہ، پتھر، راستہ ندی، زمین

پانی، شکاری، درخت

کھلاڑی 2: پروانہ، آنسو

آنکھ، شمع، رات صبح، قسمت محفل

کھلاڑی 3: دل، جوش، سفر، خدا،

قدم دھڑکن، دعا، منزل، سانس

کھلاڑی 4: آسمان، سمندر، بادل،

موسم گرمی، بجلی، برسات، لہریں

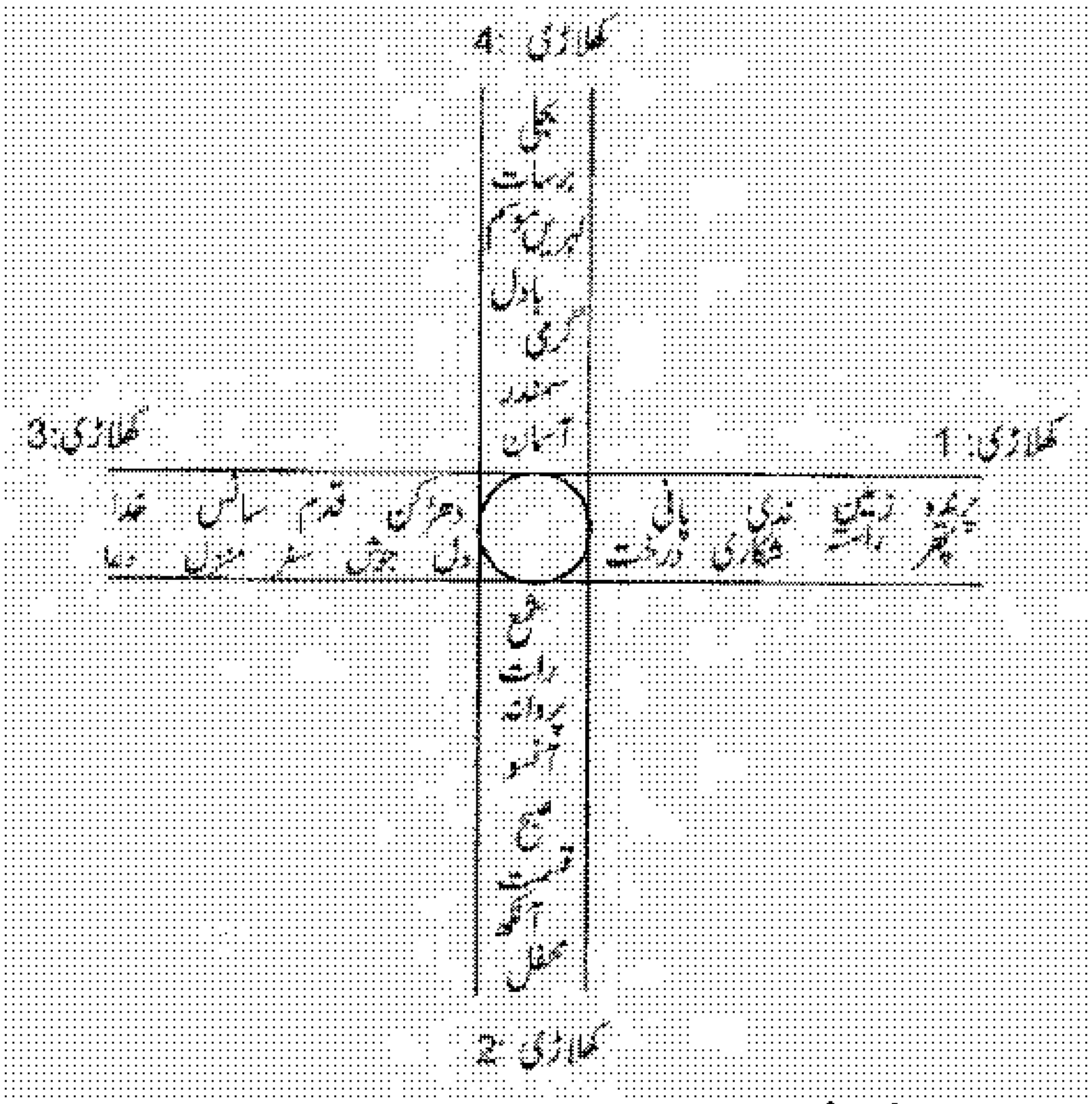

''ہم شکل نہیں ہم معنی ہیں''

مقصد : مترادت الفاظ کی گروہ بندی

ہدایت : جدول میں دیئے گئے ہم معنی الفاظ کو چن کر مثال کے مطابق مختلف خاکوں میں لکھے

کھلاڑی : ایک

وقت: پانچ منٹ نمبر : دس

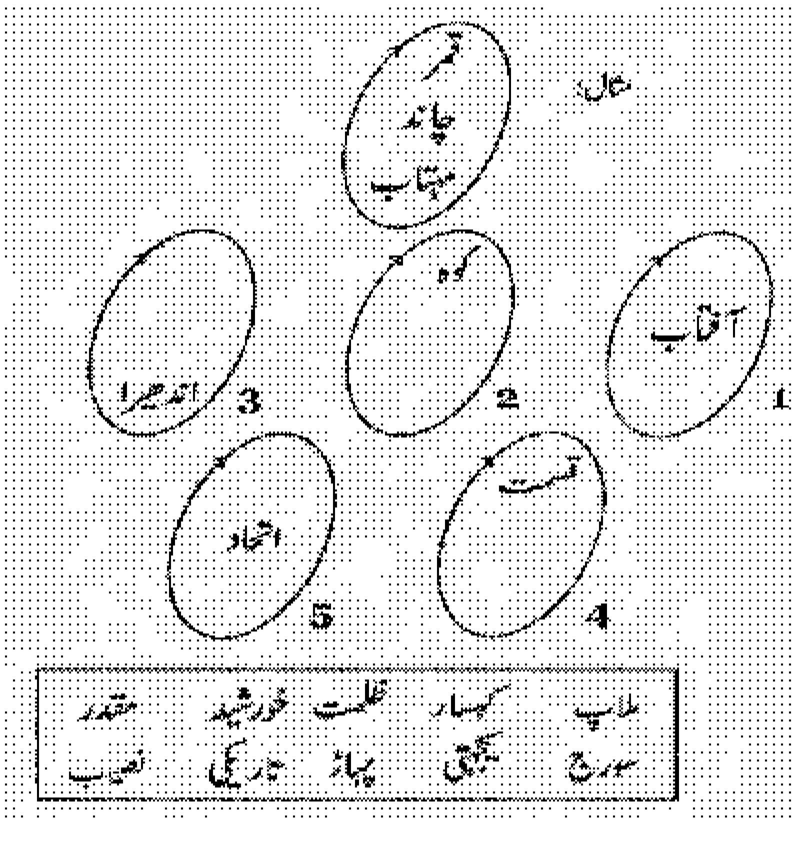

ملاپ کہسار ظلمت خورشید مقدر

سورج یکجہتی پہاڑ تاریکی نصیب

جواب: (1) خورشید، سورج (2) پہاڑ، کہسار

(3) ظلمت، تاریکی

(4) نصیب، مقدر (5) ملاپ

سمندر کی سیر

مقصد : متعلقات کا استعمال۔

ہدایت : اس جزیرے میں لکھے الفاظ کی مدد سے ذیل کی عبارت مکمل کیجیے اور سمندر کی سیر کا لطف اٹھایئے۔

کھلاڑی : ایک وقت : پانچ منٹ نمبر: ہر صحیح جواب پر ایک

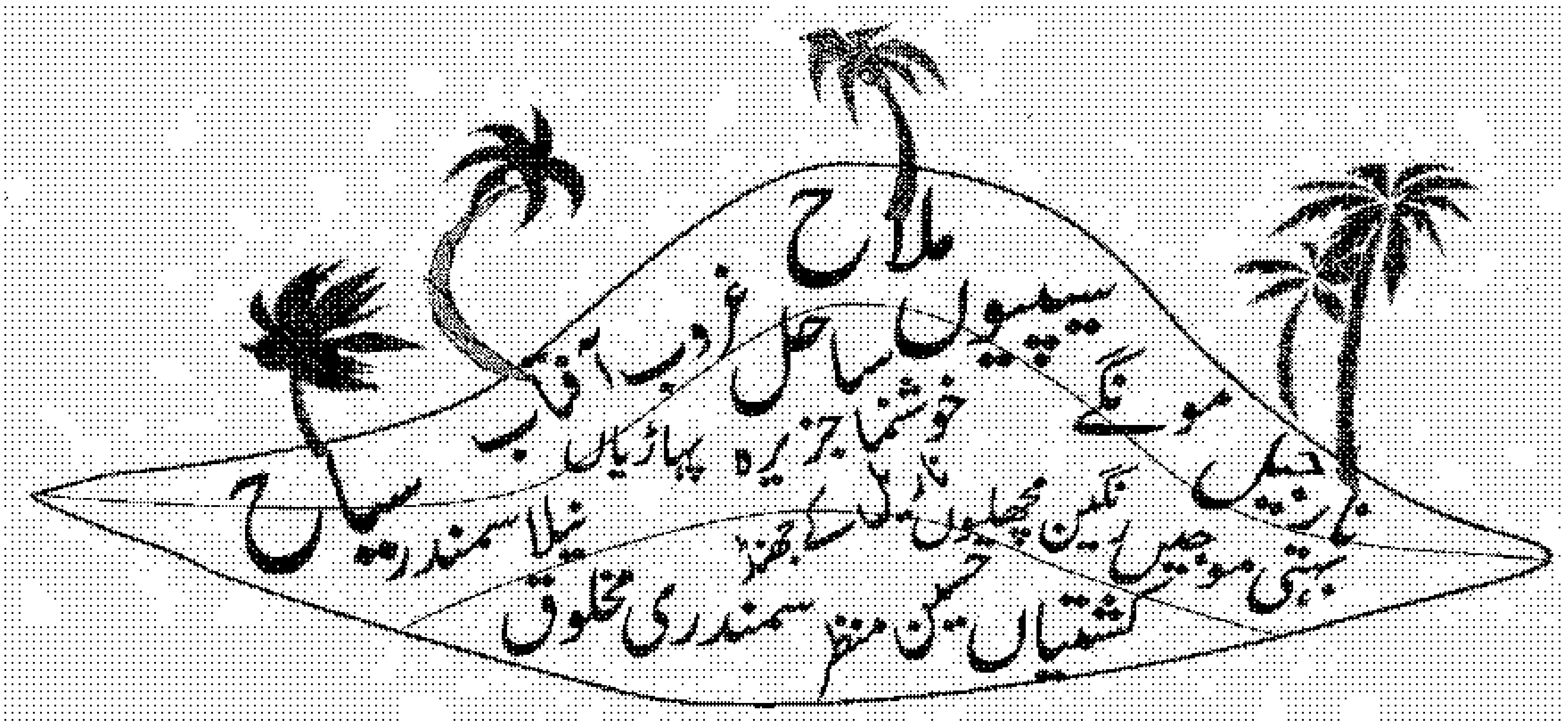

یہ گہرا................ دھیمی دھیمی................ تیرتی ہوئی................ ساحل کے قریب پھیلی

خاکستری............ اونچے اونچے .... اور............ کا............ ہر ایک کو

دیوانہ بنا دیتا ہے۔............ کشتی میں سوار کبھی................ کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو کبھی دوربین

سے............ کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔............ پر بیٹھے لوگ بکھرے ہوئے................

اور...... کو خزانے کی طرح سمیٹتے ہیں اور............ سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہ قدرت کا حسین شاہ

کار ہے۔

جواب: نیلا سمندر بہتی موجیں کشتیاں پہاڑیاں

ناریل کے جھنڈ غروب آفتاب حسین منظر سیاح رنگین مچھلیوں

سمندری مخلوق ساحل مونگے سیپیوں نارجیل خوشنما جزیرہ

باب ۱۱ اُردو زبان کی تدریسی صلاحیتوں میں اضافہ

XI - Developing the Urdu Language Teaching Competency

تعارف:۔ تعلیمی ذرائع کا انحصار دو چیزوں پر ہے ایک تدریس اور دوسرا سیکھنے کا عمل۔ جب کبھی تدریس کا عمل انجام پاتا ہے تو ہمیشہ اس سے اکتساب کے نتائج برآمد نہیں ہوتے۔

سیکھنے کے عمل کو مکمل بنانے کے لئے تدریسی عمل کا موثر ہونا ضروری ہے لہٰذا متعلم اساتذہ کو چاہئے کہ وہ اپنی تدریسی صلاحیتوں میں اضافہ کریں اور تجربہ کار اساتذہ کے تدریسی عمل سے استفادہ بھی کریں۔ مشاہدہ کے دوران متعلم اساتذہ تدریسی تکنیک پر غور کرتے ہوئے زیادہ سیکھنے کے عمل کو تقویت پہنچا سکتے ہیں۔ غرض اس باب میں مبنی بر عمل اکتساب، روایتی تعلیم، عملی اکتسابی طریقہ کا مشاہدہ، مشاہدہ کا فارم پُر کرنا اور مواد کی فراہمی سے متعلق تربیت پانے والے اساتذہ جانکاری حاصل کریں گے۔

سیکھنے کے نتائج:۔

اس باب کو پڑھنے کے بعد متعلم اساتذہ اس قابل ہو جائیں گے کہ

1. تدریس کے دوران مشاہدے کی اہمیت اور ضرورت واضح ہو جائے گی
2. مشاہدے کے فارم کو پُر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔
3. متعلقہ مواد کی فراہمی کی صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی۔
4. حوالہ جاتی کتب کے اندراج سے واقفیت حاصل ہو جائے گی۔

مشاہدے کی اہمیت:۔ Importance of Observation

مشاہدہ وہ تجربہ ہے جو متعلم اساتذہ اسکول جا کر تجربہ کار اساتذہ کے تدریسی عمل سے براہ راست فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تربیتی مدت میں یہ عمل دس دن پر مشتمل ہوتا ہے۔ متعلم اساتذہ بہت سارے عملی کاموں میں شریک ہوتے ہیں۔ تاکہ وہ تجربہ کار اساتذہ کے تدریسی عمل کا مشاہدہ کریں اور ایک باصلاحیت اُستاد بن سکیں۔ مشاہدہ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس سے ہم تجربہ کار اساتذہ کے تدریسی عمل کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ جس سے ہماری خامیاں جو تدریسی عمل کے دوران

پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں دور کیا جاسکتا ہے۔ مستقبل میں متعلم اساتذہ کو ایک باصلاحیت میر مدرّس بننے کے لئے بہت سارے اساتذہ کے تدریسی عمل کا مشاہدہ ضروری ہے۔

مشاہدے کے طریقہ کار:۔Observation of Activity Based Teaching (ABL)

پہلی جماعت سے لیکر چوتھی جماعت تک منی برعمل اکتساب کا طریقہ پانچویں جماعت میں روایتی طریقہ کار اور چھٹی جماعت سے آٹھویں جماعت تک عملی اکتساب کا طریقہ اختیارر کیا جاتا ہے۔

عملی کاموں پر مبنی مشاہدہ:

مشاہدہ کرنے سے پہلے متعلم اساتذہ کو منی برعمل اکتساب کے مراحل جیسے سیڑھی۔لوگو(نشان)۔ موسمی چارٹ، حفظانِ صحت کا چارٹ، سیکھنے کے کارڈس اور عملی کام سے متعلق بھرپور واقفیت رکھنا ضروری ہے۔

مشاہدہ چار جہتوں سے کیا جاتا ہے۔

(۱) کلاس روم کا مشاہدہ مع کلاس روم کی سہولیات

(۲) اسکول کے بچوں کی کارکردگی کا مشاہدہ

(۳) اساتذہ کی کارکردگی کا مشاہدہ کرنا

(۴) سیکھنے کے عمل کا مشاہدہ کرنا

ان تمام مشاہدوں کے لئے منضبط شدہ فارم دستیاب ہوتے ہیں۔ان فارموں کو پُر کرنا چاہئے۔اس کے بعد متعلم اساتذہ اپنے تاثرات کا اظہار انعکاس خیالات کے ذریعے درج کرنا چاہئے۔

انعکاسی اظہار

۱۔ کلاس کی مکمل تفصیلات

____

____

۲۔ متعلم استاد نے کیا سیکھا

۳۔روزمرہ زندگی اور کلاس روم کی کارکردگی میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے۔مثالوں سے واضح کیجئے۔

<u>روایتی طریقہٴ تدریس کا مشاہدہ:۔</u>

مشاہدہ کا فارم پُر کرنے سے پہلے متعلم اساتذہ کو استاد کی کارکردگی کی طرف متوجہ ہونا، تدریسی طریقہٴ کار پڑھانے اور سیکھنے کے اشیاء کا استعمال۔تختہ سیاہ کا استعمال، تنظیم جماعت، سوال پوچھنے کا طریقہ، اُستاد کا انداز تدریس، اُستاد اور طلباء کا باہمی اشتراک جیسے نکات کو ضبط تحریر میں لانا۔اُستاد کی تدریسی صلاحیتوں کو متعلم اساتذہ اپنانا چاہئے۔تدریس کے دوران گروپ بندی اور ہر گروپ کی کارکردگی سیکھنے سکھانے کے اشیاء کا استعمال۔تدریس کے پہلے اور بعد کی کارکردگی جانچنا اور سبق کی منصوبہ بندی کا مشاہدہ بغور کرنا چاہئے۔

اس طرح مشاہدہ کرنے کے بعد مشاہدہ فارم پُر کرنا چاہئے۔فارم پُر کرتے وقت صرف اچھا یا بہتر یا بہترین لکھنے کے بجائے جماعت میں جو کچھ بھی پیش آتا ہے اُسے تفصیل کے ساتھ لکھا جائے۔

<u>عملی اکتسابی طریقہٴ کار کا مشاہدہ:۔</u>

اس طرح کا طریقہٴ کار عموماً مڈل اور ہائی اسکول میں جماعت چھ، سات اور آٹھ کے لئے مخصوص ہے مندرجہٴ ذیل نکات کو ان جماعتوں میں ملحوظ رکھنا چاہئے

☆ عملی اکتسابی طریقے کے بنیادی نظریات۔

☆ طلباء کے سیکھنے کے دوران اُستاد کا ایک رہنما کی حیثیت رکھنا۔

☆ سیکھنے کی صلاحیتیں اور طریقے۔

☆ ازخود سیکھنا اور پڑھ کر سمجھنا۔

☆ سمجھنے کی قابلیت۔

☆ ازخود تمام کارکردگی میں شامل رہنا۔

☆ خیالی تصورات اور تصویر بنا کر حصوں کی نشاندہی کرنا۔

☆ پڑھنا، لکھنا اور ترتیب دینا۔

☆ بحث و مباحثہ کرنا۔

☆ مشکل کو آسان بنا کر سیکھنا

مشاہدے کا فارم پُر کرنا:۔

متعلم اساتذہ اپنے مشاہدات کی روشنی میں مشاہدہ کا فارم پُر کرنا چاہیے۔

فطری خوبیوں سے فائدہ اُٹھانا اور خامیوں کو دور کرنا:۔

جب ہم کسی بھی طریقۂ تدریس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔تو اس میں ایک اُستاد کا تدریسی طریقۂ کار، اُسکا برتاؤ، اظہار نتائج، حس مزاح، اپنے نظریات کی وضاحت، موازنہ کرنا، سوالات پوچھنے یا سوالات کرنے کا طریقہ بتانا اور پڑھانے اور سکھانے کے اشیاء کا استعمال دوسرے اُستاد سے جدا ہوتا ہے۔اس طرح متعلم اساتذہ دوران تدریس ان باتوں پر عمل پیرا ہو کر خامیوں کو دور کریں اور خوبیوں کو اپنائیں۔

مواد کو اکٹھا کرنے کی صلاحیت:۔

درسی کتاب اُستاد کے لئے صرف ایک رہنما ہے یہ سیکھنے کے لئے مکمل ذریعہ نہیں ہے درسی کتب میں شامل مضامین میں تمام تفصیلات موجود نہیں ہوتیں تدریس کو دلچسپ بنانے کے لئے اُستاد درسی کتابوں میں دیے گئے واقعات کے علاوہ مزید مثالوں اور مناسب وضاحت کے ساتھ بچوں کے دلوں کو متاثر کرنا چاہیے۔تدریس کو دلچسپ بنانے کے لئے اُستاد کو چاہیے کہ وہ مختلف کتابوں، حوالہ جاتی کتب، لغات، دائرۃ المعارف، اساطیری کہانیاں تبصرے، تحقیقات اور تنقیدی مضامین کو پڑھ کر بچوں کو معلومات فراہم کرے۔

حوالہ جاتی کُتب:۔

(1) دیوان غالب

(2) کلیات اقبال

(3) اُردو ڈرامے کا ارتقاء

(4) انتخاب مضامینِ سرسید

(5) تاریخ ادب اردو

مذکورہ حوالہ جاتی کتب سے صرف ایک حصہ یا کچھ حصے درسی کتب میں ہونگے متعلم استاد کو چاہئے کہ وہ اُن حوالہ جاتی کتب کے متن کو تفصیل کے ساتھ پڑھیں اور جانکاری حاصل کریں۔ متعلم استاد کو معلومات حاصل کرنے کے متعلق نہ صرف چوکنّا رہنا چاہئے بلکہ اُن معلومات تک پہنچنے کے لئے اُسکے پاس ایک فہرست ہونی چاہئے۔اسی کو ہم مواد اکھٹا کرنے کی صلاحیت سے موسوم کرتے ہیں اب ہم حوالہ جاتی کتب جیسے لغات، دائرۃ المعارف۔ادبی داستانوں کے بارے میں مطالعہ کرینگے۔

لغات:۔

لغات کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا جاتا ہے۔لغات میں ہر لفظ کے مناسب اور موزوں معنی دیئے جاتے ہیں۔الفاظ کے معنی جاننے کے لئے عام طور پر لغات کا استعمال ہوتا ہے۔اُردو میں مروّج اور مشہور لغات حسب ذیل ہیں۔

1. نورالغات
2. فیروزالغات
3. لغات کشوری
4. فرہنگ آصفیہ

بعض لغات ایسے ہوتے ہیں جس میں صرف الفاظ کے معنی دیئے جاتے ہیں۔بعض لغات میں الفاظ کے ساتھ

اُن کا تلفظ بھی دیا جاتا ہے۔ان کے علاوہ بعض جامع لغات ایسے بھی ہوتے ہیں۔جن میں الفاظ کے معنی تلفظ اوراُن کا ماخذ (وہ کس زبان کا لفظ ہے) اور قواعد بھی دیئے جاتے ہیں۔توضیحی لغات میں الفاظ کے معنی کے ساتھ اُن الفاظ کا موقع ومحل کے لحاظ سے استعمال اوراُن کی تشریح وتعبیر دی جاتی ہے۔مثلاً ''ضمیر'' وہ چھوٹا سالفظ ہے جو اسم کے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے۔جسے انگریزی میں Pronoun کہتے ہیں۔ ''ضمیر'' کے دوسرے معنی دل کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا ضمیر مردہ ہوگیا ہے۔یا میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا بعض لغات ایسے ہوتے ہیں جو فنِ شاعری میں معاون ہوتے ہیں۔اس میں ہم وزن اور الفاظ کو ایک جگہ پروتے ہیں جیسے کہاں، جہاں، یہاں، وہاں، گلستان، ہندوستان، داستان، دبستان، شبستان، رات، بات، سات، کائنات، بارات، جینا، پینا، نگینہ، مہینہ، آب وتاب، شراب، کباب، شباب وغیرہ۔

اُردو کے جدید لغات:۔

اُردو میں بعض جدید لغات ایسے ہیں جس میں ہر لفظ کے مختلف معنوں اوران کے موقع ومحل کے ساتھ استعمال کو درج کیا جاتا ہے۔ جس میں الفاظ کے لغوی، مرادی اور محاوراتی معنے بھی دیئے جاتے ہیں اوران سے نکلنے والے ضرب الامثال کو بھی دیا جاتا ہے۔مثلاً ''رکھنا'' کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔جیسے کوئی چیز ''رکھنا'' دل رکھنا۔پاس رکھنا، لحاظ رکھنا، نظر رکھنا، خیال رکھنا۔

لغات مجتہدی (اُردو کی توضیحی لغات)

دائرۃ المعارف:۔Encyclopedia

دائرۃ المعارف ایک ایسی حوالہ جاتی کتاب ہے جو تفصیلی معلومات فراہم کرتی ہے۔اس میں سائنسدانوں، شاعروں، رہنماؤں کی سوانح عمریاں، نباتات اور حیوانات سے متعلق جانکاری، مشہور مقامات، اشیاء، تاریخی واقعات پرمبنی تفصیلات اور بہت سی متعلقہ معلومات اس میں موجود ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ بعض حوالہ جاتی کتابیں ایسی ہیں جس میں معلوماتِ عامّہ کو پیش کیا جاتا ہے۔اس سلسلے میں ہر سال تازہ معلومات کے اندراج کے ساتھ کتابیں شائع ہوتی ہیں۔اس طرح کی ایک کتاب ''منوراما'' نامی ادارہ شائع کرتا ہے۔جس میں بین الاقوامی، قومی، ریاستی اور ضلعی سطح کی

معلومات کے علاوہ کھیل کود کی دنیا۔ دریافتیں، حادثات وواقعات کی تفصیلی جانکاری فراہم کی جاتی ہے۔

متعلم اساتذہ کو چاہئے کہ وہ کتب خانے کو جائیں اور وہاں پر موجود حوالہ جاتی کتب سے استفادہ کریں شہر مدراس میں اُردو کی کتابیں جن کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

1. کتب خانہ اہل اسلام، والا جاہ روڈ، چینئی-2
2. کنّی مرا لائبریری ایگمور، چینئی-8
3. اے جے اردو سیمینار لائبریری محفوظ خان باغ، چینئی-1
4. اورئینٹل ریسرچ انسٹیٹوٹ لائبریری، مرینا کیمپس نزد کلنگی سیلئی، چینئی-5
5. کتب خانہ محمدی، دیوان صاحب باغ، رائے پیٹھ، چینئی-14

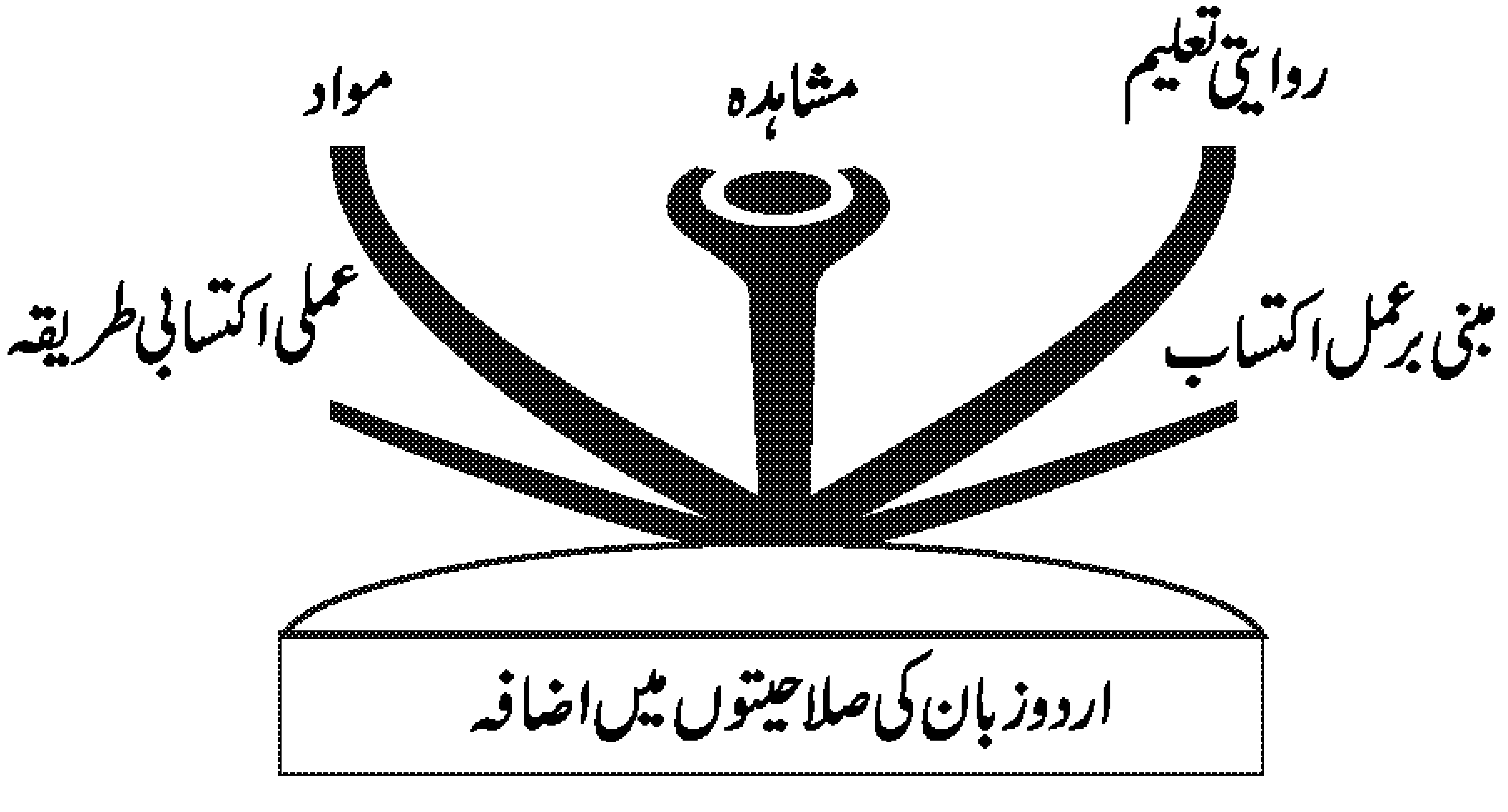

(ii) متضاد الفاظ (متفرقات)

اندھیرا ۔ اجالا	بوڑھا (پیر) ۔ جوان	خادم ۔ مخدوم	طمع ۔ قناعت
اعلیٰ ۔ ادنیٰ	تیز ۔ کند	خالی ۔ پُر (بھرا ہوا)	طاق ۔ جفت
امن ۔ جنگ	تاخیر ۔ تعمیل	خشکی ۔ تری	فانی ۔ باقی
ابتدا ۔ انتہا	ٹھوس ۔ کھوکھلا	رحمدلی ۔ سنگدلی	فائدہ ۔ نقصان
انسان ۔ حیوان	جاہل ۔ عاقل	زرخیز ۔ بنجر	قدیم ۔ جدید
بلند ۔ پست	جہالت ۔ علم	سہاگن ۔ بیوہ	قریب ۔ بعید
بھوکا ۔ سیر	جفا ۔ وفا	سر ۔ پا (پیر)	کمال ۔ زوال
بہشت ۔ دوزخ	چست ۔ سست	شہرت ۔ بدنامی	کنیز ۔ بانو
بحر ۔ بر	چوکیدار ۔ چور	شریف ۔ رذیل	کمزور ۔ طاقت ور
بہار ۔ خزاں	حسین ۔ قبیح	صاف ۔ غلیظ	کثرت ۔ قلت
بیوقوف ۔ عقلمند	حیات ۔ ممات	صلح ۔ لڑائی	کنجوس ۔ سخی
بد ۔ خوب	حلال ۔ حرام	ضرب ۔ تقسیم	گل ۔ خار
لائق ۔ نالائق	مد ۔ جزر	مایوسی ۔ امید	مہتر ۔ کہتر
لونڈی ۔ رانی	میدان ۔ پہاڑ	مہمان ۔ میزبان	نظم ۔ نثر

ایک لفظ میں

نہ مرنے والا	امر	مزدوری پر آٹا پیسنے والا	پسنہاری
نہ ٹلنے والا	اٹل	بہت باتیں کرنے والا	باتونی
سونے کی رنگت والا	سنہرا	بہت شرم کھانے والا	شرمیلا
مٹی کی رنگت والا	مٹیالا	تیرنے والا	تیراک
جس کا کوئی مول نہ ہو سکے	انمول	دودھ بیچنے والا	گوالا

جس کا بس نہ چلے	بے بس	بھیک مانگنے والا	بھکاری
جوز مین جوتی نہ گئی ہو	بن جتی	بھاڑ میں چنے بھوننے والا	بھڑ بھونجا
جس کا دل مضبوط نہ ہو	بزدل	گھاس کاٹنے والا	گھسیارا
جو علم سے کورا ہو	بے علم	کسی چیز کو اچانک لینے والا	اُچکّا
جسے شرم نہ ہو	بے شرم	جانور چرانے والا	چرواہا
نہ ڈرنے والا	نڈر	بہت دودھ دینے والی	دودھیلی
نہ کام کرنے والا	نکما	حفاظت کرنے والا	محافظ

ہم آواز الفاظ

بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کے تلفظ میں چنداں فرق نہیں لیکن املا میں فرق ہے۔ ایسے الفاظ کو ''ہم آواز الفاظ'' کہتے ہیں۔ املا کے وقت ان کے معنی کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ ورنہ غلطی کا احتمال ہے۔

مثال کے طور پر چند ہم آواز الفاظ دیے جاتے ہیں۔ طلباء کو ان کے معنی اور استعمال پر غور کرنا چاہئے۔

آم = پھل	بصر = آنکھ، بینائی	نذر = پیش کرنا	والا = بزرگ
عام = مشہور	موضع = گاؤں	نظر = نگاہ	کسرت = ورزش
تحویل = امانت	موزہ = جراب	سفر = مسافرت	کثرت = زیادتی
تاویل = کسی چیز کے ظاہری معنی	معمور = آباد	صفر = عربی کا دوسرا مہینہ	کمر = بدن کا حصہ
زن = عورت	مامور = حکم کیا گیا	شیر = مشہور جانور	قمر = چاند
ظن = گمان	حلال = جائز	شعر = غزل کے دو مصرعے	گُل = پھول
اثر = زور	ہلال = نیا چاند	صدا = آواز	گِل = مٹی
عصر = تیسرے پہر کی نماز	حذر = ڈرنا	سدا = ہمیشہ	لمحہ = چشم زدن

ارض =زمین	حضر= گھر یا شہر میں رہنا	طعن طعنہ دینا	لمعہ =روشنی
عرض =بیان کرنا	خصم=شوہر	تان =سُر	ہال =بڑا کمرہ
عَلَم =جھنڈا	خشم=غصّہ	عرب =عربستان	حال=موجودہ زمانہ
اَلَم =رنج	خار= کانٹا	ارب =سوکروڑ	ہبہ =بخشنا
اِصرار =کسی بات پر ضد کرنا	خوار=رسوا	نکتہ =بات	حبہ =دانا،گول
اَسرار =بھید	دانہ=غلّہ	نقطہ =ہندسے کی اصطلاح	
باد =ہوا	دانا= عقلمند		
بعد =پیچھے	نظیر=مانند		
بسر =گذارنا	نذیر=ڈرانے والا	والہ =عاشق	

چند الفاظ ایسے دئے جاتے ہیں جن کا املا ایک ہے لیکن اعراب میں فرق ہے:

اِس اُس	طَور طُور	تِیر تَیر	گَرم کِرم
بِین بَین	گِل گُل	دَلدَل دُلدُل	مِیل مَیل
چِین چَین	مَشک مُشک	سِیر سَیر	مُہر مَہر
خَم خُم	پِر پَر	عِلم عَلَم	نَفس نفس
شِیر شیر	پِیر پیر	قوّت قوت	

واحد و جمع

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
الف		امیر	امراء	آفت	آفات	اُفق	آفاق
اشتہار	اشتہارات	استاد	اساتذہ	احسان	احسانات	اصل	اُصول
اسلوب	اسالیب	امر	امور	ادب	آداب	اسم	اسماء
اکبر	اکابر	امت	امم	الم	آلام	اثر	آثار

ب

بدن ابدان

بخار بخارات

بصیرت بصائر

بلا بلیات

بیت(شعر)ابیات

بیت(گھر)بیوت

برکت برکات

باب ابوب

بحر بحور

ت

تفصیل تفاصیل

تحفہ تحائف

تدبیر تدابیر

تصنیف تصانیف

تفکر تفکرات

تشریح تشریحات

تاجر تجار

تاریخ تواریخ

ترجمہ تراجم

تلمیذ تلامذہ

ث

ثمر اثمار

ج

جسم اجسام

جوہر جواہر

جاہل جہلاء

جنس اجناس

جماد جمادات

جز اجزاء

جزیرہ جزائر

جرم جرائم

ح

حرم احرام

حس حواس

حاجی حجاج

حادثہ حوادث

حاجت حوائج

حاشیہ حواشی

حدیث احادیث

حبیب احباب

حقیقت حقائق

حکیم حکما

حاکم حکام

حکم احکام

خ

خدمت خدمات

خاتون خواتین

خلق خلائق

خزانہ خزائن

خلیفہ خلفا

خاص خواص

خادم خدام

د

دوا ادویات

دلیل دلائل

دفتر دفاتر

ذ

ذخیرہ ذخائر

ذریعہ ذرائع

ر

روح ارواح

رکن ارکان

رئیس روسا

رمز رموز

ز

زائر زائرین

زمانہ زمانے

س

سانح سوانح

سر اسرار

سبب اسباب

سلسلہ سلائل

سند اسناد

سلطان سلاطین

ش

شریک شرکا

شریعت شرائع

شبہ شبہات

شریر اشرار

شغل اشغال

شکل اشکال

شخص اشخاص

شرط شرائط

ص

صنعت صنائع

صلہ صلاح

صاحب اصحاب

ض

ضابطہ ضوابط

ضمیر ضمائر

ضلع اضلاع

ط

طائف طوائف

طفل اطفال

طور اطوار

طبیب اطباء

طلسم طلسمات

ظ

ظلم مظالم

ظرف ظروف

ظلمت ظلمات

ع

علم علوم

عیب عیوب

عیب عیوب

عادل عدول

عنصر عناصر

عطیہ عطیات

عام عوام

علم علماء

عاقل عقلا

عقل عقول

عدد اعداد

عمل اعمال

عضو اعضاء

عقیدہ عقائد

غ

غلط اغلاط

غذا اغذیا

غیب غیوب

غیر اغیار

ف

فعل افعال

فضیلت فضائل

فن فنون

فوج افواج

فلک افلاک

فقرہ فقرات

فضلا فضلات

فکر افکار

فیض فیوض

فاصلہ فواصل

ق

قاعدہ قواعد

قدیم قدما

قریب اقربا

قبیلہ قبائل

قسط اقساط

قسم اقسام

قطعہ قطعات

قطرہ قطرات

قصیدہ قصائد

قلب قلوب

قصہ قصص

ک

کلمہ کلمات

کافر کفار

کمال کمالات

ل

لقب القاب

لطیفہ لطائف

لذّت لذّات

لازم لوازم

لغت لغات

م

مرثیہ مراثی

مذہب مذاہب

موج اموج

موضوع مواضوع

موقع مواقع

مرض امراض

منزل منازل

مکتبہ مکاتب

مقبرہ مقابر

موجزہ موجزات

مطلب مطالب	ن	و	ہ
مسئلہ مسائل	نادر نوادر	وجہ وجوہ	ہدیہ ہدایہ
مادہ مواد	س نفائس	وہم اوہام	ی
مدینہ مدائن	نبات نباتات	ولی اولیاء	یوم ایام
مجلس مجالس	نوع انواع	وثیقہ وثائق	
مشغلہ مشاغل	نقش نقوش	وزیر وزراء	
مُلک ممالک	نکتہ نکات	وسیلہ وسائل	
مِلک املاک	نفس نفوس	وزن اوزان	
	نقل نقول	واعدہ مواعد	
	نہر انہار		
	نقطہ نقاط		
	نصیحت نصائح		

عمل: معلم استادان الفاظوں کے مشق دیتے وقت جماعت کے کمرے میں دیواری رسالہ Wall Magazine دیواروں پر چسپاں کردیں۔اس طرح کرنے سے بچوں کو دیکھ کر پڑھنے کی جبلت پیدا ہوگی۔بچوں کو پیار سے سمجھائیں۔ اس طرح کرنے سے طلبہ کو استاد سے محبت پیدا ہوگی۔بچوں کو دیکھ کر پڑھنے کی جبلت پیدا ہوگی۔بچوں کو روزانہ عملی کام دیں۔دوسرے دن ضرور سے اس کی درستگی کریں۔اختتام: ہماری مادری زبان اردو ایک جاندار زبان ہے۔یقیناً ہماری گورنمنٹ نے بھی اس کی مدد کی ہے۔ہمیں اپنی مادری زبان کو تازہ اور مضبوط رکھنا ہے۔محمد عبدالرحیم اصغر کا شعر کہتے ہیں کہ مادری زبان اردو کی ارتقاء کی خیال رکھیں گے۔آمین

جب تلک غنچوں میں رس پھولوں میں ہے بو باقی
چمن ہند میں سمجھو کہ ہے اردو باقی

مذکّر ومؤنث

مذکر	مونّث	مذکر	مونّث	مذکّر	مونّث	مذکّر	مونّث
اب	ام	پسر	دختر	مغل	مغلانی	عالم	عالمہ
ابن	بنت	پدر	مادر	بالغ	بالغہ	فاضل	فاضلہ
اخ	اخت	خان	خانم	جن	جنیہ	سلطان	سلطانہ
بیگ	بیگم	دیو	دیوی	حبیب	حبیبہ	شاعر	شاعرہ
برادر	خواہر	مشارالیہ	مشارلیہا	عالی	عالیہ	صالح	صالحہ
بندہ	بندی	مینڈھا	بھیڑ	عقیل	عقیلہ	زاہد	زاہدہ
شوہر	بیوی	سیّد	سیدانی	عابد	عابدہ	طالب	طالبہ
کامل	کاملہ	ناظر	ناظرہ	دولہا	دولہن	صاحب	صاحبہ
ملک	ملکہ	بھائی	بہن	گویّا	گائن	تیلی	تیلن
محترم	محترمہ	حلوائی	حلوائن	گوالا	گوالن	خسر	خوش دامن
محبوب	محبوبہ	خواجہ	خاتون	نائی	نائن	مالی	مالن
موصوف	موصوفہ	چودھری	چودھرائن	ناگ	ناگن		
مدعی	مدعیہ	روگی	روگن	فرنگی	فرنگن		

(iii) ضرب الامثال مع مطالب

کسی چیز یا واقعہ کے متعلق ضرب المثل اسی وقت بنتی ہے جب کہ ہم اس کا سینکڑوں دفعہ تجربہ کر کے اس کی حقیقت اور ماہیت سے واقف ہوجاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ضرب المثال ہمارے مختلف حالات، خلاصہ، دنیاوی مشاہدات اور تجربات کا نچوڑ ہوتی ہیں۔ یہ دلچسپ ہونے کی وجہ سے زبان زد خاص وعام ہوجاتی ہیں۔اس لئے زبان میں ضرب المثل کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

الف

۱۔اونچی دکان پھیکا پکوان	صرف نام ہی نام۔ظاہر میں نام بڑا ہو لیکن اصلیت کچھ نہ ہو
۲۔اندھیر نگری چوپٹ راج	جہاں بدانتظامی کا دور دورہ ہو
۳۔آنکھوں سکھ، کلیجے ٹھنڈک	ہر طرح کی خوشی حاصل ہو
۴۔آدھی کو چھوڑ کر ساری کو جائے	جو بے صبر اپنی آدھی چھوڑ کر ساری کی طرف دوڑتا ہے وہ اپنی آدھی بھی کھو بیٹھتا ہے
۵۔ایک انار سو بیمار	چیز تھوڑی ہو مگر اس کے خواہاں زیادہ ہوں
۶۔ایک پنتھ دو کاج	ایک تدبیر سے دو کام ہو جائیں
۷۔ایک تو کڑوا کریلا دوسرے نیم چڑھا	ایک انسان پہلے ہی برا ہو اور پھر بُری صحبت بھی مل جائے تو اور بھی برا ہو جاتا ہے۔
۸۔آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل	جب کوئی چیز آنکھ کے سامنے نہیں ہوتی ہے تو خیال سے اُتر جاتی
۹۔اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ	ہر آدمی کا مذاق اور طبیعت جدا ہے۔
۱۰۔آپ کاج مہا کاج	جو کام اپنے ہاتھ سے کیا جائے وہی اچھا ہوتا ہے
۱۱۔آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا	ایک مصیبت سے نکل کر دوسری میں پھنسا
۱۲۔اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا	ایک آدمی بہت سے لوگوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا
۱۳۔الٹے بانس بریلی کو	بے فائدہ الٹا کام کرنا
۱۴۔آدھا تیتر آدھا بٹیر	بے ڈھنگا، بے جوڑ کام
۱۵۔اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیا چگ گئیں کھیت	وقت گذر جانے کے بعد پچھتانا بے سود ہوتا ہے۔
۱۶۔الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے	قصور اپنا ہو مگر دوسروں پر ناراض ہو
۱۷۔آم کے آم گٹھلیوں کے دام	ایک کام کے دو فائدے حاصل ہونا، یعنی دوہرا فائدہ

۱۸۔اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے	اپنے گھر میں کمزور بھی دلیر ہوتا ہے
۱۹۔اندھا کیا جانے بسنت کی بہار	جاہل آدمی علم کی بات کیا سمجھ سکتا ہے
۲۰۔آگ لگنے پر کنواں کھودنا	سر پر مصیبت آنے کے وقت کام کرنا
۲۱۔ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی	جھگڑا دونوں طرف سے ہوتا ہے۔
۲۲۔اپنے منہ میاں مٹھو بننا	خود اپنی تعریف کرنا
۲۳۔آنکھ کا اندھا، گانٹھ کا پورا	بے وقوف، مالدار، کم عقل
۲۴۔آنکھوں کے آگے پلکوں کی برائی	کسی سے اس کی عزیز کی برائی کرنا
۲۵۔اندھے کے آگے روئے اپنے بھی نین کھوئے	نااہل کو نصیحت کرنا خواہ مخواہ درد کا مول لینا ہے
۲۶۔ایک اور ایک گیارہ	اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔
۲۷۔اوکھلی میں سر دیا تو موسل کا کیا ڈر	جب کوئی خطرناک کام شروع کر دیا تو مصیبتوں سے ڈرنا نہیں
۲۸۔ابھی دلّی دور ہے	ابھی منزل مقصود دور ہے
۲۹۔اپنا ٹکا کہیں نہیں گیا ہے	کسی کا کام ہو یا نہ ہو مگر اپنا مطلب حاصل ہے
۳۰۔اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنا	اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرنا
۳۱۔اپنا سا منہ لے کر رہ جانا	مایوس ہو کر خفیف ہو جانا
۳۲۔اپنا مارے گا تو پھر چھاؤں میں بٹھائے گا	اپنے عزیز کو غصہ کی حالت میں بھی رحم آ جاتا ہے
۳۳۔اپنی دہی کو کوئی کھٹا نہیں کہتا	اپنی چیز کو کوئی برا نہیں کہتا
۳۴۔اپنی آگ میں آپ جلنا	دوسرے کو خوش حال دیکھ کر رنجیدہ ہونا
۳۵۔اپنا پیٹ تو کتا بھی پالتا ہے	اپنی آمدنی سے خود ہی فائدہ اٹھانا
۳۶۔اپنے دام کھوٹے تو پرکھنے والے کا کیا دوش؟	اپنے عیب پر نظر رکھو ناصح کو بُرا مت کہو

۳۷۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالنا	اپنا عیب دیکھ کر شرمانا
۳۸۔ اپنے ہاتھوں پاپڑ بیلنا	خود مصیبت میں پھنسنا
۳۹۔ اپنی غرض کے لئے گدھے کو باپ بنانا	اپنی غرض کے لئے ذلیل سے ذلیل کام کرنا
۴۰۔ اتنی سی جان سوا گز زبان	بچپن میں زبان درازی کرنا
۴۱۔ اُلّو کر دینا	خوب پیٹنا
۴۲۔ اٹوائی کھٹوائی لے کر پڑ رہنا	غصہ یا رنج کی حالت میں چارپائی پر لیٹ جانا
۴۳۔ اچھا کیا خدا نے برا کیا بندے نے	نیکی خدا کی طرف سے برائی انسان کی طرف سے
۴۴۔ ارزاں بعلت گراں بحکمت	مہنگا روئے ایک بار سستا روئے بار بار
۴۵۔ اڑتی چڑیا کو پہچان لینا	دور کی بات سمجھ لینا۔
۴۶۔ آڑے وقت میں کام آنا	مصیبت کے وقت کام آنا۔
۴۷۔ اس کو وہاں ماریئے جہاں پانی نہ ملے	اس پر ہرگز رحم نہیں کرنا چاہئے۔
۴۸۔ اسی جوتی اسی کا سر	اپنے ہاتھوں سے کئے کی سزا پانا۔
۴۹۔ اشرفیاں لٹیں اور کوئلوں پر مہر	غیر ضروری کاموں پر ہزاروں روپے خرچ کئے جائیں مگر ضروری معاملات میں کنجوسی کی جائے۔
۵۰۔ اکیلے دو کیلے کا اللہ بیلی	ایک آدھ آدمی کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے۔
۵۱۔ انتڑیوں کا قل ہو اللہ پڑھنا	بہت زیادہ بھوکا ہونا۔
۵۲۔ اندھا بانٹے ریوڑیاں پھر پھر اپنوں ہی کو دے	تقسیم کرتے وقت پہچان پہچان کر اپنوں کو دینا۔
۵۳۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں	حاجتمند ہمیشہ اپنی غرض نکالنا چاہتا ہے
۵۴۔ اندھے کے ہاتھ بٹیر لگنا	نالائق آدمی کو عمدہ چیز مل جانا۔ (یہ طنزاً بولتے ہیں)
۵۵۔ انگور کھٹے ہیں	جو چیز سخت کوشش کے بعد بھی نہ ملے اور پھر یہ کہے کہ میں اس چیز کو نہیں لینا چاہتا۔

۵۶۔ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی	بد کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔
۵۷۔ اونٹ کے منہ میں زیرہ	جہاں بہت چیز کی ضرورت ہو اور تھوڑی ملے
۵۸۔ ایک آنچ کی کسر رہ گئی	کام بنتے بنتے رہ گیا
۵۹۔ ایک چپ ہزار کو ہرائے	خاموشی نہایت اچھی چیز ہے
۶۰۔ ایک دن کا مہمان، دو دن کا مہمان، تیسرے دن کا بلائے جان۔	مہمان کا زیادہ قیام میزبان کے لئے مصیبت کا ہو جاتا ہے۔
۶۱۔ ایک لاٹھی سے سب کا ہانکنا	اعلیٰ اور ادنیٰ سے یکساں برتاؤ کرنا
۶۲۔ ایک مچھلی سارے تالاب کو گندا کر دیتی ہے	ایک خراب آدمی ساری قوم کو بدنام کر دیتا ہے۔
۶۳۔ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں	دو ہم پیشہ لوگ آپس میں متفق نہیں رہ سکتے
۶۴۔ اپنے حق میں کانٹے بونا	اپنے ہاتھوں مصیبت مول لینا
۶۵۔ آپ بھلے تو جگ بھلا	جو خود نیک ہوتا ہے تمام لوگ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔
۶۶۔ آپ ہی کو جوتیوں کا صدقہ ہے	آپ ہی کا طفیل ہے
۶۷۔ آج کدھر چاند نکلا	آج کیسے آگئے
۶۸۔ آفتاب کو چراغ دکھانا	کسی عقل مند کو مشورہ دینا
۶۹۔ آم کھائے پال کا خربوزہ کھائے ڈال کا	آم پال کا شیریں ہوتا ہے اور ٹپکے میں کسی قدر ترشی ہوتی ہے اور خربوزہ تازہ مزیدار ہوتا ہے۔
۷۰۔ آنکھ بچی مال دوستوں کا	ذرا سی غفلت سے مال کا چوری چلا جانا
۷۱۔ آنکھ میں خاک ڈالنا	فریب دینا
۷۲۔ آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے	سب نکمے ہیں

ب

۷۳۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا	اتفاقیہ کوئی بہتر کام نکل آئے
۷۴۔ بھاگتے چور کی لنگوٹی سہی	ہاتھ سے نکلی ہوئی چیز کا جو حصہ مل جائے وہی غنیمت ہوتا ہے
۷۵۔ بے کار سے بے گار بھلی	بے کار رہنے سے مفت کام کرنا اچھا ہے
۷۶۔ بات بدلی سا کھ بدلی	وعدہ خلافی کرنے سے عزت میں فرق آجاتا ہے
۷۷۔ باسی کڑھی میں ابال آنا	بے وقت کام کرنا
۷۸۔ بوڑھی گھوڑی لال لگام	بے موقع زیبائش
۷۹۔ بنیا جس کا یار اس کو دشمن کیا درکار	قرض دینے والا سب سے بڑا دشمن ہوتا ہے
۸۰۔ بھینس کے آگے بین بجانا	بے وقوف کے آگے عقل کی باتیں کرنا
۸۱۔ برا بیٹا اور کھوٹا پیسہ وقت پر کام آتا ہے	ضرورت کے وقت بری چیز بھی کام آجاتی ہے۔
۸۲۔ بڑا نوالہ کھائے بڑا بول نہ بولے	امیرانہ غذا کھائے مگر شیخی نہ مارے
۸۳۔ بغل میں چھری منہ میں رام رام	بظاہر دوست مگر باطن میں دشمن
۸۴۔ بغل میں کٹورا شہر میں ڈھنڈورا	چیز اپنے پاس ہے اور ناحق کا شور مچانا
۸۵۔ بلّی کھائے گی نہیں تو گرا دے گی	بدآدمی بلا وجہ بھی دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے
۸۶۔ بسم اللہ ہی غلط	ابتداء ہی غلط
۸۷۔ بور کے لڈو کھائے تو پچھتائے اور نہ کھائے تو پچھتائے	ایسا کام جس کے کرنے نہ کرنے دونوں حالتوں میں افسوس رہے
۸۸۔ بھری جوانی مانجھا ڈھیلا	عین شباب میں سست اور بزدل
۸۹۔ بھیڑ جہاں جائے گی وہیں منڈے گی	غریب ہر جگہ ستایا جائے گا

پ

۹۰۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں	تمام آدمی ایک سی طبیعت کے نہیں ہوتے

۹۱۔ پڑھیں فارسی بیچیں تیل	شریف ہو کر رذیل کام اختیار کرنا
۹۲۔ پانچوں انگلیاں گھی میں	ہر طرح فائدہ ہی فائدہ
۹۳۔ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل	کم علم والے کی نسبت بولتے ہیں جو اپنے آپ کو عالم ظاہر کرے
۹۴۔ اوّل خویش بعدہٗ درویش	اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد درویشوں کی نسبت زیادہ کرنا
۹۵۔ پتا کھڑ کا بندہ سر کا	بہت چالاک ہونا
۹۶۔ پاک رہ، بے باک رہ	بے خطا پر کچھ الزام نہیں آتا
۹۷۔ پھونک پھونک قدم رکھنا	بڑی احتیاط سے کام کرنا
۹۸۔ پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں پیاسے کے پاس	اہل غرض کو کارکن کے پاس جانے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ کارکن اہل غرض کے پاس آئے

ت

۹۹۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی	صلح یا لڑائی دونوں طرف سے ہوتی ہے
۱۰۰۔ تن سکھی من سکھی	کھانے کو ملے تو عقل بھی ٹھکانے رہتی ہے
۱۰۱۔ تین میں نہ تیرہ میں	کسی شمار میں نہ ہونا
۱۰۲۔ تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو	سوچ سمجھ کر کام کرو جلدی نہ کرو
۱۰۳۔ تھوتھا چنا باجے گھنا	کم ظرف آدمی ہمیشہ بلند دعویٰ کرتا ہے
۱۰۴۔ تولہ بھر کی آرسی نانی بولے فارسی	تھوڑا سا احسان کر کے اسے بہت جتانا
۱۰۵۔ تانت باجی راگ پایا	انسان کی گفتگو سے اس کی قابلیت کا اندازہ لگ جاتا ہے
۱۰۶۔ تر کی تمام ہونا	بہادری یا لیاقت کا ختم ہو جانا
۱۰۷۔ تلوں میں سے تیل نکالنا	کفایت شعاری سے کام لینا
۱۰۸۔ تمہارے منہ میں گھی شکر	کسی قسم کی خوش خبری سنانا، یا خدا تمہارا کہنا سچ کہہ دے

۱۰۹۔تم بھی رانی میں بھی رانی کون بھرے گا پانی جب دو امیر برابری کا دعویٰ کریں تو پھر کام کرے گا کون؟

۱۱۰۔تم روٹھے ہم چھوٹے	تم خفا ہوئے ہم کام سے بچے

ٹ

۱۱۱۔ٹاٹ کا لنگوٹا نواب سے یاری	حالت افلاس میں نوابوں سے دوستی کا شائق
۱۱۲۔ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا	در پردہ وہ کام کرنا جس کے علانیہ کرنے میں رسوائی ہو
۱۱۳۔ٹھنڈا لوہا گرم لوہے کو کاٹتا ہے	نرم مزاج آدمی تند مزاج پر غالب آتا ہے

ج

۱۱۴۔جتنی چادر ہو اتنے پاؤں پھیلاؤ	اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق کام کرو
۱۱۵۔جس کی لاٹھی اس کی بھینس	طاقت ور ہمیشہ غالب آتا ہے
۱۱۶۔جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں	جو لوگ شیخی بگھارتے ہیں وہ دراصل کچھ کام نہیں کرتے
۱۱۷۔جان نہ پہچان خالہ جی سلام	مان نہ مان میں تیرا مہمان
۱۱۸۔جیسا کرو گے ویسا بھرو گے	نیک کام کا بدلہ نیک اور برائی کا بُرا
۱۱۹۔جتنا گڑ ڈالو اتنا ہی میٹھا ہو گا	جتنی محنت زیادہ کرو گے اتنا ہی پھل زیادہ پاؤ گے
۱۲۰۔جب تک سانس تب تک آس	جب تک زندگی ہے امید قائم رہتی ہے
۱۲۱۔جیسا دیس ویسا بھیس	موقع کے مطابق کام کرنا
۱۲۲۔جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے	بہترین تدبیر وہ جو کارگر ثابت ہو
۱۲۳۔جاگے گا سو پاوے گا۔ سوئے گا سو کھووے گا	ہوشیاری کے ساتھ کامیابی ہے اور غفلت کے ساتھ ناکامی
۱۲۴۔جب خدا دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے	خدا بے وسیلہ رزق دیتا ہے، جہاں امید نہ ہو وہاں سے دلاتا ہے
۱۲۵۔جتنا چھانو اتنا ہی کرکرا	جتنی تحقیقات کرو اتنا ہی زیادہ عیب ظاہر ہو

۱۲۶۔ جس برتن میں کھائے اسی میں چھید کرے	یہ مثل احسان فراموش کے لئے استعمال کرتے ہیں
۱۲۷۔ جس کا کھائے اس کا گائے	جس سے فائدہ اٹھائے اسی کی تعریف کرے
۱۲۸۔ جسے پیا چاہے وہی سہاگن	خوش حال وہی ہوتا ہے جسے مالک پیار کرے
۱۲۹۔ جنگل میں مورنا چا کس نے دیکھا	اگر پردیس میں کوئی ناموری کا کام کیا تو ہم وطنوں کو اس سے کیا فائدہ
۱۳۰۔ جہاں چار برتن ہوتے ہیں کھٹکتے ہیں	جہاں چار آدمی ہوتے ہیں تکرار ہو ہی جاتی ہے
۱۳۱۔ جیسی روح ویسے فرشتے	جس کی جیسی طبیعت ہوتی ہے وہ ویسا ہی کام کرتا ہے
۱۳۲۔ جیتا سو ہارا، ہارا سو مرا	دیوانی دیوانہ کر دیتی ہے جو جیتا سو ہارا اور جو ہارا برباد ہوا

چ

۱۳۳۔ چراغ تلے اندھیرا	اوروں کو فائدہ پہنچانا اور اپنوں کو محروم رکھنا
۱۳۴۔ چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے	اپنے آپ کو تکلیف ہو لیکن پیسے خرچ نہ ہوں
۱۳۵۔ چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات ہے	عیش وعشرت چند روز ہوتی ہے
۱۳۶۔ چپڑی اور دو دو	اچھی چیز اور پھر زیادہ ہو
۱۳۷۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے	دنیا میں ایک سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے
۱۳۸۔ چیل کے گھونسلے میں مانس کہاں	فضول خرچ کے پاس دولت نہیں ہوتی
۱۳۹۔ چوٹی کتیا جلیبیوں کی رکھوالی	خیانت کرنے والے سے امانت داری کا کام نہیں ہوتا
۱۴۰۔ چور چوری سے گیا ہیرا پھیری سے نہ گیا	بد کی عادت نہیں چھوٹتی
۱۴۱۔ چور کی داڑھی میں تنکا	چور چھپتا نہیں اپنی حرکتوں سے پہچان لیا جاتا ہے

۱۴۲۔ چور کے پیر کہاں — مجرم کے مزاج میں استقلال کہاں

۱۴۳۔ چوری اور سینہ زوری — یعنی بجائے نادم ہونے کے ہیکڑی کرتا ہے

۱۴۴۔ چھٹی کا دودھ یاد آنا — مصیبت کے دنوں میں گذشتہ عیب یاد آنا

ح

۱۴۵۔ حرکت میں برکت ہے — کام کرنے ہی سے ختم ہوتا ہے

۱۴۶۔ حلوائی کی دوکان اور دادا جی کی فاتحہ — پرائے مال کو بے دریغ خرچ کرنا

۱۴۷۔ حساب جو جو اور بخشش سو سو — یعنی حساب ایک ایک کوڑی کا ہونا چاہئے

۱۴۸۔ حیلہ رزق بہانہ موت — یعنی جب کوئی آدمی بیماری سے مرجائے یا کسی کو ذرا سی کوشش سے بہت سا رزق مل جائے۔

۱۴۹۔ خدا گنجے کو ناخن نہ دے — خدا کم حوصلہ اور کمینے کو حاکم اور اختیار والا نہ بنائے

۱۵۰۔ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں — خدا ناگہانی سزا دیتا ہے

۱۵۱۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے — خدا کے بھیدوں کی کسی کو خبر نہیں

۱۵۲۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے — صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے

۱۵۳۔ خدا دے کھانے کو بلا جائے کمانے کو — مفت میں ملے تو محنت کیوں کی جائے

۱۵۴۔ خس کم جہاں پاک — نالائق کے مرنے یا دفع ہونے پر کہا جاتا ہے

د

۱۵۵۔ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھے — دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟

۱۵۶۔ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے — آدمی جب ایک دفعہ دھوکہ کھا جائے تو وہ آئندہ ہوشیار ہو جاتا ہے

۱۵۷۔ دو میں تیسرا آنکھوں میں ٹھیکرا — شرکت دو آدمیوں ہی کی بھلی معلوم ہوتی ہے تیسرا آدمی ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

۱۵۸۔ دور کے ڈھول سہاؤنے	دور کی چیز بھلی معلوم ہوتی ہے
۱۵۹۔ دو ملّاؤں میں مرغی حرام	دو آدمیوں میں کام ہمیشہ بگڑ جاتا ہے
۱۶۰۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی	پورا پورا انصاف
۱۶۱۔ دھوبی کا گدھا گھر کا نہ گھاٹ کا	نکمّا آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا
۱۶۲۔ دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر	جہاں رہنا وہاں کے لوگوں سے بگاڑ کرنا
۱۶۳۔ دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈاتی	کم چیز کم کی مرمت پر زیادہ لاگت آنا
۱۶۴۔ دونوں ہاتھوں سے تالی بجتی ہے	ایک طرف سے لڑائی یا فساد نہیں ہوتا

ذ

۱۶۵۔ ذات کی بیٹی ذات میں جاتی ہے	جنس کا لحاظ رکھنا چاہیے

ر

۱۶۶۔ رسّی جل گئی پر بل نہ گیا	خود تباہ ہو گئے لیکن اکڑفوں نہ گئی
۱۶۷۔ رہیں جھونپڑیوں میں خواب دیکھیں محلوں کے	غریبی اور مفلسی میں امیرانہ ٹھاٹھ رکھنا
۱۶۸۔ رکھ پت رکھا پت	تم لوگوں کی عزّت کرو لوگ خواہ مخواہ تمہاری عزت کریں گے
۱۶۹۔ رات تھوڑی سوانگ بہت	وقت کم کام زیادہ
۱۷۰۔ راجہ کے گھر آئی او رانی کہلائی	امیر کی ادنیٰ چیز کی بھی قدر ہوتی ہے

ز

۱۷۱۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو	جو بات لوگوں میں مشہور ہو جائے وہ سچی ہوتی ہے
۱۷۲۔ زبردست کا ٹھینگا سر پر	طاقت ور آدمی کے سامنے کچھ پیش نہیں جاتی
۱۷۳۔ زمین کا پاؤں تلے سے نکل جانا	خطرناک خبر سن کر حواس باختہ ہو جانا

س

۱۷۴۔ سانچ کو آنچ نہیں — سچائی کو کوئی خطرہ نہیں

۱۷۵۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑے — شروع ہی سے غلطی ہوئی

۱۷۶۔ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے — کام بھی ہو جائے اور نقصان بھی نہ ہو

۱۷۷۔ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی — کوئی قیمتی چیز ہاتھ سے جاتی رہے

۱۷۸۔ سانپ نکل گیا اب لکیر پیٹا کرو — موقع ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پچھتانا بے سود ہے

۱۷۹۔ ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پر پھوٹتی ہے — شرکت کے کاموں میں ہمیشہ جھگڑا ہوتا ہے

۱۸۰۔ سوسنار کے ایک لوہار کی — کمزور کی سو چوٹیں زبردست کی ایک کے برابر ہوتی ہیں
زبردست کا بول بالا

۱۸۱۔ سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں — مکروفریب ہمیشہ چلا نہیں کرتا

۱۸۲۔ سیدھی انگلی گھی نہیں نکلتا — نرمی سے مقصد برآری نہیں ہوتی

۱۸۳۔ سینگ کٹا بچھڑوں میں ملا — بڑی عمر والے آدمیوں کا لڑکوں کی صحبت میں شریک ہونا

ش

۱۸۴۔ شیخ چلی سے منصوبے باندھنا — خیالی پلاؤ پکانا

۱۸۵۔ شرع میں شرم کیا؟ — لین دین کے معاملے میں لحاظ نہیں ہوتا

۱۸۶۔ شہر میں اونٹ بدنام — ہر کام میں مشہور آدمی پر آفت آتی ہے

۱۸۷۔ شکر خورے کو شکر ہی ملتی ہے — خدا ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق دیتا ہے

۱۸۸۔ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں — انصاف کا دور دورہ ہے

ص

۱۸۹۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے — صبر کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے

۱۹۰۔ صورت نہ شکل بھاڑ سے نکل — بدصورت آدمی کی نسبت طنزاً کہا جاتا ہے

۱۹۱۔صدقہ دے ردِ بلا	صدقہ اور خیرات سے بہت سی بلائیں ٹل جاتی ہیں
۱۹۲۔صاف رہ بے باک رہ	حساب ٹھیک ہو تو پڑتال کرنے والے کا کیا ڈر
۱۹۳۔صبح کا نوالہ سونے کا نوالہ	صبح کے وقت تھوڑا سا کھانا بہت مفید ہوتا ہے
۱۹۴۔صبح کا بھولا شام کو آئے تو بھولا نہیں کہتے	ایک وقت کے کام کو دوسرے وقت میں کرلیا جائے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔

ض

۱۹۵۔ضرورت ایجاد کی ماں ہے	جب ضرورت پیش آئے تو انسان کوئی نہ کوئی تجویز نکال ہی لیتا ہے
۱۹۶۔ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنا لیتے ہیں	بعض اوقات ضرورت کے وقت معمولی لوگوں کی منت خوشامد کرنی پڑتی ہے

ط

۱۹۷۔طویلے کی بلا بندر کے سر	قصور کسی کا اور الزام کسی پر
۱۹۸۔طوطی کی آواز نقار خانے میں کون سنتا ہے	بڑے دفتر میں کسی معمولی کلرک کو کوئی نہیں پوچھتا

ظ

۱۹۹۔ظاہر رحمٰن کا باطن شیطان کا	وہ شخص جو ظاہر میں نیک اور باطن میں برا ہو
۲۰۰۔ظالم کی داد خدا کے گھر	زبردست کے ظلم کا انصاف خدا ہی کرے گا
۲۰۱۔ظالم کی رسّی دراز ہوتی ہے	ظالم کو مہلت بہت ملتی ہے

ع

۲۰۲۔عاقبت کے بورئیے سمیٹنا	بہت بوڑھا ہو کر مرنا
۲۰۳۔عرش پر دماغ	نہایت مغرور ہونا

۲۰۴۔عمر کا پیمانہ لبریز ہے	مرنے کا وقت قریب آ گیا
۲۰۵۔عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے	عقل کی ہر جگہ ضرورت ہے حتیٰ کہ حماقت کا کام کرنے میں بھی عقل کی ضرورت ہے
	غ
۲۰۶۔غریبوں نے روزے رکھے دن بھی بڑے آئے	مصیبت میں اور مصیبت آجاتی ہے
	ف
۲۰۷۔فقیر کو کمبل ہی دوشالہ ہے	غریب کو جو مل جائے اسے ہی غنیمت سمجھتا ہے
	ق
۲۰۸۔قہر درویش بر جان درویش	غریب کا غصہ اپنی ہی ذات پر چلتا ہے
۲۰۹۔قینچی کی طرح زبان چل رہی ہے	جلد جلد زبان چلنا
	ک
۲۱۰۔کاٹھ کی ہنڈیا بار بار نہیں چڑھتی	بار بار جھوٹ اور فریب نہیں چل سکتا
۲۱۱۔کتے کو گھی ہضم نہیں ہوتا۔	کم ظرف کو حوصلہ نہیں ہوتا
۲۱۲۔کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا	ایسی چیز جو محض بے حقیقت اور کسی شمار میں نہ ہو
۲۱۳۔کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا	جو آدمی دوسروں کی طرز اختیار کرتا ہے وہ اپنی پچھلی حیثیت بھی گنوا بیٹھتا ہے
۲۱۴۔کھسیانی بلی کھمبا نوچے	غصہ والا دوسروں پر غصہ اتارتا ہے
۲۱۵۔کبھی کے دن بڑے کبھی کی رات	سدا ایک حالت نہیں رہتی۔کبھی بدحالی اور کبھی خوش حالی
۲۱۶۔کالے کے آگے چراغ نہیں جلتا	زبردست کے آگے کچھ پیش نہیں جاتی
۲۱۷۔کام پیارا ہے چام پیارا نہیں	انسان کی قدر کام کی وجہ سے ہوتی ہے

	نہ کہ صورت وشکل کی وجہ سے
۲۱۸۔ کاغذ کے گھوڑے دوڑانا	جا بجا خط لکھنا
۲۱۹۔ کان پر جوں نہ رینگنا	ذرا بھی اثر نہ ہونا
۲۲۰۔ کبھی گاڑی ناؤ پر کبھی ناؤ گاڑی پر	زمانے کے انقلاب کے لئے بولا جاتا ہے
۲۲۱۔ کچھ دال میں کالا ہے	کوی راز ہے کوئی سبب ہے
۲۲۲۔ کسی کا گھر جلے کوئی تاپے	کسی کا نقصان ہو کوئی خوشی منائے
۲۲۳۔ کسی کو اپنا کر رکھو یا کسی کے ہو رہو	کسی کو تابعدار بنالو یا اس کے مطیع ہو جاؤ
۲۲۴۔ کمہار کہنے سے گدھے پر نہیں چڑھتا	جو اپنی خواہش سے کام کرے اوروں کے کہنے سے نہ کرے
۲۲۵۔ کنویں پر گئے اور پیاسے آئے	امید پوری ہونے کی جگہ سے محروم واپس آئے
۲۲۶۔ کوزے میں دریا بند کرنا	بڑے مضمون کو چند الفاظ میں بیان کر دینا
۲۲۷۔ گذر گئی گذران کیا جھونپڑی کیا میدان	ہر حالت میں خوش رہنا
۲۲۸۔ گربہ کشتن روز اول باید	رعب پہلے ہی دن جمانا چاہئے
۲۲۹۔ گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز	بڑ گناہ کرنا اور چھوٹے گناہ سے پرہیز
۲۳۰۔ گدھا کیا جانے زعفران کی بہار	بے عقل آدمی اچھی چیز کی قدر کیا جانے
۲۳۱۔ گئے تھے نماز بخشوانے الٹے روزے گلے پڑ گئے	ایک مشکل سے بچنا چاہا ایک اور گلے پڑ گئی
۲۳۲۔ گھر کی مرغی دال برابر	گھر کی عمدہ چیز کی قدر کم ہوتی ہے
۲۳۳۔ گیدڑ کی کم بختی آئے تو شہر کو بھاگا جائے	جب برے دن آتے ہیں تو سب تدبیریں الٹی سوجھتی ہیں۔۔
۲۳۴۔ گوشت سے ناخن جدا نہیں ہوسکتا	رشتہ داروں میں لڑائی کیسی؟

۲۳۵۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے	بھید جاننے والے کی دشمنی سخت ہوتی ہے
۲۳۶۔ لکھے موسیٰ پڑھے عیسیٰ	باریک یا خراب لکھنا جو اپنے سوا کوئی نہ پڑھ سکے
۲۳۷۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے	شریر آدمی سزا کے بغیر قابو میں نہیں آتے
۲۳۸۔ لاٹھی ہاتھ کی بھائی ساتھ کا	بھروسہ اسی کا ہوتا ہے جو ساتھ ہو
۲۳۹۔ لنگوٹی میں پھاگ کھیلنا	تنگ دستی میں مزے اڑانا
۲۴۰۔ لوہے کے چنے چبانا	نہایت مشکل کام کرنا
۲۴۱۔ مفت کی شراب قاضی کو حلال	مفت کی چیزیں آدمی حلال اور حرام کا خیال نہیں کرتا
۲۴۲۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان	بلائے بغیر کسی جلسہ وغیرہ میں شریک ہونا
۲۴۳۔ مدعی سست گواہ چست	مالک خاموش ہو اور نوکر جواب دیں
۲۴۴۔ مر گئے مردود فاتحہ نہ درود	جو کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا اس کے ماتم میں کوئی شریک نہیں ہوتا
۲۴۵۔ مالِ مفت بے رحم	پرایا مال اور مفت کا مال بے دردی سے خرچ کیا جاتا ہے
۲۴۶۔ اصیل مرغی کی ایک ٹانگ	ضدی اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے
۲۴۷۔ ملاّ کی دوڑ مسجد تک	ہر شخص کی رسائی اپنے مقدور اور حوصلے پر ہوتی ہے
۲۴۸۔ ماں مرے اور موسیٰ جئے	ماں اور خالہ کی محبت میں کوئی فرق نہیں
۲۴۹۔ موری کی اینٹ چوبارے چڑھنا	کمینہ آدمی کا بڑے درجہ پر پہنچنا

ن

۲۵۰۔ ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا	آپ تو کام نہ کر سکنا اور دوسرے پر الزام رکھنا
۲۵۱۔ نیکی کر اور کنویں میں ڈال	بھلائی کر اور بدلہ کی امید نہ رکھ
۲۵۲۔ نو نقد نہ تیرہ اُدھار	نقد رقم تھوڑی بھی مل جائے تو وہ ادھار کی زیادہ رقم سے اچھی ہے

۲۵۳۔ نیم حکیم خطرہ جان نیم ملاّ خطرہ ایمان	نہ تجربہ کار اور ناقص آدمی سے ہمیشہ نقصان پہنچتا ہے۔
۲۵۴۔ نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی	ساری عمر گناہ کرتے رہے آخر میں پرہیزگار بن بیٹھے۔
۲۵۵۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی	کسی کام کے لئے ایسی شرطیں لگانا جن کا پورا ہونا ناممکن ہو
۲۵۶۔ نام بڑے اور درشن چھوٹے	نام کے موافق حیثیت نہیں
۲۵۷۔ نکلی ہونٹوں چڑھی کوٹھوں	جو بات منہ سے نکل جائے وہ لوگوں میں مشہور ہو جاتی ہے
۲۵۸۔ نیکی اور پوچھ پوچھ	نیک کام میں پوچھنا کیا

و

۲۵۹۔ وہ دن گئے جب خلیل خاں فاختہ اڑاتے تھے	اقبال کے دن ختم ادبار کے دن آ گئے
۲۶۰۔ وہم کی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں	وہم کسی طرح دور نہیں ہو سکتا

ہ

۲۶۱۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے	ظاہر بات کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں
۲۶۲۔ ہاتھی مرے گا بھی تو بنوڑہ بھر رہے گا	بڑی چیز کی رونق کم ہوتے ہوئے بھی کافی دیر لگتی ہے
۲۶۳۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور	ظاہر اور باطن یکساں نہ ہونا
۲۶۴۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات	صاحب اقبال بچپن ہی سے معلوم ہوتا ہے
۲۶۵۔ ہنوز دہلی دور است	ابھی کامیابی حاصل کرنے میں کافی دیر لگے گی

ی

۲۶۶۔ یہ منہ اور مسور کی دال	کسی چیز کے نااہل ہونا
۲۶۷۔ یک نہ شد دو شد	اک عجیب کے بعد دوسرے عجیب امر کا واقع ہونا۔۔۔۔۔۔

۲۶۸۔ یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی	یہ کام پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا
۲۶۹۔ یک جان دو قالب	نہایت گہرا دوست ہونا
۲۷۰۔ یار زندہ صحبت باقی	زندگی ہے تو ملاقات پھر ہوگی

(iv) محاورے مع مطالب

جب ایک یا کئی لفظ آپس میں مل کر اپنے اصلی معنی میں نہیں بولے جاتے بلکہ اور دوسرے معنوں میں بولے جاتے ہیں تو اسے محاورہ کہتے ہیں۔ جیسے "آنکھیں دکھانا" کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ کسی ڈاکٹر کو علاج وغیرہ کے لئے آنکھیں دکھانا لیکن محاورہ میں "بے وفائی" کرنے کے ہیں۔

محاورے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ محاورے کے معنی اور اصلی معنوں میں کوئی لگاؤ یا مناسبت ہو اور اہل زبان نے اس کو بولا بھی ہو۔

محاورات	مطلب
آب آب ہونا	شرمندہ ہونا
آب دیدہ ہونا	آنکھوں میں آنسو بھر لانا
آب وہوا راس آنا	کسی مقام کے موسم یا پانی اور ہوا کا موافق ہونا
اپنا سا منھ لے کر رہ جانا	شرمندہ ہونا
اپنا الّو سیدھا کرنا	کسی کو بے وقوف بنا کر اپنا کام نکالنا
اپنے حق میں کانٹے بونا	نقصان پہنچانے والی بات کرنا
اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا	اپنے کیے ہوئے سے نقصان اٹھانا
اپنے منہ میاں مٹھو بننا	اپنی تعریف خود کرنا
آسمان پر دماغ ہونا	مغرور ہونا
آسمان زمین کے قلابے ملانا	بڑی شیخی بگھارنا
آفتاب کو چراغ دکھانا	تجربہ کار کو عقل بتانا

آگ لگا کر پانی کو دوڑنا	جھگڑا پیدا کر کے ظاہراً اسے دور کرنے کی کوشش کرنا
آگ میں تیل ڈالنا	جھگڑے کو بڑھانا
آستین کا سانپ	ہر وقت کا دشمن
آڑے آنا	مصیبت میں کام آنا
آنکھ بدلنا	بے رخی سے پیش آنا
آنکھیں بچھانا	تواضع کرنا
آنکھیں ٹھنڈی ہونا	خواہش پوری ہونا
آنکھیں پتھرانا	بہت انتظار کرنا یا قریب المرگ ہونا
آنکھیں چار ہونا	آمنے سامنے ہونا
آنکھیں روشن کرنا	ملاقات ہونے پر خوش ہونا
آنکھیں آنا	آنکھ دُکھنے لگنا
آنکھوں میں چربی چھانا	لاپرواہ ہونا
آنکھوں کا تارا ہونا	پیارا ہونا
آنکھیں کھلنا	ہوش آنا
آنکھیں لڑنا	فریفتہ ہونا
آنکھ لگنا	نیند آناجا
آنکھوں سے خون برسنا	غصہ میں آنکھیں لال ہونا
آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جانا	حیران رہ جانا
انگلی اٹھنا	باعث بدنامی ہونا
انگلی کانوں میں دینا	کسی کی بات سننی نہ چاہنا
انگلی دانتوں میں دبانا	تعجب کرنا

ایک لاٹھی سے سب کو ہانکنا	سب کے ساتھ یکساں سلوک کرنا
اینٹ سے اینٹ بجا دینا	برباد کر دینا
باغ باغ ہونا	خوش ہونا
بال بیکا ہونا	نقصان پہنچنا
بال بال بچنا	تھوڑی کسر رہ جانا
بال کی کھال کھینچنا	بہت ہی چھان بین کرنا
بول بالا ہونا	ترقی پانا
پاپڑ بیلنا	مصیبت برداشت کرنا
پانی میں آگ لگانا	نا اتفاقی پیدا کرنا
پرانے مردے اکھاڑنا	پرانی باتوں کو پھر سے تازہ کرنا
پھول جھڑنا	اچھائی کے ساتھ باتیں کرنا
پھولے نہ سمانا	بہت زیادہ خوش ہونا
پاؤں پھیلانا	حد سے باہر ہونا
پاؤں پھونک پھونک کر رکھنا	احتیاط سے کام لینا
تارے گنا	جاگ رات کاٹنا
ترکی تمام ہونا	کام تمام ہونا
تھالی کا بیگن	بے اصول آدمی
تین تیرہ ہونا	پریشان ہونا۔ متفرق ہونا
جامہ سے باہر ہونا	زیادہ غصہ ہونا
جان جوکھوں میں پڑنا	خطرہ میں پڑنا
جان میں جان آنا	اطمینان ہونا

جلے پر نمک چھڑکنا	تکلیف پر تکلیف دینا۔
جل بھن کر کباب ہو جانا	غصہ زیادہ ہونا
جوتے میں دال بٹنا	کسی خاندان کی باہمی نا اتفاقی
جنگل میں منگل ہونا	ویرانے میں عیش و عشرت کا سامان ہونا
چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا	بہت زیادہ شرمندہ ہونا
چھاتی پر سانپ لوٹنا	حد سے زیادہ جلنا
چھٹی کا دودھ یاد کرنا	بہت پریشان ہونا
چہرے پر ہوائیاں اڑنا	خوف سے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ جانا
چھکّے چھوٹ جانا	پریشان یا بدحواس ہو جانا
حجامت بنانا	خوب ٹھگنا
حلق کا داروغہ ہونا	کچھ نہ کھانے دینا
حلوے مانڈے سے کام	اپنی بھلائی چاہنا
خدا لگتی کہنا	انصاف کی بات کہنا
خیالی پلاؤ پکانا	ناممکن باتیں سوچنا
خون جوش کھانا	بہت زیادہ برافروختہ ہونا
خونِ جگر پینا	غصہ کو ضبط کرنا
خون سفید ہونا	بے مروّت ہونا
دال میں کالا ہونا	کھٹکے کی بات ہونا
دریا کو کوزے میں بند کرنا	بڑی بات کو مختصر کہنا
دانت کھٹے کرنا	ہرا دینا
دانتوں تلے انگلی دبانا	تعجب کرنا

دانتوں کے بیچ زبان ہونا	آفتوں کے درمیان رہنا
دل بھر آنا	رونے کو دل آمادہ ہو جانا
دل میں گھر کرنا	دل میں جگہ بنانا
دن کو تارے نظر آنا	مصیبت میں پڑ جانا
دل کی دل میں رہنا	دل کی آرزو پوری نہ ہونا
دل میں دل ڈالنا	دوسرے کا دل اپنا جیسا بنالینا
دل سے اترنا	دل کو پسند نہ آنا
دل کا کنول کھلنا	دل کا خوش ہونا
دم بخود ہو جانا	حیران ہو جانا
دم چرانا	سانس روک کر مردہ ظاہر کرنا
دوٹوک جواب دینا	صاف صاف جواب دینا
دوڑ دھوپ کرنا	خوب کوشش کرنا
دھان پان	نازک، دُبلا
راہ پر لانا	سیدھے راستے پر لانا
راہ لگانا	اپنے موافق بنالینا
راہ دکھانا	انتظار کرانا
رنگ رلیاں کرنا	مزے اڑانا، عیش کرنا
زبان چلنا	فرفر بولنا، بدزبانی کرنا
زبان پکڑنا	کہنے سے روکنا
زخم پر نمک چھڑکنا	رنج کو طعن سے اور زیادہ بڑھانا
زمین آسمان کے قلابے ملانا	حد سے زیادہ شیخی مارنا

زمین کا پاؤں تلے سے نکل جانا	سناٹے میں آ جانا
زمین میں گڑ جانا	بہت زیادہ شرمندہ ہونا
زہر کا گھونٹ پینا	اندر ہی اندر غصہ کرنا
سبز باغ دکھانا	دھوکہ دینا
سانپ سونگھ جانا	سکتہ میں رہنا
سینے پر سانپ لوٹنا	بہت ہی شاق گذرنا
سینہ تان کر چلنا	گھمنڈ کے ساتھ چلنا
سر جھکانا	ماننا، اطاعت کرنا
سر پر بٹھانا	تعظیم کرنا
سر پر چڑھانا	شوخ بنا دینا
سبق لینا	نصیحت حاصل کرنا
سر پٹکنا	بڑی کوشش کرنا
سر سہرا رہنا	کامیابی کا ذریعہ ہونا
سر کھا جانا	ستانا، بہت زیادہ شور کرنا
سر گریبان میں رہنا	اپنی خطا معلوم کرنے کی کوشش کرنا
ستارہ چمکنا	نصیب جاگنا
شکل سے بیزار ہونا	صورت دیکھنے کو جی نہ چاہنا
شگوفہ چھوڑنا	کوئی انوکھی بات کہنا
شش و پنج میں پڑنا	سوچ بچار میں پڑ جانا
صاف اڑا لانا	کسی چیز کو اس طرح لے لینا کہ کسی کو خبر نہ ہو
صدقے جانا	قربان ہونا

صلواتیں سنانا	برا بھلا کہنا
طاق ہونا	یکتا ہونا
طرح دینا	بے پرواہی کرنا، چشم پوشی کرنا
طشت از بان ہونا	کسی بھید کا کھل جانا
طوطی بولنا	شہرت ہونا
طوطا چشم ہونا	بے مروت ہونا
عقل کے طوطے اڑنا	حواس گم ہونا
عقل کے ناخن لینا	ہوش میں آنا
عقل پر پتھر پڑنا	عقل ماری جانا
عمل دخل ہونا	پورا پور قبضہ ہونا
عید کا چاند ہونا	بہت زیادہ انتظار کے بعد ملنا
غائب غلّہ ہونا	پتہ نہ لگنا
غصّہ ناک پر ہونا	ہر وقت غصّہ آنا
غلام ہونا	فرماں بردار ہونا
فراٹے بھرنا	جلد جلد پڑھنا، تیز دوڑنا
فی نکالنا	عیب نکالنا
قائل ہو جانا	مان لینا
قافیہ تنگ ہونا	عاجز ہو جانا
قل ہو اللہ پڑھنا	زیادہ بھوک لگنا
قیامت اٹھانا	بہت زیادہ شور وغل کرنا
کاٹھ کا الو	نہایت بے وقوف

کان پکڑنا	استادی قبول کرنا
کان پکڑ کے اٹھا دینا	ذلت سے نکال دینا
کان کھڑے کرنا	چوکنا ہونا
کانوں پر ہاتھ رکھنا	انکار کرنا
کافور ہونا	غائب ہونا
کانٹوں میں گھسیٹنا	مشکل میں ڈال دینا
کھچڑی پکنا	چپ چاپ مشورہ ہونا
گرہ باندھنا	یاد رکھنا
گھاٹ گھاٹ کا پانی پینا	جہاں دیدہ ہونا
گھر پھونک تماشا دیکھنا	دولت خوب برباد کرنا
گھوڑے بیچ کر سونا	بے فکر ہو کر سونا
گھی کے چراغ جلانا	زیادہ خوشی منانا
لنترانیاں ہانکنا	شیخی بگھارنا
لوہا ماننا	کسی کی قوت تسلیم کرنا
لوہے کے چنے چبانا	مشکل کام کرنا
لہو پانی ایک کرنا	سخت محنت کرنا
لہو خشک ہو جانا	صدمہ سے افسردہ ہو جانا
لہو پانی ایک کرنا	صدمہ سے افسردہ ہو جانا
مٹھی گرم کرنا	رشوت لینا یا دینا
ماشہ تولہ ہونا	بہت ہی نازک ہونا
مرچیں لگنا	برا لگنا

مینڈکی کو زکام ہونا	حیثیت سے بڑھ کر کام کرنے کا ارادہ کرنا
نادر شاہی حکم	ایسا حکم ہٹایا نہ جا سکے
ننانوے کے پھیر میں آنا	دولت جمع کرنے کے چکر میں پڑنا
وقت پڑنا	پریشانی میں مبتلا ہونا
ہاتھ بٹانا	مدد کرنا
ہاتھ پاؤں پھول جانا	گھبرا جانا
ہاتھ کا میل	بے حقیقت چیز
ہاتھ پاؤں کا مارنا	کوشش کرنا
ہاتھوں ہاتھ لانا	بہت تعظیم کرنا
ہاتھوں کلیجہ اچھلنا	خوش یا خوف زدہ ہونا
ہاتھوں کے طوطے اڑنا	بدحواس ہونا
ہتھیلی پر سر لئے پھرنا	مرنے کو تیار ہونا
ہتھیلی پر سرسوں جمانا	جلد بازی کرنا
ہوا باندھنا	جھوٹی شیخی بگھارنا
ہوا ہو جانا	تیزی سے چلے جانا
ہُو کا عالم	نہایت سناٹا
ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا	جلدی میں ہونا
ہاتھ آنا	ملنا۔ حاصل کرنا

V خاکے

عمل کے ذریعے سیکھنا- درجہ عمل کے مشاہدے کا فارم OBSERVATION FORMAT

مشاہدے کا وقفہ 10 دن صبح

عام معلومات General Information

1. معلم طالب علم کا نام Name of the Student Teacher :
2. مدرسے کا نام Name of the School :
3. جماعت / درجہ مشاہدہ Class / Std. Observed :
4. جماعت کے مشاہدے کا وقفہ Duration of the class observed :
5. معاون استاد کا نام Name of facilitator :
6. مختلف جماعتوں کے مشاہدے کی تعداد No of groups observed :
7. جماعت میں طلباء کی تعداد No of student in class :

II مخصوص تفصیلات

درجہ میں مبنی بر عمل تعلیم پر مشاہدہ کرنے کی ضرورت

THINGS TO BE OBSERVED IN **A B L** CLASSROOM

ذیل میں ٹھیک ہو تو (✓) نشان کریں۔

1. جماعت میں مبنی بر عمل تعلیم کا مشاہدہ Observation of ABL Classroom
   1. کم اونچائی کے تختہ سیاہ Low level blackboard ______________
   2. تار کی جالی Wire pandal ______________
   3. لوگو چسپاں کیے ہوئے ٹرے۔ Trays with logos pasted on them ______________
   4. سیکھنے کے کارڈس کی نمائش Learning Cards displayed ______________
   5. سیڑھی کے کارڈس Ladders ______________

6. حصیر پر جماعت یا گروپ کے کارڈس۔ Grouping Cards on the mats ______________

7. حساب کے خود بخود سیکھنے کے کارڈس الماری کے اوپری حصّے میں نمائش کے لئے رکھے جائیں۔
Self Learning materials for Maths displayed on the top row of th e rack.

8. عملی کام کے لئے دیگر امدادی اشیاء جیسے کریانس۔ چکنی مٹی اور کٹھ پتلی کی نمائش کے سامان
Other supportive materials like crayons, clay and puppet show ma terials.

9. کارکردگی کے چارٹ۔ Achievement Chart ______________

10. خودکی حاضری Self attendance ______________

11. موسمی چارٹ Weather chart ______________

12. حفظانِ صحت کی چاک Arockiya Chakra ______________

2. بچوں کے عمل کا مشاہدہ OBSERVATION OF CHILDRENS' ACTIVITIES

ہاں/نہیں نشان کریں۔

1. بچے خود اپنی حاضری نشان کرتے ہیں۔ ______________
Children marking their attendance

2. بچے موسمی چارٹ نشان کرتے ہیں۔ ______________
Children marking weather chart

3. بچے کارڈس کی شناخت کرتے ہیں۔ ______________
Children locating the Cards

4. لوگو کے لئے سیڑھی کی طرف رجوع کرنا۔ ______________
Referring to the ladder for the logos

5. ہرایک اپنی گروپ میں ترتیب وار جمع ہوکر بیٹھے ہیں۔ ______________
Getting organized into their respective groups

6. بچے جماعت میں بیٹھ کر سیکھتے ہیں۔ ______________
Children learning in groups

7. مختلف درجات کے بچے ایک ہی گروپ میں مل بیٹھے ہیں۔ ______________
Children of different classes sitting together in each group

8. ہر بچہ ہر گروپ میں الگ الگ سیکھنے کا کارڈ رکھتا ہے۔ ______________

Each child has a different learning card in each group

9. کارڈس میں دیے گئے عملی کام کی ادائیگی۔ ______________

Performing the activities mentioned in the cards

10. چارٹس میں اپنی کارگردگی کو ظاہر کرنا۔ ______________

Making note of their achievement in the charts

3. معلم کے عمل کا مشاہدہ **Observation of Teacher's Activities**

1. معلم استاد کس طرح اپنے آپ کو ماحول میں ڈھالتا ہے؟ (ایک یا دو سطریں لکھیں)

How the teacher adapts herself to environment

2. کس طرح بچوں کے لئے معلم استاد کی موجودگی آسان طور پر ہو سکے گی؟

How the teachers is easily accessible to the children

3. کیا استاد میں جنس کا تعصب نظر آتا ہے؟

Is there any bias in the teacher

4. معلم استاد ضرورت مند بچوں پر اپنا زیادہ سے زیادہ وقت کس طرح صرف کرتی ہیں؟

How she spares suffcient time to the needy children

5. معلم استاد دوسرے گروپ کے بچوں کو جب وہ اُس سے ملتے ہیں۔ کس طرح حوصلہ افزائی کرتی ہے؟

How she encourages children from the other groups when they appr oach her

6. تمام اسباق کے لئے معلم استاد کس طرح وقت نکالتے ہیں؟

How she follows the time frame to all subject.

7. کس طرح معلم استاد کی آواز بچوں تک سنائی دیتی ہے؟

How audible the teacher is to the Children

8. کس طرح غیر درسی طرز عمل میں معلم استاد دلچسپی دکھاتے ہیں؟

What interest she shows in extra-curricular activities?

9. کس طرح مختلف قابلیت والے بچوں کی طرف معلم استاد توجہ کرتے ہیں؟

How she attends to the needs of differently abled children

10. کس طرح ذہین بچوں کے ساتھ معلم استاد پیش آتی ہیں؟

How she addresses the needs of gifted children.

11. دو گروپ کے لئے وقف ہونے کے باوجود استانی کس طرح تمام جماعت کو سنبھالتی ہے؟

How she manages the whole class even though she devotes fully to two groups

4. سیکھنے کے عمل کا مشاہدہ

Observation of Learning process

نوٹ: بچوں کو چھ جماعتوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے کے دو جماعت مکمل طور سے معلم استاد کے ماتحت ہوتے ہیں۔ پہلے کے دو جماعت مکمل طور سے معلم استاد کے ماتحت ہوتے ہیں۔ تیسری جماعت تھوڑے وقفے کے لئے معلم استاد کے ماتحت ہوتے۔ چوتھی جماعت اپنے ساتھی طلباء کی مدد سے عمل کرتے ہیں۔ پانچویں جماعت تھوڑے وقفے کے لئے ساتھی طلباء کی مدد سے عمل کرتی ہے۔ چھٹیویں جماعت مکمل طور سے خود بخود سیکھنے کی جماعت ہوتی ہے)

Note : Children in six groups (Initially) Teacher will be with three groups alternately, observing the other groups viz, partially teacher supported III group, fully peer supported IV group, partially peer supported group and self supported VI g roup

1. بچے ان جماعتوں میں کس طرح سیکھتے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ وہ ایک جماعت سے دوسری جماعت کو کس طرح نقلِ مکانی کرتے ہیں۔

How the children learn in these groups what they do how they mo ve from one group to another

2. معلم کس طرح کارگردگی کے چارٹ پر نشان لگاتا ہے؟

How the teacher marks the achievement chart?

3. کارگردگی کے چارٹ کو بچے کس طرح پڑھتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں؟

How the children read and interpret the achievement chart?

4. کس طرح بچوں کی معیار بندی کی جاتی ہے؟

How the children are assessed / evaluated?

5. کیا بچے کم اونچائی کے تختہ سیاہ کو آسانی سے استعمال کرتے ہیں؟

Whether the children use the Low Level Black Board freely?

6. کیا مناسب موقع پر درسی کتاب کا استعمال ہوتا ہے؟

Whether textbook is used wherever needed?

7. کیا چوتھی اور پانچویں جماعت میں ساتھی طلباء کی مدد ملتی ہے؟

Whether peer support is available in the 4th and 5th groups?

8. کیا بچے اپنی نوٹ بک میں لکھتے ہیں؟

Whether children write in their notebooks?

9. کیا بچے اپنی عملی کتاب میں لکھتے ہیں؟

Whether children write in their workbooks?

10. کیا بچوں کو گھر کی مشق دی جاتی ہے؟

Whether homework is given to the children?

11. کیا استاد بچوں کے مکمل کی ہوئی گھر کی مشق کی پرسش کرتا ہے؟

Whether the teacher takes note of the homework done by the child ren?

12. کیا بچے اپنے شک وشبہ کو آسانی کے ساتھ اپنے استاد سے دور کرتے ہیں؟

Whether the children freely approach the teacher to get their do ubts clarified?

معلم استاد کا دستخط

عمل کے ذریعے سیکھنا - کلاس روم میں سیکھنا تدریس عمل کا فارم

PROFORMA FOR THE TEACHING PRACTICE

پڑھانے کی مدت 30 دن (صرف صبح میں)

General information عام معلومات -I

1. مدرسے کا نام Name of the school
2. طالب علم کا نام Name of the student Teacher
3. معاون معلم کا نام Name of the Guide Teacher
4. جماعت Class

5. سبق Subject

6. تاریخ Date

7. جماعت میں طلباء کی تعداد No of Sudents in the Classroom

II- کلاس روم کے طریقۂ عمل کی رپورٹ درج کرنا

Reporting about the classroom process

1. کلاس روم میں فراہم کی گئی سہولتیں

Preliminary arrangements done in the class

2. طلباء کو خود حاضری بنانے کا مواقع فراہم کرنا

Facilitating the students to mark their

الف: حاضری کاغذ Attendance sheet

ب : حفظان صحت کا چارٹ Health Chart

ج : موسمی چارٹ Weather Chart

3. طلباء کی درجہ بندی کا طریقۂ عمل Strategy followed in grouping the students

حاضری درج کرنے کا نمونہ

Reporting Format

1. نوٹ: ایک سیڑھی سے دوسرے سیڑھی کو بدلتے وقت معلم استاد طلباء کی ہر جماعت کی کاروائی کو درج کریگا

2. بجائے چھ جماعتوں پر نگرانی کرنے کے معلم استاد صرف ایک جماعت سے متعلق مشاہدہ اور رپورٹ پیش کرے۔

Note : 1. The Student teacher has to write the activites done by the student in each group while shifting from one ladder to other ladder

2. Instead of observing all the students in six groups, a studen t teacher can observe and report about a single group.

.3

اگر کوئی رائے Remarks if any	سیڑھی میں طلباء کی مکمل صلاحیت Final level of the student in the ladder	سیڑھی میں طلباء کی ابتدائی صلاحیت Intial level of the student in the ladder	جماعت Class	طالب علم کا نام Name of the Student	شمارہ S.No.
					1
					2
					3
					4
					5
					6

.4 سیکھنے کی مناسب چیزیں Suitability of materials

.5 بچوں کی شمولیت Children's Involvement

.6 عملی کام مکمل کرنے کا وقفہ Time taken to the complete the activity

.7 جماعت کے اندر تنظیم Dicipline in the classroom

.8 بچوں میں باہمی تعلقات Co-operation of children

.9 انتخاب عملی کام (طالب علم کی سیکھنے کی قابلیت اور دلچسپی کے حوالے سے)

Choice of activily (With reference to the level of learning and interest of the child)

.10 کلاس روم کے عملی کام کی درجہ بندی Groupwise classroom activities

.11 تعین قدر Evaluation

الف ۔ جماعت کی کاروائی کے دوران During the classroom process

ب۔ جماعت کے وقفے کے بعد After the class hour

.12 اگر کوئی مشق follow up work given if any

دستخط
معاون استاد

دستخط
متعلم طلباء

5. نتائج کو درج کرنا Reflective log

الف دوران تعلیم کی تفصیلات Detailed records of the session

ب طالب علم نے کیا سیکھا؟ What the trainee has learnt

ج مثالوں کے ساتھ روزمرہ زندگی میں اور عملی کام میں مطابقت کی نشاندہی کرنا
Finding linkages between the activities with day to day life wit h example

EVALUATION PROFORMA تعین قدر کا فارم

مقررہ نشانات:50

1. مدرسہ کا نام Name of the School

2. معلم طالب علم کا نام Name of the Student

3. جماعت اور سبق Standard and subject facilitated

4. معاون استاد کا نام Name of the guide teacher

حاصل کردہ نشانات Marks scored	مقررہ نشانات Mark allotted	زمرہ Category	شمارہ Sl.No.
	10	مخصوص نشان (Logos) کی پہچان Identification of logo	.1
	10	جماعت کی تنظیم Classroom management	.2
	10	مبنی بر عمل کارروائی۔ کے کارڈس کی تیاری (موجودہ کارڈس کی طرح بیس کارڈس تیار کرنا) Preparation of ABL cards (20 cards should be prepared similar to the existing cards)	.3
	20	رپورٹ فارم کو پُر کرنا Writing of report form	4
	50	Total جملہ	

معاون استاد کا دستخط

Final Internal Evaluation Practical داخلی عملی کام کی آخری جانچ

داخلی عملی کام کا آخری امتحان پہلے تمام اسباق کے لئے پہلے اور دوسرے سال کے اختتام پر حسب اعلان منعقد ہوگا۔

Final internal evaluation practical should be conducted at the e nd of 1st and 2nd year in all subjects as per the schedule.

DTERT کے منظور شدہ ممتحن حضرات پر مشتمل بورڈ۔ معلم اساتذہ کی پیش کردہ معاون چیزوں کی جانچ کریگا۔

The supporting materials submitted by the student teachers shoul d be evaluated by the external board apporoved by the Directorate of Teacher Education , Research and Training.

پہلے اور دوسرے سال کے اختتام پر معلم اساتذہ عملی کام کے چارٹ تیار کرینگے۔

At the end of 1st and 2nd year teaching practice portfolios can be prepared by the student teachers.

عملی کام کی درجہ بندی حسب ذیل ہے

The portfolios should include the folllowing

دوران تعلیم معلم استاد نے پڑھانے کی مختلف صلاحیتیں کتنی حاصل کیں۔

Various teaching skills that student teacher achieved during the course

معاون اساتذہ کے تاثرات۔

Comment of the teacher educators

متوقع نتائج۔

Desired outcomes expected

جماعت میں طلباء سے گفت وشنید کے طریقے۔

Methods of classroom transaction adopted

معلم طالب علم کی تنظیمی صلاحیت۔

Management of learning student

بہتر تعلیم وتدریس کے لئے معاون اساتذہ کے پیش کردہ مشورے۔

suggestions offered by the teacher educators for improvement

تعلیم وتربیت سے پہلے اور تعلیم وتربیت کے بعد معلم اساتذہ کی صلاحیتوں کی جانچ۔ اخذ وقبول کی صلاحیتیں اور کمزوریوں کو دور کرنے کی تجاویز۔

Assessment of student - pre - test-treatment - post -test-findin gs-remedy-follow up.

جماعت میں پائے جانے والے نشانات

(درجہ اوّل اور درجہ دوم کے لئے)

جماعت	اردو	جماعت		اردو
1	I	3	Steps	23 درجے
	II		▪	18 درجے
	III		▪	17 درجے
	IV		▪	18 درجے
	I	4	Steps	14 درجے
	II		▪	12 درجے
	III		▪	12 درجے
	IV		▪	12 درجے
	I		Steps	15 درجے
	II	5	▪	11 درجے
	III		▪	19 درجے
	IV		▪	17 درجے
	I		Steps	15 درجے
	II		▪	15 درجے
	III	6	▪	13 درجے
2	IV		▪	14 درجے
	III		Steps	14 درجے
	IV		▪	15 درجے
			▪	

(Question Paper - Blue Print) I سوالات کے پرچے کا خاکہ vi

Maximum Marks - 100 جملہ نشانات　　　　Time - 3 hours وقت: 3 گھنٹے

جملہ رکل Total (100)			صلاحیت Skill (30)			استعمالات Application (30)			سمجھنا Understanding (20)			معلومات Knowledge (20)			سبق کا نام	باب
Esasay ت س	Short م س	Very Short ب م س	Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س	Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س	Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س	Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س		
	3	3		1			1*				1		1	2	اردو زبان کی صلاحیتیں	1
	1	2			2					1					نثر	2
	4	3		1	1		1*	1*		1			1	1	قواعد	3
		2						1*						1	تخلیقی صلاحیتیں	4
	1	2					1*				1			1	اردو زبان کی خصوصیات	5
1	2	1	1		1		1*			1					زبان کی تدریس	6
	2	2		1			1*	1*						1	لسانیات اور صوتیات	7
		3			1			1*			1				بنیادی اور اعلیٰ صلاحیتیں	8
1		1	1								1				مبنی بر عمل اکتساب	9
1	2	1		1		1*	1*				1				سبق کی تدریس کا منصوبہ اور تعلیمی سرگرمیاں	10
1	1						1*		1						اردو زبان کی تدریسی صلاحیتوں میں اضافہ	11
4	16	20	2	4	5	1	7	4	1	3	5		2	6	جملہ	

*اس نشان کے ساتھ دیے گئے اعداد استعمال پر مبنی سوال کے نشاندہی کرتے ہیں

مربع ☐ میں دیے گئے اعداد سوالات کے کُل تعداد کو ظاہر کرتے ہیں

نوٹ: ب م س۔ بہت ہی مختصر سوالات (100 الفاظ سے زائد نہ ہو)

م س۔ مختصر سوالات (200 الفاظ سے زائد نہ ہو)

ت س۔ تفصیلی سوالات (500 الفاظ سے زائد نہ ہو)

قوسین ( ) میں دیے گئے اعداد مارکس کے نشان دہی کرتے ہیں۔

سوالات کے پرچے کا خاکہ II (Question Paper - Blue Print)

وقت: 3 گھنٹے Time - 3 hours

جملہ نشانات Maximum Marks - 100

باب	سبق کا نام	معلومات Knowledge (20)			سمجھنا Understanding (20)			استعمالات Application (30)			صلاحیت Skill (30)			جملہ رکل Total (100)		
		Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س	Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س	Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س	Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س	Essay ت س	Short م س	Very Short ب م س
1	اردو زبان کی صلاحیتیں			1					1*	1*		1	1		2	3
2	نثر		1	1		1	2			1*		1			3	4
3	قواعد			1					1*			1	1		2	2
4	تخلیقی صلاحیتیں			1					1*	1*					1	2
5	اردو زبان کی خصوصیات			1			1		1*	1*		1			2	3
6	زبان کی تدریس											1	1		1	
7	لسانیات اور صوتیات			1					1	1			1		1	1
8	بنیادی اور اعلیٰ صلاحیتیں		1						1	1	1	1		1	2	2
9	متنی بر عمل اکتساب						1				1	1		1	2	1
10	سبق کی تدریس کا منصوبہ اور تعلیمی سرگرمیاں						1						1			2
11	اردو زبان کی تدریسی صلاحیتوں میں اضافہ							2*						2		
	جملہ		2	6		1	5	2	6	6	2	7	3	4	16	20

نوٹ: ب م س۔ بہت ہی مختصر سوالات (100 الفاظ سے زائد نہ ہو)
م س۔ مختصر سوالات (200 الفاظ سے زائد نہ ہو)
ت س۔ تفصیلی سوالات (500 الفاظ سے زائد نہ ہو)
قوسین ( ) میں دیئے گئے اعداد مارکس کے نشان دہی کرتے ہیں۔

*اس نشان کے ساتھ دیئے گئے اعداد استعمال پر مبنی سوال کے نشاندہی کرتے ہیں
مربع ☐ میں دیئے گئے اعداد سوالات کے کل تعداد کو ظاہر کرتے ہیں

جماعت میں پائے جانے والے نشانات

(درجہ اوّل اور درجہ دوم کے لئے)

جماعت	اردو		
معلم اساتذہ کی نگرانی پر	1. پنسل	معلم اساتذہ کی جزوی نگرانی	1. کتاب
	2. جوکر		2. گھوڑا
	3. ڈائنوسر		3. ہاتھی
	4. کان		4. ہاتھی اور مکبر شیشہ (عدسہ)
	5. منہ		
	6. بیل	ساتھی طلباء کی مدد سے	1. چوہا
	7. چیزیں رکھنے کا ڈبّہ		2. مثلث رنگونی
	8. خرگوش		3. ہرن
	9. مکھی		4. نیزہ
	10. بڑکا درخت		
	11. لفظوں کی ریل	ساتھی طلباء کی جزوی مدد سے	1. گلہری
	12. ریل		2. ریچھ
	13. سیتا پھل		3. دنبہ کا سر
	14. تارا ناتھ		4. ڈائنوسر
	15. کٹھ پتلی		
	16. بندر اور گلہری	از خود پڑھنا	1. کچھوا
معلم اساتذہ کی نگرانی	1. بیل		2. بندر
	2. خرگوش		3. بکرا
	3. باگھ		4. کتا
	4. شیر		5. اونٹ
	5. ہرن		6. بلّی

طرزِ مشاہدہ Observation Format

1. کلاس کی مکمل تفصیلات؟
2. متعلم استاد نے کیا سیکھا؟
3. روزمرہ زندگی اور کلاس روم کی کارگردگی میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے۔مثالوں سے واضح کیجئے۔

مشاہدے کی اہمیت:۔ Importance of Obesvation

مشاہدہ وہ تجربہ ہے جو متعلم اساتذہ اسکول جا کر تجربہ کار اساتذہ کے تدریسی عمل سے براہ راست فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تربیتی مدت میں یہ عمل دس دن پر مشتمل ہوتا ہے۔ متعلم اساتذہ بہت سارے عملی کاموں میں شریک ہوتے ہیں۔تاکہ وہ تجربہ کار اساتذہ کے تدریسی عمل کا مشاہدہ کریں اور ایک باصلاحیت اُستاد بن سکیں۔مشاہدہ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس سے ہم تجربہ کار اساتذہ کے تدریسی عمل کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔جس سے ہماری خامیاں جو تدریسی عمل کے دوران پیدا ہوتی ہیں۔اُسے دور کیا جاسکتا ہے۔ مستقبل میں متعلم اساتذہ کو ایک باصلاحیت میر مدرّس بننے کے لئے بہت سارے اساتذہ کے تدریسی عمل کا مشاہدہ ضروری ہے۔

مشاہدے کے طریقہ کار:۔(Observation of Activity Based Teaching (ABL

پہلی جماعت سے لیکر چوتھی جماعت تک عملی کاموں پر مبنی، پانچویں جماعت میں روایتی طریقہ کار اور چھٹویں جماعت سے آٹھویں جماعت میں مبنی بر عمل طریقہ کار کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

مشاہدہ کرنے سے پہلے متعلم اساتذہ کو عملی کاموں پر مبنی مشاہدہ اساتذہ کو مبنی بہ تعلیم بہ عمل کے مراحل جیسے سیڑھی۔ لوگو (نشان) چھ جماعتیں۔ موسمی چارٹ، حفظانِ صحت کا چارٹ، سیکھنے کے کارڈس اور عملی کام سے متعلق بھرپور واقفیت رکھنا ضروری ہے۔

مشاہدہ چار جہتوں سے کیا جاتا ہے۔

(۱) کلاس روم کا مشاہدہ مع کلاس روم کی سہولیات

(۲) اسکول کے بچوں کی کارگردگی کا مشاہدہ

(۳) اساتذہ کی کارگردگی کا مشاہدہ کرنا

(۴) سیکھنے کے عمل کا مشاہدہ کرنا

ان تمام مشاہدوں کے لئے منضبط شدہ فارم دستیاب ہیں۔اس فارم کو پُر کرنا چاہیئے۔اس کے بعد متعلم اساتذہ اپنے تاثرات کا اظہار انعکاس خیالات کے ذریعے درج کرنا چاہیئے۔

انعکاسی اظہار

۱۔ کلاس کی مکمل تفصیلات

۲۔ متعلم استاد نے کیا سیکھا

۳۔ روزمرہ زندگی اور کلاس روم کی کارگردگی میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے۔مثالوں سے واضح کیجئے۔

روایتی طریقۂ تدریس کا مشاہدہ:۔

مشاہدہ کا فارم پُر کرنے سے پہلے متعلم اساتذہ کو استاد کی کارگردگی کی طرف متوجہ ہونا۔تدریسی طریقۂ کار پڑھانے اور سیکھنے کے اشیاء کا استعمال۔تختہ سیاہ کا استعمال، تنظیم جماعت، سوال پوچھنے کا طریقہ، اُستاد کا انداز تدریس، اُستاد اور طلباء کا باہمی اشتراک جیسے نکات کو ضبط تحریر میں لانا۔اُستاد کی تدریسی صلاحیتوں کو متعلم اساتذہ اپنانا چاہیئے۔تدریس کے دوران گروپ بندی اور ہر گروپ کی کارگردگی سیکھنے سکھانے کے اشیاء کا استعمال۔تدریس کے پہلے اور بعد کی کارگردگی جانچنا اور سبق کی منصوبہ بندی کا مشاہدہ بغور کرنا چاہیئے۔

اس طرح مشاہدہ کرنے کے بعد مشاہدہ فارم پُر کرنا چاہیئے۔فارم پُر کرتے وقت صرف اچھا یا بہتر یا بہترین لکھنے کے بجائے جماعت میں جو کچھ بھی پیش آتا ہے اُسے تفصیل کے ساتھ لکھا جائے۔

کارڈس کے جملہ تعداد

جماعت	I	II	III	IV
تعداد	316	142	169	-

سوال کا پرچہ I Question Paper I vii

Part A - (Content)

وقت۔3 گھنٹے　　　　　　　　　　　　　　　　جملہ مارکس -100

I (الف) ذیل کے سوالات کے جوابات بہت مختصر لکھئے جو 100 الفاظ سے زائد نہ ہو۔　　　10x2=20

1. شاعری سے کیا مراد ہے؟
2. مرثیہ کی تعریف کیجئے۔
3. حسرت موہانی کی غزل کی چند اہم خصوصیات بیان کیجئے۔
4. پلاٹ سے کیا مراد ہے۔ پلاٹ کی تیاری اور ارتقائی کیفیت کے بارے میں چند جملے لکھئے۔
5. آغا حشر کی ڈرامہ نگاری کا تعارف کرائے۔
6. لفظ کی تعریف اور اس کی اہم قسموں کو مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔
7. اسم خاص کی قسموں کو مثالوں کے ساتھ لکھئے۔
8. اردو میں مذکر اور مونث الفاظ کی پہچان کس طرح کی جاتی ہے؟
9. تخلیقی صلاحیتوں سے کیا مراد ہے؟
10. صفت سے کیا مراد ہے۔ صفت کی قسموں کو مختصر طور پر بیان کیجئے۔

(ب) ذیل کے کسی پانچ سوالوں کے جوابات لکھئے جو 200 الفاظ سے زائد نہ ہو۔　　　5x4=20

11. مرزا غالب کی شاعری پر مختصر روشنی ڈالئے۔
12. مثنوی سے کیا مراد ہے۔ مثنوی کے مضامین کی وسعت کو مثالوں کے ذریعہ واضح کیجئے۔
13. ڈرامے کی قسموں کو مثالوں کے ذریعے سمجھائیے۔
14. پارسی تھیٹر کے ڈراموں کو کتنے ادوار میں تقسیم کی جاسکتا ہے مختصر لکھئے۔
15. ضمیر سے کیا مراد ہے۔ اس کی قسمیں معہ مثال کے ساتھ لکھئے۔
16. لوازم اسم کیا ہیں۔ جمع بنانے کے قاعدے مثالوں کے ساتھ لکھئے۔
17. متعلم اساتذہ میں کن صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے؟
18. مضمون نگاری کی قسمیں بیان کیجئے۔

Part B (Methodology)

II (الف) ذیل کے تمام سوالات کے جوابات لکھئے جو 100 الفاظ سے زائد نہ ہو۔　　　10x2=20

19. اردو زبان سیکھنے کے مقاصد کیا ہیں؟
20. زبان اور سماج کے رشتے کو واضح کیجئے۔
21. تدریس سیکھنے کے امکانات پر روشنی ڈالئے۔
22. زبان کے مطالعے کے دو طریقے کیا ہیں؟
23. لسانیات اور صوتیات کسے کہتے ہیں؟
24. سماعت کے چند اہم تدریسی وسائل پر مختصراً لکھئے۔
25. مطالعہ یا پڑھنا کی تعریف مثالوں کے ذریعے سمجھائیں۔
26. تحریر کے چند زرین اصول بیان کیجئے۔
27. بنیادی عمل کے ذریعے سیکھنے کے امدادی اشیاء کیا ہیں۔
28. تدریسی صلاحیتوں کے فروغ کے لئے کن باتوں کا ہونا ضروری ہے؟

(ب) ذیل کے کسی پانچ سوالات کے جوابات لکھئے200 الفاظ سے زائد نہ ہو۔ 5x4=20

29. زبان، ادب اور جمالیاتی شعور کے تعلق کو واضح کیجئے۔
30. مادری زبان او پہلی زبان سے کیا مراد ہے تفصیل سے لکھئے۔
31. تجزیاتی لسانیات کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں۔
32. مصوتہ کسے کہتے ہیں۔ مثال دیجئے۔
33. زبان کی مہارتوں میں باہمی ربط کو مثالوں کے ذریعے سمجھائیے۔
34. پانچویں جماعت کی تدریسی منصوبہ کی تیاری کے درجے کیا کیا ہیں۔ تفصیل سے لکھئے۔
35. استخراجی طریقہ اور استقرائی طریقے کا مقابلہ وموازنہ کریں۔
36. طریقہ کار ALM پر عملی اکتسابی روشنی ڈالئے۔

iii ذیل کے سوالات کے جوابات لکھئے جو500 الفاظ سے زائد نہ ہو۔ 10x2=20

37. مبنی بر عمل اکتساب کے طریقے کے تحت معلم اساتذہ کو کن باتوں کا لحاظ رکھنا ہے تفصیل سے لکھئے؟

یا

منصوبی طریقہ کس کو کہتے ہیں۔ کسی ایک سبق کے موضوع کو کس طرح منصوبی طریقے سے سمجھاؤ گے۔

38. زبان کی تدریس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی مضمون لکھئے۔

یا

روایتی طریقہ تدریس کے مشاہدے پر روشنی ڈالئے۔

Question Paper II سوال کا پرچہ II

Part A - (Content)

وقت۔3 گھنٹے — جملہ مارکس -100

I (الف) ذیل کے سوالات کے جوابات بہت مختصر لکھئے جو 100 الفاظ سے زائد نہ ہو۔ 10x2=20

1. غزل کی تعریف کیجئے۔
2. مثنوی کی تدریس کے متعلق مختصر لکھئے۔
3. مرثیہ کے تاریخی اور مذہبی موضوعات کیا ہیں۔
4. فسانہ عجائب کی چند اہم خصوصیات لکھئے۔
5. ڈرامے کی تعریف کیجئے۔
6. ڈرامے میں کرداری نگاری کی اہمیت بیان کیجئے۔
7. اسم عام کی قسموں کو مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔
8. جنس Gender سے کیا مراد ہے؟ معہ مثال سمجھائیے
9. مضمون نگاری سے کیا مراد ہے؟
10. مضمون نگاری کی ہیت پر مختصر نوٹس لکھئے۔

(ب) ذیل کے کسی پانچ سوالوں کے جوابات لکھئے جو 200 الفاظ سے زائد نہ ہو۔ 5x4=20

11. غزل کی تدریس کس طرح کی جائے گی۔ مثالوں کے ساتھ سمجھائیے۔
12. مومن خان مومن کی تصنیفات کے متعلق مختصر طور پر لکھئے۔
13. ڈرامہ اور ناول میں کیا فرق ہے بیان کیجئے۔
14. امتیاز علی تاج کا ڈرامہ ''انار کلی'' پر مختصر نوٹس لکھئے۔
15. حسن لکھنوی یا بیتاب بنارس کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں لکھئے۔
16. اسم کی تعریف کرتے ہوئے اس کی قسموں کو مثالوں کے ساتھ لکھئے۔
17. جمع بنانے کے قاعدے مثالوں کے ساتھ لکھئے۔
18. یہ تو نہیں کہا شہ مشرقین ہوں
مولا نے سر جھکا کے کہا میں حُسین ہوں
یہ کس شاعر کا شعر ہے۔ اس شعر کی خوبی کیا ہے؟

Part B (Methodology)

II (الف) ذیل کے تمام سوالات کے جوابات لکھئے جو 100 الفاظ سے زائد نہ ہو۔ 10x2=20

19. تکلّمی اور تحریری زبان سے کیا مراد ہے؟
20. زبان کے مطالعے میں روایات کی پاس داری کیوں کی جاتی ہے؟
21. سبق کی منصوبہ بندی کی اہمیت واضح کیجئے۔
22. ڈالٹن پلان کی تعریف کیجئے۔اس طریقے کے فوائد اور نقصانات بتلائیے۔
23. مصمتہ کسے کہتے ہیں۔مثالیں دیجئے۔
24. سننے (سماعت) کی قابلیت بڑھانے کے لئے کس طرح مشق کرائی جائے۔مثالوں کے ساتھ لکھئے۔
25. عمل کے ذریعے سیکھنے کے مختلف مدارج کیا ہیں؟
26. طریقۂ تدریس سیکھنے کے مقاصد واضح کیجئے۔
27. سبق کی منصوبہ بندی کی عمدہ خصوصیات بیان کیجئے۔
28. سیاہی کا پھیلنا اور تعمیری اینٹ پر نوٹس لکھئے۔

(ب) ذیل کے کسی پانچ سوالات کے جوابات لکھئے جو 200 الفاظ سے زائد نہ ہو۔ 5x4=20

29. زبان کے متعلق ذہنی رویّے کی وضاحت کیجئے۔
30. زبان کے اصولوں کی اہمیت وافادیت کو عوام تک پہنچانے کے لئے کیا عملی کام انجام دے سکتے ہیں۔
31. تدریس سیکھنے کے امکانات پر روشنی ڈالئے۔
32. اردو کے صوتیاتی نظام پر مختصر نوٹ لکھئے۔
33. اردو زبان کی بنیادی مہارتیں کیا کیا ہیں ہر ایک کی تعریف کیجئے۔
34. حُسن کلام کی خصوصیات کس بات پر منحصر ہے۔
35. مبنی بر عمل اکتساب کے طریقۂ کار کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالئے۔
36. مواد کو اکھٹا کرنے کی صلاحیت کس طرح پیدا کی جاتی ہے۔

(ج) ذیل کے سوالات کے جوابات لکھئے جو 500 الفاظ سے زائد نہ ہو۔ 10x2=20

37. کسی ایک طریقۂ تدریس کے ذریعے ایک سبق کا منصوبہ تیار کیجئے۔

یا

مبنی بر عمل تعلیم کے ذریعے کس طرح طلباء کو پڑھا سکو گے۔

38. مطالعے کی قسمیں کیا ہیں۔ ہر ایک پر تفصیلی نوٹس لکھئے۔

یا

زبان کی بنیادی مہارتوں کو خاکے کے ذریعے تفصیل سے لکھئے۔

ix کتابیات

۱۔ خلیل الرحمٰن اعظمی مضامین نو۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

۲۔ اختر صدیقی۔ تدریسی آموزش۔مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی

۳۔ ڈاکٹر محمد اکرام خان۔ مشقی تدریس کیوں اور کیسے۔مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی

۴۔ معین الدین۔ ہم اردو کیسے پڑھائیں۔مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی

۵۔ رشید حسن خان ۔ انشاء اور تلفظ۔مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی

۶۔ ڈاکٹر محمد عارف خان۔ گلدستۂ مضامین وانشا پردازی۔ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ

۷۔ ڈاکٹر محمد حسن۔ادبیات شناسی ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

۸۔ حکیم محمد یعقوب اسلم۔ اردو خطوط اور مضامین۔ جاوید بک سنٹر، وانمباڑی

۹۔ پی۔حسین خان۔ حفیظ القواعد۔ مکتبۂ نور، مسلم پورہ کاویلی، ضلع نیلور

۱۰۔ ڈاکٹر حلیمہ فردوس۔ الفاظ کی دنیا۔ مفید گرافکس پرنٹرس، بنگلور

۱۱۔ اظہر علی فاروقی اردو مثنوی۔ الٰہ آباد بک ہاوس، الٰہ آباد

۱۲۔ اردو زبان کی ماہیت، آغاز وارتقا۔مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

۱۳۔ زبان کی مہارتیں۔Book 3 مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

۱۴۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔دیوانِ غالب۔ اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس، نئی دہلی

۱۵۔ ڈاکٹر جمیل جالبی۔ محمد تقی میرؔ۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

۱۶۔ ڈاکٹر سجاد حسین۔ غزل، رباعی اور قصیدہ۔ یونیورسٹی آف مدراس

۱۷۔ ڈاکٹر سجاد حسین۔ نظم، مثنوی اور مرثیہ۔ یونیورسٹی آف مدراس

۱۸۔ ڈاکٹر انور الدین۔ داستان اور ناول۔ یونیورسٹی آف مدراس

۱۹۔ ڈاکٹر حیات افتخار۔مقالہ، انشائیہ اور ڈرامہ۔ یونیورسٹی آف مدراس

۲۰۔ ابراہیم یوسف ۔ ڈرامے کی تنقید کا جائزہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی-------------

ضمیمہ viii

داخلی امتحان کے لئے عملی مشق Internal Assessment

نمبر	عنوان	نشانات رمارکس
۱	مشاہدے کے فارم کا نمونہ پُر کرنا	
۲	سبق کا منصوبہ تیار کرنا	
۳	بول چال کے الفاظ اوران کی تصحیح شدہ شکلیں	
۴	مبنی بر عمل اکتسابABL کے کارڈس کی تیاری	
۵	اسٹیج کئے جانے والے ڈرامے کی تیاری	
۶	تدریسی اکتسابی مواد کی تیاری	
۷	بچوں کے گیتوں کو جمع کرنا اور تیار کرنا۔	
۸	بچوں کے لئے کہانیاں جمع کرنا اور تیار کرنا	
۹	مذکر مونث اور واحد جمع پر مبنی الفاظ کو ترتیب دینا	
۱۰	سوالات کے پرچے کا خاکہ تیار کرنا	
۱۱	دو موضوعات پر سیمینار کا انعقاد	
۱۲	داخلی امتحان	
۱۳	سوالات اور جوابات کے بینک کی تیاری ۱۔ پانچویں جماعت۔ نظم، نثر ۲۔ اردو امدادی کتاب کی تدریس	

جملہ نشانات رمارکس

صفحہ نمبر	فہرستِ مضامین	باب

حصّہ اوّل
اُردو زبان کی صلاحیتیں

I نظم
II نثر
III قواعد
IV تخلیقی صلاحیتیں

حصّہ دوّم
اردو زبان کی تدریس کے طریقۂ کار

V اُردو زبان کی خصوصیات
VI زبان کی تدریس
VII لِسانیات اور صوتیات
VIII بنیادی اور اعلیٰ صلاحیتیں
IX مبنی بر عمل اکتساب
X سبق کی تدریس کا منصوبہ اور تعلیمی سرگرمیاں
XI (i) اردو زبان کی تدریسی صلاحیتوں میں اضافہ
(ii) متضاد الفاظ
(iii) ضرب الامثال مع مطالب
(iv) محاورے مع مطالب
(v) خاکے
(vi) سوالات کے پرچے کا خاکہ
(vii) سوال کا پرچہ
(viii) ضمیمہ
(ix) کتابیات